500

سوال و جواب برائے

عقیدہ

لأصحاب الفضیلة

الإمام ابن باز العلامة العثیمین

العلامة الفوزان سعودی فتویٰ کمیٹی

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد یاسر عرفات حفظہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ بیت السلام

ریاض۔ لاهور

کتاب کے جملہ حقوق نقل ونشر واشاعت بحق

مکتبہ بیت السلام الریاض لاہور

محفوظ ہیں

۲۹۷۶۴
ب ۱۲ ع
۱۰۷۸۳۷
۱

طبع اول

۱۴۳۳ھ ———— ۲۰۱۲ء

مکتبہ بیت السلام الریاض لاہور | ص۔ب 16737 سعودی عرب | فون نمبر 4381122-4381155 فیکس 5991 | موبائل نمبر 0532666640 - 6661236

t-us-salam@hotmail.com

لاہور 0321-6466422

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

500

سوال و جواب برائے

عقیدہ

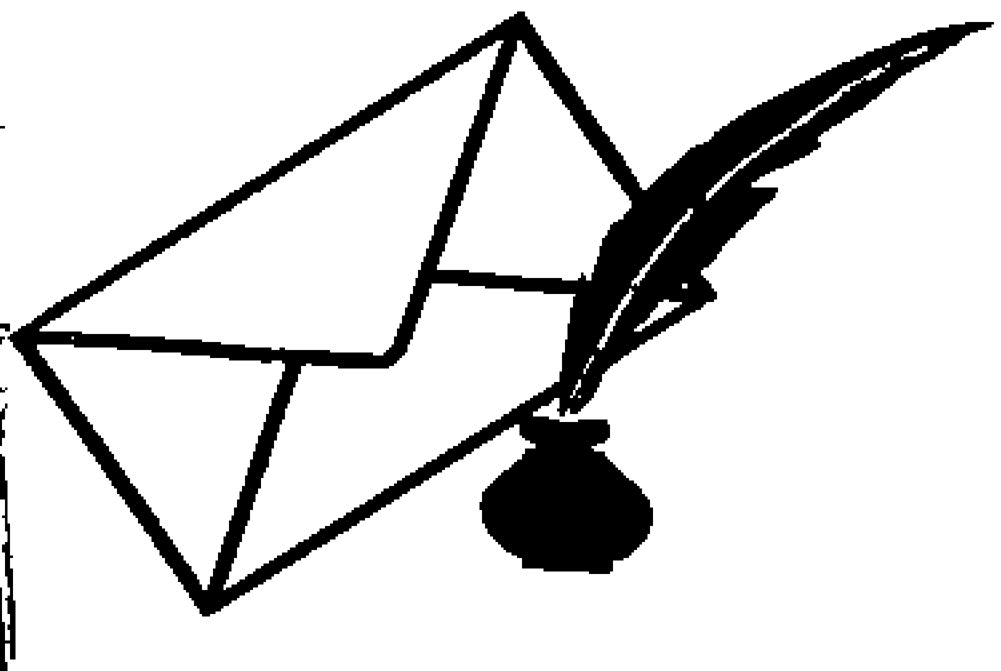

Marfat.com

فہرس

- عرضِ ناشر 39
- مقدمہ 41

پہلی قسم

- 1- عقیدہ اور دینی معاملات میں اہل سنت کے اصول 45
- 2- دین کا کتنا علم حاصل کرنا واجب ہے؟ 47
- 3- دین اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ 48
- 4- اصول دین سے کیا مراد ہے؟ 50
- 5- مسلمانوں کی عملی زندگی میں عقیدے کے اثرات 50
- 6- تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک ہی عقیدہ تھا 50
- 7- سلف صالحین سے کیا مراد ہے؟ 52
- 8- دین میں میانہ روی سے کیا مراد ہے؟ 53
- 9- دنیا میں صرف ایک ہی صحیح عقیدہ کیوں نہیں؟ 55
- 10- کامیاب گروہ اور اس کی پہچان 56

Marfat.com

⊙ 11- ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ کا مفہوم 58
⊙ 12- عقیدے کے متعلق لکھی جانے والی آسان کتابیں 59
⊙ 13- خبر واحد عقیدے میں حجت ہے؟ 59
⊙ 14- اسلام میں غلو کا حکم 62
❀ توحیدِ ربوبیت 63
⊙ 15- توحیدِ ربوبیت کسے کہتے ہیں؟ 63
⊙ 16- اہل توحید کون ہیں؟ 63
⊙ 17- توحید کی پہچان 64
⊙ 18- مخلوق پر سب سے پہلا حق 66
⊙ 19- اللہ تعالیٰ اکیلا ہی خالق اور عبادت کے لائق ہے 67
⊙ 20- کیا کائنات خود بہ خود وجود میں آئی ہے؟ 69
⊙ 21- کیا یہ عقیدہ درست ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ
دوسروں کو بھی اختیار حاصل ہے؟ 72
⊙ 22- اس قول کی حیثیت کہ بیت المقدس کا پتھر ہوا میں معلق ہے؟.. 72
⊙ 23- کیا لڑکے سے لڑکی اور لڑکی سے لڑکا بن جاتا ہے؟........ 74
⊙ 24- کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کسی کو اولاد اور رزق دینے کا اختیار
حاصل ہے؟........................ 75
⊙ 25- کیا یہ نظریہ درست ہے کہ انسان پہلے بندر تھا؟........ 78

Marfat.com

⦿ 26- انسان کے تخلیقی مراحل 80
⦿ 27- زمین و آسمان اور ان کی مخلوقات کتنے دنوں میں پیدا ہوئے؟ . 81
⦿ 28- توحیدِ ربوبیت اور فضائلِ اعمال کو دعوت کا مرکز سمجھ لینا؟ 83
⦿ 29- ﴿اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ کا مفہوم 85
❀ توحید اسماء و صفات 88
⦿ 30- توحیدِ اسماء و صفات کا کیا مفہوم ہے؟ 88
⦿ 31- اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق اہل سنت والجماعت کا موقف .. 88
⦿ 32- اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں فرق 91
⦿ 33- اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعداد مقرر نہیں 92
⦿ 34- مشترک نام رکھنا کیسا ہے؟ 93
⦿ 35- اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ترجمہ کرنا 95
⦿ 36- صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرنے والے اور تاویل کرنے والے
میں کیا فرق ہے؟ 95
⦿ 37- اللہ تعالیٰ کے نام پر نام رکھنا کیسا ہے؟ 95
⦿ 38- اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق بحث کرنا 97
⦿ 39- کیا اہل سنت بھی صفات کی تاویل کرتے ہیں؟ 98
⦿ 40- تاویل کرنے والے علماء کے متعلق اہل سنت کا موقف 100
⦿ 41- اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ لازم ہونے اور لازم نہ ہونے کے

Marfat.com

اعتبار سے صفات کی اقسام 101

⦿ 42- اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد اور اس کی اقسام 103

⦿ 43- جن اشیاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے 105

⦿ 44- اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرف مصائب کی نسبت کرنے کا حکم .. 107

⦿ 45- تعطیل کی اقسام 107

⦿ 46- اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے انکار کا حکم 108

⦿ 47- اللہ تعالیٰ کی صفات کومخلوق کی صفات کے مانند ماننے والے کا
کیا حکم ہے؟ 110

⦿ 48- لفظ تمثیل استعمال کرنا درست ہے یا تشبیہ؟ 111

⦿ 49- اللہ تعالیٰ کے ''وجود'' کا بیان 112

⦿ 50- ارادہ ومشیت 114

⦿ 51- ارادے کی اقسام 116

⦿ 52- اللہ تعالیٰ کی صفت ''هَرْوَلَه'' (دوڑ کر آنے) کا بیان 118

⦿ 53- عوام الناس کو سمجھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ کی صفت عاقل اور مدبر
بیان کرنے کا کیا حکم ہے؟ 119

⦿ 54- اللہ تعالیٰ کی صفتِ استوا کا بیان 119

⦿ 55- ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ﴾ کی تفسیر 121

⦿ 56- ہنسنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے 122

Marfat.com

57- ایک حدیث قدسی کا مفہوم 123

58- حنان، منان اور محسن اللہ تعالیٰ کے ناموں میں شامل ہیں؟.... 125

59- کیا "حفی" اللہ تعالیٰ کا نام ہے؟........................ 126

60- ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ﴾ کا مفہوم کیا ہے؟........ 126

61- ((إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ)) کا مفہوم کیا ہے؟....... 129

62- اللہ تعالیٰ کی صفت علو (بلندی) کا بیان........................ 130

63- اللہ تعالیٰ کی صفت معیت کا بیان........................ 131

64- اللہ تعالیٰ کے نام "الجبار" کا معنی........................ 132

65- حی اور قیوم دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں 134

66- کیا "اَلْمُنْتَقِم" اللہ تعالیٰ کا نام ہے؟ 135

67- کیا "الدھر" اللہ تعالیٰ کا نام ہے؟........................ 135

68- حدیث قدسی میں نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا مفہوم 136

69- دو احادیث میں جمع و تطبیق 138

70- کیا "ماکر" اللہ تعالیٰ کا نام یا صفت ہوسکتا ہے؟........... 139

71- کیا "مَلَل" (اکتاہٹ) اللہ تعالیٰ کی صفت ہوسکتی ہے؟....... 141

72- دو احادیث میں تطبیق 142

73- اللہ تعالیٰ کی صفتِ نزول کا بیان........................ 143

74- کیا اللہ تعالیٰ کے نزول سے عرش کا خالی ہونا لازم آتا ہے؟... 144

Marfat.com

⊙ 75- نزول کے وقت آسمان اللہ تعالیٰ کو محیط ہوتے ہیں؟........... 145

⊙ 76- آسمانِ دنیا پر نزول کے وقت آسمان اور دیگر اشیاء اللہ تعالیٰ کے اوپر ہوتی ہیں؟.................................... 145

⊙ 77- اللہ تعالیٰ کس وقت نزول فرماتے ہیں؟........................ 147

⊙ 78- رؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلق اہل سنت کا موقف.................. 148

⊙ 79- بعض لوگوں کے نزدیک رؤیتِ باری تعالیٰ کا مطلب یقین کامل ہے، آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں.................................... 151

⊙ 80- کیا نبی اکرم ﷺ نے حالت بیداری میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟... 152

⊙ 81- کیا معراج کی رات نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ ... 153

⊙ 82- اس حدیث کا کیا حکم ہے؟.................................... 154

⊙ 83- اس حدیث کا کیا حکم ہے؟.................................... 155

⊙ 84- اس حدیث کا کیا مفہوم ہے؟.................................. 156

⊙ 85- اللہ تعالیٰ کی صفت معیت کا معنی ''مخلوق میں دخول اور گھل مل جانا'' کس اعتبار سے نا جائز ہے؟.................................... 158

⊙ 86- ایک آیت کی تفسیر.. 159

⊙ 87- فرشتوں کا قرب.. 161

⊙ 88- ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا﴾ [یٰسٓ: 71] کی تفسیر کیا ہے؟.................................... 163

Marfat.com

89- ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ﴾
[الفتح: 10] کی تفسیر 166
90- ﴿یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ﴾ کی تفسیر 167
91- ”اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب کر کے فرمائیں گے: میں بیمار تھا
تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی“ اس کا مفہوم کیا ہے؟ 168
92- ایک حدیث قدسی کا مفہوم 170
توحید الوہیت 172
93- کلمہ توحید کن کن چیزوں پر مشتمل ہے؟ 172
94- توحید الوہیت کا کیا معنی ہے؟ 173
95- عبادت کا معنی کیا ہے؟ 173
96- کلمہ توحید کی شرائط کیا ہیں؟ 174
97- نبی اکرم ﷺ کے فرمان: ”جس نے ”لا إله إلا الله“ کا اقرار
کیا جنت میں داخل ہوگا“ کا کیا مطلب ہے؟ 175
توحید کے متعلق دیگر مسائل 176
98- مُردوں سے مدد مانگنا شرک ہے؟ 176
99- کیا زندہ جو موجود ہو اور مدد کرنے پر قادر بھی ہو، اس سے مدد
مانگنا جائز ہے؟ 177
100- ضروریات کی تکمیل کے لیے جنوں سے مدد مانگنا اور ان سے

Marfat.com

⊙ 89- ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ﴾
[الفتح: 10] کی تفسیر 166

⊙ 90- ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ کی تفسیر 167

⊙ 91- ''اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب کر کے فرمائیں گے: میں بیمار تھا
تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی'' اس کا مفہوم کیا ہے؟............ 168

⊙ 92- ایک حدیث قدسی کا مفہوم 170

❀ توحید الوہیت 172

⊙ 93- کلمہ توحید کن کن چیزوں پر مشتمل ہے؟........................ 172

⊙ 94- توحید الوہیت کا کیا معنی ہے؟ 173

⊙ 95- عبادت کا معنی کیا ہے؟........................ 173

⊙ 96- کلمہ توحید کی شرائط کیا ہیں؟ 174

⊙ 97- نبی اکرم ﷺ کے فرمان: ''جس نے ''لا إله إلا الله'' کا اقرار
کیا جنت میں داخل ہوگا'' کا کیا مطلب ہے؟........................ 175

❀ توحید کے متعلق دیگر مسائل 176

⊙ 98- مُردوں سے مدد مانگنا شرک ہے؟ 176

⊙ 99- کیا زندہ جو موجود ہو اور مدد کرنے پر قادر بھی ہو، اس سے مدد
مانگنا جائز ہے؟ 177

⊙ 100- ضروریات کی تکمیل کے لیے جنوں سے مدد مانگنا اور ان سے

Marfat.com

پناہ پکڑنا کیسا ہے؟.................................. 179

⊙ 101- کوئی انسان اٹھتے بیٹھتے نبی اکرم ﷺ یا کسی اور کو پکارے تو اس کا کیا حکم ہے؟.................................. 181

❀ وسیلہ.................................. 185

⊙ 102- وسیلے کی اقسام.................................. 185

⊙ 103- نبی اکرم ﷺ کی عظمت کا وسیلہ ڈالنا جائز ہے؟.......... 186

⊙ 104- نبی اکرم ﷺ کے حق کا وسیلہ ڈالنا جائز ہے؟.......... 186

⊙ 105- نیک لوگوں کا وسیلہ ڈالنے کا کیا حکم ہے؟.......... 187

⊙ 106- کیا کسی مخلوق کو یہ کہنا درست ہے کہ ہم آپ کو اللہ بزرگ و برتر کا وسیلہ دیتے ہیں؟.................................. 188

⊙ 107- بدعتی اور شرکی وسیلے میں کیا فرق ہے؟.......... 188

❀ تبرک.................................. 190

⊙ 108- مخلوق سے تبرک حاصل کرنا کیسا ہے؟.......... 190

⊙ 109- برکت کی غرض سے قرآنی آیات کو دیواروں پر لکھنا؟...... 191

❀ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا.................................. 193

⊙ 110- قبروں پر سجدہ کرنا اور ان کی خاطر ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟.... 193

⊙ 111- قبروں پر ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھانے والا امام ہوسکتا ہے؟.................................. 195

Marfat.com

⊙ 112- بتوں کے نام کا ذبیحہ کھانے کا کیا حکم ہے؟................ 196
⊙ 113- نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کی یاد میں ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟.. 196
⊙ 114- نئے گھر کی دہلیز پر ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟........... 197
⊙ 115- جنوں کے نام پر ذبح کرنا کیسا ہے؟................ 197
❀ غیر اللہ کے نام کی نذر ماننا.................. 198
⊙ 116- کیا نذر ماننا عبادت ہے؟................ 198
⊙ 117- قبروں کے نام کی نذر اور ذبح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟...... 199
⊙ 118- قبروں اور مشائخ کے لیے نذر و نیاز دینا.............. 199
❀ دم کرنا.................................. 200
⊙ 119- ایک حدیث کا مفہوم.................... 200
⊙ 120- قرآنی اور غیر قرآنی تعویذ کا حکم................ 201
⊙ 121- نفسیاتی بیماریوں کا علاج تعویذوں سے کرنا درست نہیں..... 203
⊙ 122- علاج کے لیے کپڑے پہننا.................. 203
❀ غیر اللہ کی قسم.................. 205
⊙ 123- "وَحَقِّ اللّٰہِ" (اللہ کے حق کی قسم) کہہ کر قسم اٹھانا درست ہے؟. 205
⊙ 124- اللہ اور رسول کے نام کی قسم اٹھانا جائز ہے؟............ 205
⊙ 125- بیت اللہ کی قسم اٹھانے کا کیا حکم ہے؟.............. 206
⊙ 126- امانت کی قسم اٹھانا؟.................. 207

Marfat.com

⊙ 127- انجیل کی تلاوت کرنا اور اس کی قسم اٹھانا 207

⊙ 128- دین اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم اٹھانا 208

⊙ 129- کسی قبر یا شیخ کی قسم اٹھانا؟ 209

❀ جادو ٹونے کا بیان 210

⊙ 130- جادو اور جادوگر کا بیان 210

⊙ 131- جادو کے ذریعے سے میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کرنا 212

⊙ 132- جادو کا علاج جادو کے ذریعے سے کرنا 213

⊙ 133- جادو کا علاج کن چیزوں کے ساتھ کیا جائے؟ 213

⊙ 134- غیب کی خبریں دینا اور کاہن کے پاس جانا 216

⊙ 135- نجومیوں کے پاس جانے کا کیا حکم ہے؟ 219

⊙ 136- ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا 220

⊙ 137- جادو سیکھنے کا حکم 221

⊙ 138- جادو اور نظر میں فرق 222

❀ ریا کاری کا بیان 224

⊙ 139- ریا کاری کا حکم 224

⊙ 140- ریا کاری کی نشانیاں 225

❀ توحید کی حفاظت 227

⊙ 141- قبروں پر عمارت بنانا اگرچہ وہ مسجد ہی ہو 227

Marfat.com

⊙ 142- قبروں کا طواف کرنا جائز ہے؟ 228
⊙ 143- نیک لوگوں اور اولیاء کی قبروں کے پاس دعا کرنا 229
❀ بیماری کے متعدی ہونے اور بدشگونی کا عقیدہ رکھنا منع ہے..... 230
⊙ 144- کسی خاص دن، مہینے اور عدد کو منحوس سمجھنا 230
❀ تصویر کی ممانعت 234
⊙ 145- تصویر بنوانے کا حکم 234
⊙ 146- فوٹوگرافی (کیمرے کے ذریعے سے تصویر بنانا) جائز ہے؟.... 237
⊙ 147- اسلام میں تصویریں لٹکانے کا کیا حکم ہے؟ 238
⊙ 148- تصویر کے حرام ہونے کا سبب کیا ہے؟ 238
⊙ 149- دیواروں پر تصویریں لگانا 239
⊙ 150- خطاطی کا حکم 239
⊙ 151- چٹائی وغیرہ پر بنی ہوئی تصویر کا کیا حکم ہے؟ 241
⊙ 152- ویڈیو کے ذریعے سے تصویر بنانا کیسا ہے؟ 241
⊙ 153- قدرتی مناظر کی تصویر بنانا 242
❀ فرشتوں پر ایمان 243
⊙ 154- فرشتے افضل ہیں یا انسان؟ 243
⊙ 155- فرشتے کس چیز سے پیدا کیے گئے ہیں؟ 244
⊙ 156- فرشتوں پر ایمان کی اہمیت 245

Marfat.com

⊙ 157- کراماً کاتبین کو اللہ تعالیٰ نے کیوں مقرر فرمایا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے؟ 247

❀ جنوں اور شیطانوں کا بیان 249

⊙ 158- جنوں اور شیطانوں میں کیا فرق ہے؟ 249

⊙ 159- جنوں کا انسانوں پر اثر انداز ہونا اور اس کا علاج 250

⊙ 160- کیا جن غیب کا علم رکھتے ہیں؟ 252

⊙ 161- جنوں سے (مستقبل کے متعلق) سوال کرنا اور ان کی تصدیق کرنا .. 253

⊙ 162- جنوں اور فرشتوں سے تعاون لینا اور (مصیبت کے وقت ان کو) پکارنے کا کیا حکم ہے؟ 254

⊙ 163- شیطان کے لیے دعا کرنا جائز ہے؟ 254

⊙ 164- مرگی وغیرہ کے علاج کے لیے گرجے میں جانا؟ 254

⊙ 165- کیا ابلیس فرشتہ ہے؟ 255

⊙ 166- کیا انسان جنوں سے خدمت کرواسکتا ہے؟ 256

⊙ 167- جن انسان میں داخل ہو جاتے ہیں؟ 257

⊙ 168- شیطانوں اور جنوں میں کیا فرق ہے؟ 259

❀ کتابوں پر ایمان 261

⊙ 169- قرآن مجید نے پہلی تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے؟ 261

⊙ 170- آسمانی کتابوں میں تحریف کا علم ہونے کے باوجود ان کو پڑھنے

Marfat.com

کا کیا حکم ہے؟ 262

171- قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے؟ 263

172- قرآن مجید کو مخلوق ماننے والے کا کیا حکم ہے؟ 266

173- انجیل کو اس غرض سے پڑھنا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے؟ 267

رسولوں پر ایمان 269

174- کیا تمام رسول مرتبہ و مقام میں برابر ہیں؟ 269

175- نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ 272

176- کیا یہ دعویٰ درست ہے کہ انبیاء علیہم السلام فوت ہو جانے کے بعد سنتے اور دیکھتے ہیں؟ 273

177- کیا انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطا ہیں؟ 275

178- سب سے پہلے رسول کون ہیں؟ 277

179- آدم علیہ السلام نبی تھے یا رسول؟ 279

180- عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ 280

181- "حبیب اللہ" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف ہے؟ 285

182- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کو ذریعہ آمدنی بنانا؟ 285

183- ایک مسئلے کی وضاحت 287

184- ان آیات کے درمیان تطبیق کس طرح ممکن ہے؟ 289

Marfat.com

185- نبی اکرم ﷺ کے معجزات سے کیا مراد ہے؟ 292

186- بعثتِ انبیاء کی حکمت 293

187- انبیاء اور رسولوں کو مختلف اوقات میں بھیجنے کی حکمت 295

188- انبیاء اور رسولوں کی کتنی تعداد ہے؟ 295

189- رسولوں کی وفات کے بعد ان کے جسم قائم رہتے ہیں؟ 296

190- انبیاء اور رسولوں کی تصاویر بنانا جائز ہے؟ 297

191- انبیاء اور رسولوں کے علاوہ بھی کسی پر وحی نازل ہوسکتی ہے؟ . 297

192- خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں؟ 298

193- کیا خضر علیہ السلام نبی تھے؟ 299

194- جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہو جانے کا عقیدہ رکھے؟ 300

195- دیگر انبیاء کے علاوہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کو ہی کیوں اللہ نے (زندہ) اٹھایا ہے؟ 300

196- عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کیوں کہا جاتا ہے؟ 301

197- دنیاوی معاملات میں نبی اکرم ﷺ بھول سکتے ہیں؟ 302

198- "کشف الغمۃ" کے لقب کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی صفت بیان کرنا درست ہے؟ 303

199- نبی اکرم ﷺ کے ناموں کی تعداد 304

200- یہ کہنا درست ہے کہ ساری دنیا نبی اکرم ﷺ کی خاطر پیدا

Marfat.com

کی گئی ہے؟ 305
⊙ 201- نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سچی محبت کیسے پیدا ہوسکتی ہے؟..... 307
⊙ 202- کیا نبی اکرم ﷺ پڑھے لکھے نہیں تھے؟.................. 308
⊙ 203- نبی اکرم ﷺ کو معراج کیسے کروایا گیا؟................ 309
❀ آخرت پر ایمان 311
⊙ 204- قیامت کی چھوٹی نشانیاں کون سی ہیں؟................ 311
⊙ 205- دجال کے فتنے سے کیا مراد ہے؟...................... 312
⊙ 206- کیا عبداللہ بن صیاد دجال تھا؟...................... 317
⊙ 207- یاجوج ماجوج کون ہیں؟............................. 318
⊙ 208- اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے؟............... 319
⊙ 209- مندرجہ ذیل دو چیزوں کے درمیان تطبیق کیسے ممکن ہے؟..... 320
❀ قبر کے حالات کا بیان 321
⊙ 210- عذابِ قبر اور قبر کی نعمتیں............................ 321
⊙ 211- عذابِ قبر مستقل ہے یا ختم بھی ہوسکتا ہے؟............... 322
⊙ 212- گناہ گار مومن کے عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے؟......... 322
⊙ 213- یہ بات کس حد تک درست ہے کہ رمضان یا جمعہ کے دن فوت
ہونے والے کو عذاب نہیں ہوتا؟ 325
⊙ 214- موت کے بعد میت پر کیا گزرتی ہے؟.................... 325

Marfat.com

⊙ 215- حیاتِ برزخ کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ 328
⊙ 216- قبر کے عذاب سے نجات کیسے ممکن ہے؟ 331
❀ آخرت کے حالات کا بیان 332
⊙ 217- مسلمان کے عقیدہ پر آخرت کے اوپر ایمان کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ 332
⊙ 218- روزِ قیامت لوگ قبروں سے کیسے زندہ ہوں گے؟......... 333
⊙ 219- شفاعت کی کتنی اقسام ہیں؟ 334
⊙ 220- قیامت میں حساب کیسے ہوگا؟ 338
⊙ 221- اعمال کے وزن کی کیا کیفیت ہوگی؟............ 342
⊙ 222- قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا؟............ 343
⊙ 223- کیا میاں بیوی جنت میں اکٹھے ہو جائیں گے؟............ 345
⊙ 224- کیا جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی؟............ 345
⊙ 225- مسلمانوں کے نابالغ فوت ہونے والے بچوں کا کیا بنے گا؟.... 346
⊙ 226- کافروں کے بچوں کا کیا حکم ہے؟............ 347
⊙ 227- حوض اور کوثر دونوں ایک ہیں یا الگ؟ 347
⊙ 228- پل صراط کیا ہے؟ 348
⊙ 229- مسئلہ 349
⊙ 230- شرک اصغر کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟.... 350

Marfat.com

231- جن لوگوں کو دعوتِ دین نہ مل سکی وہ کہاں جائیں گے؟ 352

❀ تقدیر کا بیان 354

232- تقدیر پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ 354

233- قضا اور قدر میں کوئی فرق ہے؟ 356

234- صرف اسباب پر بھروسا کرنے کا کیا حکم ہے؟ 356

235- کیا تقدیر بھی بُری ہو سکتی ہے؟ 358

236- تقدیر پر ایمان لانا ایمان میں اضافے کا باعث بنتا ہے 359

237- مصیبت آنے پر لوگوں کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ 359

238- کن امور کا تعلق مشیت (باری تعالیٰ) سے ہے؟ 362

239- تقدیر کا مطلب کیا ہے؟ 363

240- انسان صاحب اختیار ہونے کے ساتھ ساتھ پابند بھی ہے .. 364

241- کیا علاج کروانا تقدیر پر ایمان کے منافی ہے؟ 365

242- روشن مستقبل کی خاطر دوڑ دھوپ کرنا 366

243- ﴿وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ﴾ اس آیت مبارکہ کا مفہوم کیا ہے؟ 368

244- مندرجہ ذیل دو آیات میں تعارض کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے؟ 369

245- موت کی خواہش اور تمنا کرنا جائز ہے؟ 372

246- کیا نظر لگ جانا درست ہے؟ 373

Marfat.com

⊙ 247- کسی خوبصورت چیز کو دیکھ کر "ماشاء اللہ" کہنے کی کیا حکمت ہے؟.. 375

⊙ 248- تقدیر پر راضی رہنے کے متعلق کیا حکم ہے؟.................. 375

⊙ 249- دعا اور تقدیر کا آپس میں کیا تعلق ہے؟.................. 376

⊙ 250- اللہ تعالیٰ گناہوں پر سزا کیوں دے گا؟.................. 377

⊙ 251- ایک حدیث کی وضاحت.................. 380

⊙ 252- ایک آیت کا مفہوم.................. 382

⊙ 253- ارادہ کونیہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا ضروری ہے؟.................. 383

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق عقائد کا بیان.................. 385

⊙ 254- صحابہ کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟.................. 385

⊙ 255- خلفاءِ راشدین سے مراد ہے؟.................. 387

⊙ 256- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امت میں کیا مقام ہے؟.................. 387

⊙ 257- کیا سارے صحابہ کرام عادل ہیں؟.................. 389

⊙ 258- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟.......... 391

❀ اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور دشمنی کا بیان.................. 393

⊙ 259- ولا اور برا کا مفہوم کیا ہے؟.................. 393

⊙ 260- کفار سے دوستی کی حدود کیا ہیں؟.................. 396

⊙ 261- ﴿لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ [الممتحنة: 13]
مندرجہ بالا آیت کا مفہوم کیا ہے؟.................. 397

Marfat.com

⊙ 262- کفار کے ساتھ کیسی مشابہت سے منع کیا گیا ہے؟ 400

⊙ 263- کسی عیسائی کو ملنے کے لیے جانا؟ 400

⊙ 264- کافروں کے جنازوں میں شرکت کرنے کا کیا حکم ہے؟ 401

⊙ 265- کافر رشتے دار سے صلح رحمی کرنا کیسا ہے؟ 401

⊙ 266- مشرکوں کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانے کا کیا حکم ہے؟ . 402

⊙ 267- کافر کو پہلے سلام کرنا جائز ہے؟ 403

⊙ 268- عیسائیوں کو عید کے موقع پر مبارکباد دینا جائز ہے؟ 404

⊙ 269- کافر سے دوستی رکھنا کیسا ہے؟ 405

⊙ 270- قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دیا جا سکتا ہے؟ 408

⊙ 271- کافر ممالک کی شہریت اختیار کرنا؟ 409

⊙ 272- کافر کسی مسلمان ملک کی شہریت اختیار کر سکتا ہے؟ 410

⊙ 273- یوم محبت کے نام پر محفلیں سجانے کا کیا حکم ہے؟ 410

⊙ 274- کافروں کو صادق و امین اور اچھا کردار والا کہنا جائز ہے؟... 412

⊙ 275- کفار کے علاقوں میں سیر و سیاحت کے لیے جانا؟.......... 413

⊙ 276- اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے کافروں کے ساتھ مل کر رہنا اور نرمی والا معاملہ اختیار کرنا؟ 413

⊙ 277- کفار کی وہ چیزیں جو حرام نہیں ان سے استفادہ کرنا جائز ہے؟ .. 415

⊙ 278- کافر کو بھائی کہہ کر پکارنا؟ 416

Marfat.com

⊙ 279- صلیب پہننا جائز ہے؟ 418
⊙ 280- اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور دشمنی کا کیا معیار ہے؟ 419
⊙ 281- کافر کی موت پر کیا کہنا چاہیے؟ 419
⊙ 282- کیا مسلمان کسی عیسائی یا یہودی سے مل کر تجارت کرسکتا ہے؟ ... 420
⊙ 283- کافر مسجد میں داخل ہوسکتا ہے؟ 421
❀ ایمان اور کفر کا بیان 423
⊙ 284- کیا ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہیں؟ 423
⊙ 285- کیا ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے؟ 426
⊙ 286- ایمان میں اضافے کے اسباب 429
⊙ 287- ایمان میں کمی کے اسباب 430
⊙ 288- کسی کفریہ کام کرنے پر کسی آدمی کو متعین کر کے کافر کہا جا سکتا ہے؟ 431
⊙ 289- کن شرائط کی بنا پر مسلمان کو کافر کہنا جائز ہے؟ 432
⊙ 290- اگر کفر پر مجبور کیا جائے؟ 434
⊙ 291- اسلامی معاشرے میں علانیہ شرک کے امور 436
❀ وہ چیزیں جن کے ارتکاب سے کفر لازم آتا ہے 439
⊙ 292- اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟ 439
⊙ 293- دین اسلام کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟ 440

Marfat.com

⊙ 294- قرآن مجید کی آیات اور صحیح احادیث کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟ 441

⊙ 295- زمانے کو گالی دینے کا کیا حکم ہے؟ 441

⊙ 296- نواقض اسلام 442

⊙ 297- دائرۂ اسلام سے خارج کر دینے والے شرک کی اقسام 447

❀ بعض الفاظ کا بیان 449

⊙ 298- بعض لوگوں کا یہ کہنا درست ہے کہ اگر دل صحیح ہو تو الفاظ کی ادائی کا درست ہونا ضروری نہیں؟ 449

⊙ 299- "وأنتم خلفاء الله في أرضه" کے الفاظ کہنے درست ہیں؟ .. 449

⊙ 300- تیرا رب یا میرا رب جیسے الفاظ کہنا درست ہے؟ 451

⊙ 301- کیا یہ کہنا درست ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ نہ ہوتے تو سارا عرب جاہل ہی رہتا؟ 451

⊙ 302- زمانے کو برا کہنا 451

⊙ 303- اللہ تعالیٰ کے چہرے کے وسیلے سے کسی دنیاوی چیز کا سوال کرنا .. 453

⊙ 304- "اللہ تعالیٰ تجھے دیر تک باقی رکھے"، یا "اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر دے" ایسے الفاظ کہنے کا کیا حکم ہے؟ 453

⊙ 305- کیا یہ کہنا درست ہے کہ "اللہ تعالیٰ کسی چیز سے بنا ہوا نہیں ہے" .. 453

⊙ 306- اگر کوئی یہ کہے کہ "اللہ تعالیٰ جب کسی ظالم سے انتقام لیتا ہے تو لاٹھی سے نہیں مارتا" کیا یہ درست ہے؟ 454

⊙ 307- کیا "اللہ" اور "محمد" برابر کسی دیوار پر یا کاغذ پر لکھنا درست ہے؟ .. 454

Marfat.com

308- کیا یہ کہنا درست ہے کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کے حال کے متعلق سوال کرتا ہے؟'' 455
309- اللہ تعالیٰ پر قسم ڈالنا کیسا ہے؟........ 455
310- کیا خاوند اپنی بیوی کو ام المؤمنین کے لقب سے پکار سکتا ہے؟... 459
311- کیا انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ میں آزاد ہوں؟........ 459
312- کیا ''ان شاء اللہ میں مومن ہوں'' کہنا درست ہے؟...... 459
313- مرحوم کے لیے دعا کرنا 460
314- حجۃ اللہ، حجۃ الاسلام اور آیت اللہ جیسے القاب کسی کو دینے جائز ہیں؟........ 461
315- ان عبارات کا حکم؛ وطن کے نام سے، قبیلے کے نام سے عرب کے نام سے 462
316- فلاں کے فضل و کرم سے یہ معاملہ تبدیل ہو گیا یا میری کوشش ہی سے یہ کام ہوا ہے۔ ایسے الفاظ استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ .. 462
317- مسئلہ 463
318- تقدیر داخل ہو گئی یا اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے مداخلت کی، جیسے الفاظ استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ 464
319- اپنی تعریف آپ ہی کرنا کیسا ہے؟........ 464
320- آزادیِ فکر سے کیا مراد ہے؟........ 465
321- انسان کو ''حیوان ناطق'' کہنا درست ہے؟ 466
322- حج، عمرہ اور جہاد میں خرچ ہونے والے مال کے متعلق 466

Marfat.com

⊙ 323- "رَاعِنِی" کا لفظ بولنا 467
⊙ 324- اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو "سید" کہنا درست ہے؟....... 467
⊙ 325- "شَاءَ تِ الظُّرُوفُ" اور "شَاءَ تِ الْاَقْدَارُ" کے الفاظ بولنا درست ہے؟ 468
⊙ 326- کسی کا نام لے کر اس کو شہید کہنا جائز ہے؟........ 468
⊙ 327- کسی کو "شیخ الاسلام" کے لقب سے پکارنا درست ہے؟..... 470
⊙ 328- "صُدْفَةٌ" (اتفاقی طور پر کسی کام کا واقع ہونا) کے الفاظ استعمال کرنا درست ہیں؟ 470
⊙ 329- طلوع آفتاب کے وقت سورج کی طرف منہ کرنے والے پھولوں کو سورج کی عبادت کرنے والے کہا جا سکتا ہے؟ 471
⊙ 330- حارث نام رکھنا درست ہے؟ عبدالحارث نام رکھنا شرک کیوں ہے، حالانکہ حارث تو اللہ تعالیٰ ہے؟ 472
⊙ 331- صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی معصوم ہے؟........ 473
⊙ 332- "فال اللّٰہ و لا فالك" کہنا کیسا ہے؟ 473
⊙ 333- فکر اسلامی اور مفکر اسلام کی اصطلاح جائز ہے؟........ 473
⊙ 334- نافرمان کا وصف بیان کرنا کہ وہ ہدایت سے دور ہے یا جنت سے دور ہے........ 474
⊙ 335- "فلاں بندے کو اللہ تعالیٰ نے یاد کیا ہے" کے الفاظ اس شخص کے بارے میں کہنا جو قریب ہی میں فوت ہوا ہو؟ 475
⊙ 336- "قاضی القضاۃ" نام رکھنا کیسا ہے؟ 476

Marfat.com

⊙ 337- دین اسلام کی تقسیم کرنا 477
⊙ 338- غصے کی حالت 479
⊙ 339- ''لک اللہ'' (تیرے لیے ہو اللہ) کہنا کیسا ہے؟ 480
⊙ 340- ''مصروفیات نے مجھے فرص نہ دی'' یا ''وقت نے مہلت نہ دی''
کہنا کیسا ہے؟ 481
⊙ 341- ''اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا'' کہنا 481
⊙ 342- یہ کہنا کہ مادہ فنا نہیں ہوگا، ہمیشہ رہے گا اور یہ کہ اس کی تخلیق
عدم سے نہیں ہوئی 483
⊙ 343- ''اللہ تعالیٰ کی قدرت نے چاہا'' کہنے کا حکم 483
⊙ 344- بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''تو نے اللہ تعالیٰ کے متعلق سچ نہیں
بولا کہ اس اس طرح ہوگا'' 484
⊙ 345- انسان کا جنازے پر ''متوفّٰی'' کے بجائے: ''متوفِّي'' کہنا ... 485
⊙ 346- ''فلاں سب سے اعلیٰ صفات رکھتا ہے'' کہنا؟ 485
⊙ 347- یہ کہنا کہ ''وہ اپنے آخری ٹھکانے میں مدفون ہے'' 485
⊙ 348- بادشاہ کو ''اے میرے مولیٰ'' کہنا؟ 486
⊙ 349- ''لا حول اللّٰہ'' کہنا 488
⊙ 350- ''خدا نہ کرے'' کہنا 488
⊙ 351- ''اللہ تعالیٰ مقدر نہ کرے'' کہنے کا حکم 489
⊙ 352- بعض لوگوں کا ''اللہ تعالیٰ ایسے ایسے جانتے ہیں'' کہنا 489
⊙ 353- اِن شاء اللہ فلاں شخص کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے؟ 490

Marfat.com

⊙ 354- دعا کی حقیقت 491

⊙ 355- دعا میں عفو اور درگزر کرنے کا سوال کریں 492

⊙ 356- ایک دعا کے الفاظ 494

⊙ 357- نرسوں کا نام ''رحمت کے فرشتے'' رکھنا 495

⊙ 358- ستاروں سے قسمت آزمائی کرنا 496

⊙ 359- یوں کہنا کہ ''یہ دن منحوس ہے'' 496

⊙ 360- ''میں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ہوں'' کہنا 497

⊙ 361- کافر سے ''یا سید'' (اے سردار!) کہہ کر مخاطب ہونا 497

⊙ 362- دعا میں ''اللہ کا وصف کوئی بیان نہیں کر سکتا اور عقلیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں'' کے الفاظ کہنا 498

⊙ 363- ان الفاظ سے دعا کرنا: "اللهم بجاه نبيك..." 499

⊙ 364- کسی سے کہنا: ''تو بے رحم ہے اور تو اللہ کی رحمت نازل ہی نہیں ہونے دیتا'' 501

⊙ 365- بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''الٰہی! ہمیں صرف اپنی اطاعت کی آزمائش میں ڈالنا'' 502

⊙ 366- ایک شخص کا اپنی تصدیق کے لیے دوسرے سے "في ذمتي" (یہ میرے ذمے رہا) کہنے کا حکم 503

⊙ 367- کسی چیز کے متعلق یوں کہنا: ''کاش! ایسا نہ ہوتا، یا کاش! ایسا ہو جاتا'' 503

Marfat.com

دوسری قسم: بعض معاصر فرقے اور ان کے عقائد

⊙ 368- حدیث نبوی ((سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي)) میں امت سے مراد 507

⊙ 369- فرقہ ناجیہ کی صفات 508

⊙ 370- فرقہ واریت کی مذمت 508

⊙ 371- مخصوص جماعت سے وابستہ ہونے کا حکم 509

⊙ 372- اسلامی جماعتوں میں حق کے قریب کون ہے؟ 509

⊙ 373- جماعتوں کا اختلاف 510

⊙ 374- جماعتوں کا اختلاف تنوع کا اختلاف ہے؟ 510

⊙ 375- اسلامی نظریات کی حامل جماعتوں کے قیام کے متعلق دین کی رائے اور غیر جانبدارانہ روش اختیار کرنے والے مسلمان کا موقف 511

⊙ 376- خدمتِ اسلام کی غرض سے مشکوک جماعتوں کی طرف منسوب ہونے کا حکم 513

⊙ 377- اسلامی جماعتوں کی ''علمانیہ'' اور ''شیوعیہ'' جماعتوں سے حلف برداری 515

❀ خوارج 516

⊙ 378- خوارج کی تعریف 516

⊙ 379- کیا خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مددگار تھے؟ 516

⊙ 380- خوارج سلف صالحین میں سے نہیں تھے 517

⊙ 381- خوارج کی بدعت کا سبب 518

Marfat.com

⊙ 382- خوارج کے مذہب کی بنیاد 519
⊙ 383- خوارج کے متعلق حدیث: "تحقرون صلاتکم إلی صلاتھم"
کا سبب ورود 520
⊙ 384- نبی کریم ﷺ کا خوارج کی بکثرت نماز وعبادت بیان کرنا .. 521
⊙ 385- خوارج کے متعلق سلف کا موقف 522
⊙ 386- وہ لوگ جو آخری زمانے میں اسلام سے نکل جائیں گے ... 523
⊙ 387- مرتکب کبیرہ کی تکفیر پر خوارج کا درج ذیل آیت سے استدلال
اور اس کا رد ﴿ وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا﴾ .. 525
⊙ 388- اس شخص کی تکفیر میں توقف کا حکم جس نے جہالت کی بنا پر کوئی
کفریہ کام کیا 529
⊙ 389- گنہگار ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا 531
⊙ 390- خوارج کا وعید کے متعلق مذہب 533
⊙ 391- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق خوارج کا مذہب 534
⊙ 392- فرقہ إباضیہ کی تعریف 534
⊙ 393- بعض إباضی فرقے 535
❀ معتزلہ 536
⊙ 394- معتزلہ کی تعریف 536
⊙ 395- معتزلہ کو امت کے مجوس کہنے کی وجہ 536
⊙ 396- معتزلہ کا عقیدہ 536
⊙ 397- معتزلہ کے پانچ اصول 537

Marfat.com

⊙ 398- بندوں کے خالق افعال ہونے کے متعلق معتزلہ کا مذہب ... 538
⊙ 399- اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق معتزلہ کا مذہب.............. 538
⊙ 400- معتزلہ کی ''عدل'' سے مراد 539
⊙ 401- منزلہ بین منزلتین سے ان کی مراد....................... 540
⊙ 402- معتزلہ کی دلیل اور اس کا جواب 540
⊙ 403- اللہ تعالیٰ پر واجب قرار دینے کے متعلق معتزلہ کا مذہب..... 541
⊙ 404- اللہ تعالیٰ کے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنے کے متعلق آیت کی معتزلی تحریف........................... 542
⊙ 405- معتزلہ کا آخرت میں ترازو کا انکار اور اہل سنت کی ان پر نکیر 544
⊙ 406- جنت اور جہنم کے متعلق معتزلہ کا قول.................. 550
⊙ 407- معتزلہ کے اس قول کی تردید.......................... 550
⊙ 408- جادو کے متعلق معتزلہ کا موقف 552
⊙ 409- انسان پر جناتی اثرات کے متعلق معتزلہ کا موقف.......... 552
❀ اشاعرہ 555
⊙ 410- اشاعرہ کی تعریف 555
⊙ 411- اشاعرہ کا مذہب کلابیہ سے متاثر ہونا...................... 555
⊙ 412- اشاعرہ کی اہل سنت کی طرف نسبت کا حکم..................... 555
⊙ 413- اشاعرہ امام ابوالحسن اشعری کے پیروکار نہیں ہیں 556
⊙ 414- بعض اشعری علماء کے متعلق امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول..... 557
⊙ 415- اشعری توحید پر مرنا.......................... 559

Marfat.com

⊙ 416- کتاب "الإبانة عن أصول الديانة" کی امام اشعری کی طرف نسبت 559
⊙ 417- صفات کے مسئلے میں تکییف اور تمثیل میں فرق.............. 560
⊙ 418- ایمان کے متعلق اشاعرہ کا مذہب.............. 560
⊙ 419- صفات میں اشاعرہ کا مذہب.............. 561
⊙ 420- اشاعرہ کے نزدیک سلبی صفات.............. 561
⊙ 421- اشاعرہ کے نزدیک صفاتِ معنویہ اور نفسیہ.............. 561
⊙ 422- اشاعرہ کے نزدیک صفاتِ معانی.............. 562
⊙ 423- اشاعرہ کے نزدیک صفاتِ ثبوتیہ صرف سات ہی کیوں ہیں؟.... 562
⊙ 424- اشاعرہ کے مذہب کی تردید.............. 563
⊙ 425- کلام الٰہی کے متعلق اشاعرہ کا مذہب.............. 567
⊙ 426- اشاعرہ کے اس عقیدے کی تردید.............. 568
⊙ 427- اشاعرہ کے اس قول کی تردید کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے...... 572
⊙ 428- استواء اور استیلاء کی تفسیر میں اشاعرہ کی غلطی.............. 572
⊙ 429- اللہ تعالیٰ کے بذاتہٖ بلند ہونے کے انکار کے مسئلے میں اشاعرہ کی غلطی.............. 573
⊙ 430- اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے متعلق اشاعرہ کا مذہب.............. 574
⊙ 431- اشاعرہ کا صفتِ رحمت کا انکار.............. 575
⊙ 432- اشاعرہ کے مذکورہ بالا موقف کی تردید.............. 576
❀ ماتریدیہ.............. 577

Marfat.com

⊙ 433- تعریف 577
⊙ 434- تحسینِ عقلی اور تقبیحِ عقلی کا قضیہ 577
⊙ 435- ماتریدیہ کے متعلق اہل سنت والجماعت کا موقف 577
⊙ 436- ماتریدیہ اور عقیدے میں ان کے ہمنواؤں کے متعلق ہمارا فریضہ .. 579
❀ شیعہ 580
⊙ 437- تعریف 580
⊙ 438- اہل سنت اور شیعہ کے مابین فرق 580
⊙ 439- رافضی عوام کا حکم 581
⊙ 440- نبی کریم ﷺ پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کی وصیت کرنے کی تہمت 582
⊙ 441- شیعہ گروہ اور ان کا حکم 585
⊙ 442- شیعوں اور رافضیوں کے مابین فرق 586
⊙ 443- رافضیوں کی مجالس میں شرکت 588
⊙ 444- شیعہ فرقوں کی تفصیل 591
⊙ 445- حدیث ((لَا فَتیٰ إِلَّا عَلِيٌّ، وَلَا سَیْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَار)) ... 593
❀ زیدیہ 595
⊙ 446- تعریف 595
⊙ 447- بعض مسائل میں زیدیہ کی معتزلہ سے موافقت 595
⊙ 448- کیا امام شوکانی رحمہ اللہ زیدی تھے؟ 595
⊙ 449- زیدیہ کے بنیادی مسائل 596

Marfat.com

⊙ 450- امامت کے مسئلہ میں زیدیہ کا موقف 597
⊙ 451- مسئلہ شفاعت میں زیدیہ کی گمراہی کا سبب 597
⊙ 452- زیدی فرقے 598
❀ صوفیہ 600
⊙ 453- تصوف کا معنی 600
⊙ 454- موجودہ صوفی ازم کے متعلق اسلام کا حکم 600
⊙ 455- اوراد و اذکار 601
⊙ 456- صوفیہ کے سلسلوں کی طرف منسوب ہونے کا حکم 602
⊙ 457- صوفیہ کے متعلق اسلام کا موقف 604
⊙ 458- صوفیہ کا شرکیہ عقیدہ 605
⊙ 459- انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی بشر کے لیے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرنا ممکن ہے؟ 606
⊙ 460- صوفیہ کے رقص و غنا کا حکم 607
⊙ 461- کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے قبل قرآن مجید کا علم رکھتے تھے، جیسا کہ صوفیہ کا خیال ہے؟ 608
⊙ 462- کوئی ولی وفات پا جائے تو وہ آسمان کی طرف نہیں چڑھتا 609
⊙ 463- صوفیہ کے اس قول کی تردید کہ ذکر نماز سے افضل ہے 609
⊙ 464- شیخ کا مرید کو اجازت نامہ 612
⊙ 465- فوت شدہ ولیوں کے لیے جشن کا انعقاد 613
⊙ 466- اللہ تعالیٰ کو "یا ھو" کہہ کر پکارنا، اور مراد "اللہ" لینا 614

Marfat.com

⊙ 467- عالم بیداری میں نبی ﷺ کی رؤیت 615
⊙ 468- بریلویوں کے اعتقادات 615
⊙ 469- بریلویوں کا اعتقاد کہ نبی ﷺ کا سایہ نہیں تھا 617
⊙ 470- "أوراد الطريقة البرهامية" نامی کتاب کے مطابق عبادت کرنا.... 618
⊙ 471- طریقہ تیجانیہ کے ورد کے ساتھ عبادت کرنا 619
⊙ 472- فرقہ جعفریہ کا حکم جو سختیوں کے وقت حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو پکارتے ہیں 620
⊙ 473- رفاعی جماعتوں کا فرقہ احمدیہ 620

تیسری قسم: غیر اسلامی فرقے جو اسلام کی طرف نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں

❀ البھائیۃ 623
⊙ 474- اس گمراہ مذہب کا بانی 623
⊙ 475- بہائیت کے عقائد 623
❀ قادیانیت (مرزائیت) 625
⊙ 476- قادیانی جماعت 625
⊙ 477- مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان فرق 625
⊙ 478- غلام احمد قادیانی کے جھوٹ 626
⊙ 479- قادیانیوں کے اعتقادات 628
⊙ 480- عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قادیانی نظریہ 629
❀ بوہرہ 630

Marfat.com

⊙ 481- بوہرہ فرقے کے لیڈر کا دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ زمین پر ہے 630
⊙ 482- بوہرہ فرقے کے لیڈر کو سجدہ کرنا 630
⊙ 483- بوہرہ کی عورتوں کا اپنے بڑوں کے ہاتھ پاؤں اور اپنے
خاندان کے تمام افراد کے ہاتھ چومنا 632
⊙ 484- بوہرہ کے عالم کا دعویٰ 634
⊙ 485- اس عالم کا یہ دعویٰ کہ وہ جمیع املاک وقف کا کلی مالک ہے اور
تمام صدقات پر اس سے محاسبہ نہیں کیا جا سکتا 638
❀ الدروز 640
⊙ 486- فرقہ دروز کے بانی محمد بن اسماعیل الدروزی کا تعارف 640
⊙ 487- دروز کے بنیادی مسائل 641
⊙ 488- فرقہ دروز کے نزدیک ''قمص'' کا مطلب 644
⊙ 489- ان کے متعلق حکم 645
❀ المھدیۃ 646
⊙ 490- تعریف 646
❀ الکائیۃ 648
⊙ 491- تعریف واعتقادات 648
❀ الیزیدیۃ 650
⊙ 492- تعریف 650
❀ الخشاشون 652

Marfat.com

⊙ 493- تعریف 652

❀ الأحباش 653

⊙ 494- اس فرقہ کا ظہور 653

⊙ 495- ان کے باطل عقیدے 653

⊙ 496- ان کے فقہی شذوذ 654

چوتھی قسم؛ بعض خفیہ تنظیمیں

❀ الماسونیۃ 657

⊙ 497- ماسونیہ اور ان کے متعلق اسلام کا حکم 657

⊙ 498- ماسونیہ کے عقائد 663

⊙ 499- روتاری کی مجالس ماسونی صیہونی تنظیمیں ہیں 664

⊙ 500- لیونز کی انجمنیں اور امت اسلامیہ کے لیے خطرات 666

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

ہر مسلمان کے لیے توحیدِ باری تعالیٰ کی معرفت اور اس کے مخالف شرکیہ عقائد و نظریات کی پہچان حاصل کرنا ضروری ہے، کیونکہ ہر عمل کی قبولیت کا انحصار اسی شرعی قاعدے پر مبنی ہے کہ وہ اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ سنتِ نبویہ کے مطابق ادا کیا جائے۔

آج کے دور میں لوگوں کی کثیر تعداد اسلام کے بنیادی عقائد سے لاعلمی اور جہالت کی بنا پر طرح طرح کے شرکیہ عقائد و افکار کی حامل اور بدعات و خرافات پر عمل پیرا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے لوگوں کو صحیح اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے اور دعوت و تبلیغ میں نصیحت و موعظت کے اسلامی آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ان کی مکمل راہنمائی کی جائے، تاکہ انھیں دین کی صحیح معرفت حاصل ہو اور وہ شرکیہ عقائد اور بدعات و محدثات کی حقیقت سے آگاہ ہو سکیں۔

زیرِ نظر کتاب میں عالم اسلام کے کبار علماءِ کرام اور مفتیانِ دین کے فتاویٰ کی روشنی میں عقیدہ و منہج کے متعلق **500** سوال و جواب کو جمع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں مختلف نقطۂ نظر رکھنے والے فرقوں اور جماعتوں کے عقائد و افکار کی حقیقت اور مسلک حق اہل سنت و الحدیث کے امتیازی پہلوؤں کو بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے، تاکہ لوگوں کے

Marfat.com

لیے ہر دو طریقوں کی شناخت آسان ہو اور انھیں راہِ حق کے انتخاب میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اور کتاب کے آخر میں ایسے غیر اسلامی فرقوں کے عقائد اور نظریات کی بھی نقاب کشائی کی گئی ہے جو اسلام کی طرف نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اسی طرح کتاب کی آخری فصل میں بعض اسلام دشمن خفیہ تنظیموں کے افکار و نظریات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے برادرِ محترم فضیلۃ الشیخ مولانا محمد یاسر عرفات حفظہ اللہ اور فضیلۃ الشیخ مولانا رحمت اللہ شاکر حفظہ اللہ کو جنھوں نے اس کتاب کو اردو قالب میں ڈھالا اور اُردو داں قارئین کے لیے اس کتاب سے استفادہ آسان کیا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس کتاب کو دنیوی اور اخروی فوز و فلاح کا ضامن اور جنت میں بلندیِ درجات کا باعث بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

والسلام

ابو میمون حافظ عابد الٰہی

مدیر

مکتبہ بیت السلام، ریاض۔ لاہور

Marfat.com

مقدمہ

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی أشرف الخلق والمرسلین، وعلی آلہ وصحبہ، وسلم تسلیماً کثیراً.

یہ کبار علماء کرام کے "500 جوابات" کا ایک سلسلہ ہے جس میں مَیں نے ایک مسلمان کو زندگی میں پیش آنے والے مسائل کے جوابات جمع کیے ہیں، یہ جوابات عقیدہ ومنہج کے متعلق شرعی احکام ومسائل پر مشتمل ہیں۔

یہ جوابات اس اعتبار سے ممتاز ہیں کہ جہاں ان میں ایک طرح کی مرونت، نرمی اور لچک ہے، وہیں یہ ہر زمانے اور ہر علاقے کے تمام انسانوں کے لیے قابل عمل اور بالکل موافق ہیں، کیونکہ یہ انسانی فطرت کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں اور انسان کی تمام روحانی اور نفسیاتی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل وتسکین کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس جامعیت اور اکملیت کا راز اجتہاد کا قاعدہ ہے۔ یہ وہ حقیقی اسلامی قاعدہ ہے جس کے ذریعے سے اسلام ہر پیش آنے والی نئی مشکل اور جدید مسائل وواقعات کا حل پیش کرتا ہے۔

چنانچہ ہمارے فاضل علماءِ کرام نے واقعات اور جدید مسائل کو اسلامی شریعت کے اصول کی کسوٹی پر پیش کرنے میں بھرپور جدوجہد کی ہے تاکہ انسانی حاجات اور ضروریات کو پورا کیا جاسکے، اس مقصد کی خاطر ہم نے اس کتاب

Marfat.com

میں عقیدہ و منہج کے متعلق فتویٰ جات میں ''500 جوابات'' کا انتخاب کیا ہے اور ان کی باقاعدہ باب بندی اور تقسیم کر دی ہے تاکہ جو ان معاملات میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو جاننا چاہتا ہے اس کے لیے یہ کتاب زادِ راہ بن سکے۔

اسلوبِ تالیف:

1. عقیدہ و منہج کے متعلق احکام کے بارے میں کبار علماءِ کرام کے جدید فتاویٰ میں تقریباً 500 جوابات کا انتخاب۔
2. سوال کی عبارت کو مختصر کر کے فتویٰ کے موضوع کے متعلق عنوان بنا کر پیش کر دیا گیا ہے، البتہ جواب کی عبارت میں، سوائے چند حالات کے اور وہ بھی بقدر ضرورت، کوئی تصرف نہیں کیا گیا، ہر جواب کے آخر میں مفتی صاحب کا نام اور فتویٰ کے ماخذ کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے۔
3. عبارت کا تقابل کر کے تصحیح اور موضوعات کی ابواب بندی کر دی گئی ہے تاکہ قاری جو مسئلہ تلاش کرنا چاہے، اس تک آسانی سے پہنچ سکے۔
4. تمام قرآنی آیات کے نمبر اور سورت کا نام ذکر کر دیا گیا ہے۔
5. احادیث مبارکہ کی تخریج کر دی گئی ہے۔ وہ احادیث جو صحیح بخاری و مسلم میں ہیں ان کے صحیح ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ صحیحین کی احادیث ہیں اور جو حدیث بخاری و مسلم سے باہر ہے اس کو اس کے ماخذ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اور جن احادیث پر حکم لگائے گئے ہیں ان میں ہم نے شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے۔

Marfat.com

پہلی قسم

1. توحید ربوبیت
2. توحید اسماء وصفات
3. توحید الوہیت
4. توحید کے متعلق دیگر مسائل
5. وسیلہ
6. تبرک
7. غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا
8. غیر اللہ کے نام کی نذر ماننا
9. دم کرنا
10. غیر اللہ کی قسم
11. جادو ٹونے کا بیان
12. ریاکاری کا بیان
13. توحید کی حفاظت
14. بیماری کے متعدی ہونے اور بدشگونی کا عقیدہ رکھنا منع ہے

Marfat.com

15 تصویر کی ممانعت

16 فرشتوں پر ایمان

17 جنوں اور شیطانوں کا بیان

18 کتابوں پر ایمان

19 رسولوں پر ایمان

20 آخرت پر ایمان

21 قبر کے حالات کا بیان

22 آخرت کے حالات کا بیان

23 تقدیر کا بیان

24 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق عقائد کا بیان

25 اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور دشمنی کا بیان

26 ایمان اور کفر کا بیان

27 وہ چیزیں جن کے ارتکاب سے کفر لازم آتا ہے

28 بعض الفاظ کا بیان

Marfat.com

1- عقیدہ اور دینی معاملات میں اہل سنت کے اصول

عقیدہ اور دینی امور میں اہل سنت کا اصول کتاب اللہ اور سنتِ رسول اور آپ ﷺ کے بعد آنے والے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی مکمل اتباع ہے۔
اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران: 31]

''کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾ [النساء: 80]

''جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔''

Marfat.com

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

[الحشر: 7]

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔''

اس آیت کا اگرچہ ظاہراً تعلق مالِ غنیمت سے ہے لیکن شرعی معاملات کے ساتھ بالاولی اس کا تعلق ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

« أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ »[1]

''حمد و ثنا کے بعد: سب سے بہترین کتاب اللہ کی کتاب (قرآن مجید ہے) اور سب سے بہترین طریقہ محمد (ﷺ) کا ہے اور سب سے برے کام دین میں نئے کام ہیں اور ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔''

اس کی ایک اور دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

« عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِي، تَمَسَّكُوْا بِهَا، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ »[2]

''میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفا کی سنت پر انتہائی مضبوطی اور

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث [1578]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [4607]

Marfat.com

پختہ انداز سے عمل کرو اور دین میں نئے کام ایجاد کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت کا طریقہ اور منہج کتاب و سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کی مکمل اتباع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کا شیوہ دین کی پیروی اور تفرقہ بازی سے مکمل اجتناب ہے۔ اس معاملے میں وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو مدنظر رکھتے ہیں:

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ [الشوریٰ: 13]

"اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تیری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔"

اگرچہ اہل سنت میں کچھ اختلافات موجود ہیں، لیکن وہ اجتہاد کی بنا پر ہیں، کوئی ذاتی اختلاف نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت، مودت اور مروت بدرجہ اتم موجود ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 6)

2- دین کا کتنا علم حاصل کرنا واجب ہے؟

شریعت اور عقیدے کی رو سے دین سے متعلقہ تمام امور کو جاننا ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ دین کے متعلقہ امور

Marfat.com

کو اچھی طرح جانتا ہو۔عقیدے کے موافق و مخالف‘ عقیدہ کو مکمل کرنے اور نقصان دینے والے تمام امور سے واقف ہو، تا کہ اسے صحیح سالم عقیدہ نصیب ہو۔اور یہ بھی فرض ہے کہ وہ دین کے عملی احکام بھی جانتا ہو، تا کہ اللہ تعالی کی طرف سے عائد کردہ احکام کی ادائی صاحب بصیرت ہو کر انجام دے اور بصیرت ہی کی بنا پر اللہ تعالی کی حرام کردہ چیزوں کو ترک کرے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ﴾ [محمد: 19]

”پس جان لے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی معافی مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قول اور عمل سے پہلے علم کا تذکرہ کیا ہے، لہٰذا علم اور عمل دونوں لازم و ملزوم ہیں۔عمل کے بغیر علم کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ الٹا وبال ہے اور یہ (قیامت کے دن) انسان کے خلاف حجت اور دلیل ہوگا۔اسی طرح علم کے بغیر عمل بھی درست نہیں ہے، کیونکہ یہ جہالت ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم مغضوب علیہ اور گمراہوں کے راستے و طریقے سے ہر رکعت میں پناہ مانگیں۔(الفوزان: المنتقیٰ: 18)

3- دین اسلام کی حقیقت کیا ہے؟

دین اسلام کی حقیقت نبی اکرم ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو جواب دیتے ہوئے بیان فرمائی ہے۔جب جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے اسلام کے متعلق

Marfat.com

سوال کیا تو فرمایا:

«اَلْإِسْلَامُ: أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا»[1]

''اسلام یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے، رمضان کے روزے رکھے، اور اگر بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت ہو تو حج کرے۔''

اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، آخرت کے دن اور تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان لانا شامل ہے، جیسا کہ احسان بھی اس میں شامل ہے۔ احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے، اگر ایسا نہ ہو سکے تو یہ ضرور ہو کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے، کیونکہ لفظ اسلام ان تمام چیزوں کو شامل ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ [آل عمران: 19]

''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

اور دوسری دلیل حدیث جبریل علیہ السلام ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے اس بات کی وضاحت بھی فرمائی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے یہ سوال لوگوں کو دین سکھانے ہی کے لیے کیا تھا۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ دین اسلام اللہ تعالیٰ کے حکموں کی ظاہری اور باطنی طور پر فرمانبرداری کرنے اور منع کردہ چیزوں سے ظاہری اور باطنی طور پر رکنے کا نام ہے۔ (اللجنة الدائمة: 1988)

---

[1] صحیح مسلم [8/1]

Marfat.com

4- اصول دین سے کیا مراد ہے؟

اصول دین کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کبھی تو ایمان اور اسلام کے ارکان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی اس سے عقیدے کی بحث مراد لی جاتی ہے اور کبھی اسلام کے وہ احکام مراد ہوتے ہیں جن کا علم ہونا ہر مسلمان پر فرض ہے، جیسے زنا اور شراب کی حرمت۔ لہٰذا اصول دین ایسی اصطلاحوں کا نام ہے جو وضع کرنے والوں کے لحاظ مختلف ہوتی ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 17614)

5- مسلمانوں کی عملی زندگی میں عقیدے کے اثرات

جب انسان کا عقیدہ درست ہو تو اس کے اعمال بھی یقینی طور پر صحیح اور درست ہوتے ہیں، کیونکہ عقیدہ ایسی چیز ہے جو ایک مسلمان کی بھلائی اور نیک اعمال کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ علم اور عمل کی بنا پر دی جانے والی توحید الٰہی کی گواہی اعمالِ خیر کا ذریعہ بنتی ہے، کیونکہ یہ زبان سے الفاظ ادا کرنے کا نام ہی نہیں، بلکہ درحقیقت اپنے عقیدے اور عمل کا اظہار ہے۔ عملی اظہار کے بغیر یہ گواہی فائدہ مند ہی نہیں۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 15)

6- تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک ہی عقیدہ تھا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل سنت کا ایک ہی عقیدہ ہے۔ شروع سے ان میں عقیدے کے متعلق کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقیدہ کتاب و سنت سے لیتے ہیں، اپنی طرف سے کوئی نئی رائے ایجاد نہیں کرتے، یہی وہ سبب ہے جس کی بنا پر وہ اپنے ایک ہی عقیدہ اور منہج پر بالاتفاق قائم اور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل پیرا ہیں:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔''

عقیدے کے مسائل میں سے ایک مسئلہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق ہے جو مومنوں کو قیامت کے روز نصیب ہوگا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے جو کتاب و سنت کے متواتر دلائل سے ثابت ہے۔

رہا معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مسئلہ کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے کہ نہیں تو یہ ایک خاص مسئلہ ہے اور اس کا تعلق بھی دنیا کے ساتھ ہے، قیامت کے ساتھ نہیں۔ اس میں بھی جمہور صحابہ کا موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور یہی بات درست ہے، لیکن اس سے رؤیت قلبی مراد ہے، کیونکہ جب آپ ﷺ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ))[1] ''اللہ تعالیٰ نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟''

مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ نے آنکھوں سے دیکھنے کی نفی کی ہے اور اس کا سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ نور کا پردہ درمیان میں رکاوٹ ہے اور یہ اس لیے بھی ہے کہ صحابہ کا اتفاق ہے کہ اس دنیا میں کوئی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

((وَاعْلَمُوْا أَنَّ أَحَدًا مِّنْكُمْ لَا يَرٰى رَبَّهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ))[2]

''خوب سمجھ لو موت سے پہلے کوئی بھی اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا۔''

(اللجنة الدائمة: 71008)

---

[1] صحیح مسلم [178/291]

[2] صحیح مسلم [169/95]

Marfat.com

7- سلف صالحین سے کیا مراد ہے؟

عربی زبان میں اس کا معنی ہے گزرے ہوئے نیک لوگ۔ ہر پہلے آنے والا بعد میں آنے والے کے لحاظ سے سلف ہے، لیکن جب سلف مطلق طور پر بولا جاتا ہے تو اس سے مراد بہترین تین زمانوں کے لوگ ہیں جن کی گواہی نبی اکرم ﷺ نے دی ہے، لہٰذا سلف سے مراد صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ہیں۔ یہی سلف صالحین ہیں، ان کے بعد آنے والے جو ان کے منہج کو اختیار کریں وہ سلفی کہلاتے ہیں۔ اگرچہ ان کا زمانہ بعد میں ہے، کیونکہ سلفی سلف صالحین کے طریقے اور منہج کو اختیار کرنے والے کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَّهِيَ الْجَمَاعَةُ »[1]

''میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے، ایک کے علاوہ باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ اور وہی جماعت ہیں۔''

ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

« مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي »[2]

''جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہیں۔''

اس حدیث کی وجہ سے سلف کا خاص معنی متعین ہو جائے گا، لہٰذا صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے منہج اور طریقے پر چلنے والے ہی کو سلفی کہا جائے گا، اگرچہ وہ چودھویں صدی ہجری کا آدمی ہو۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 4/2)

---

1. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3992]
2. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2641]

Marfat.com

8- دین میں میانہ روی سے کیا مراد ہے؟

دین میں میانہ روی کا مطلب یہ ہے کہ انسان علم و عقیدے کے متعلقہ معاملات اور عملی عبادت کے متعلقہ معاملات میں غلو سے پرہیز کرتے ہوئے میانہ روی سے کام لے۔ اللہ کی اسماء و صفات کے بارے میں لوگوں کے دو گروہ ہیں جن میں سے دو گروہ افراط و تفریط کا شکار ہیں اور ایک نے میانہ روی سے کام لیا ہے۔ ایک گروہ نے اللہ تعالیٰ کو ہر نقص سے پاک ثابت کرنے کے لیے تمام ثابت شدہ اسماء و صفات کی نفی کر دی۔ دوسرے گروہ کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات مخلوق کے مشابہ ہیں، جبکہ تیسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات تو ثابت ہیں لیکن مخلوق کے مشابہ نہیں ہیں۔

ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

① اللہ تعالیٰ کی تنزیہ میں غلو کرنے والے گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو تسلیم کیا جائے گا جو عقل کے مطابق ہوں اور عقل انھیں تسلیم کرے۔ اسی اصول کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ ارادہ کو تو مانتے ہیں، لیکن صفتِ رحمت کو نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک رحمت سے مراد احسان یا ارادہ احسان ہے۔ اس غلط فہمی کی بنا پر انھوں نے اس وصف کا انکار کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے خود ثابت کیا ہے، حالانکہ وہ ایسی چیز کی نفی کر رہے ہیں جس پر عقل زیادہ راہنمائی کرتی ہے۔ عقل ہی کی بنیاد پر تو وہ صفتِ ارادہ ثابت کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کسی چیز کو خاص اور معین قرار دینا، مثلاً یہ کہا جائے کہ یہ آسمان ہے، یہ زمین ہے، یہ گھوڑا اور یہ اونٹ ہے، یہ مذکر ہے، یہ مؤنث ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے

Marfat.com

صفت ارادہ ثابت ہونے کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ چیز ایسے ہو جائے تو وہ ہو گئی۔ ہم کہتے ہیں کہ جناب! اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں کا حصول اور ناراضی کا ختم ہونا یہ صفت رحمت پر صفت ارادہ کے ثابت ہونے سے زیادہ دلالت کرتا ہے لیکن اسکے باوجود وہ ایک شبہ کی بنا پر صفت رحمت کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔

2. دوسرا گروہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کے مشابہ مانتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ...﴾ [الشوریٰ: 11] سے غافل ہیں۔

3. تیسرا گروہ وہ ہے جو میانہ روی کا قائل ہے۔ یہ اللہ کے ان تمام اسماء و صفات کو مانتے ہیں جو اللہ نے خود اپنی ذات کے لیے ثابت کیے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بیان فرمائے ہیں۔ ان کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ ان میں کوئی مشابہت نہیں ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اعلیٰ و ارفع ہے، اسی طرح اس کے اسماء و صفات بھی اعلیٰ ہیں، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [النحل: 60]

''اور اللہ کے لیے سب سے اونچی مثال ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

بدنی اعمال سے متعلقہ امور میں بھی لوگ غلو کرتے ہوئے اپنی جان پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ کئی ایسے ہیں جو انتہائی سستی کا شکار ہیں اور بہت ضروری کاموں کو ترک کر دیتے ہیں، جبکہ بہترین طریقہ میانہ روی کا ہے اور اس کے لیے قانون اور

Marfat.com

ضابطہ یہ ہے کہ جو کام شریعت کے اصول کے مطابق ہو، اس کو میانہ روی کہیں گے اور جو شریعت کے دائرے سے خارج ہو وہ یا تو زیادتی پر مبنی ہو گا یا کمی ہو گی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''عقیدہ واسطیہ'' میں پانچ ایسے اصول ذکر کیے ہیں جن میں یہ ثابت کیا ہے کہ اہل سنت ہی وہ لوگ ہیں جو بدعتیوں کے مقابلے میں راہ راست پر ہیں۔ کاش سائل ان اصولوں کی طرف رجوع کر لے، کیونکہ وہ انتہائی مفید ہیں۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5/2)

9- دنیا میں صرف ایک ہی صحیح عقیدہ کیوں نہیں؟

اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ مختلف قسم کے عقائد موجود ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ﴾

[التغابن: 2]

''وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان دار ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ [هود: 118]

''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی دین اور عقیدہ پر جمع فرما دیتا۔ لیکن:

﴿ وَ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَ لِذٰلِكَ

Marfat.com

خَلَقَهُمْ﴾ [هود: ١١٨، ١١٩]

''اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے انھیں اسی لیے پیدا کیا۔''

اگر عقیدے کا اختلاف نہ ہوتا تو جنت اور جہنم کی تخلیق بے مقصد تھی، کیونکہ جنت کے لیے جنتیوں اور جہنم کے لیے جہنمیوں کا ہونا ضروری ہے اور یہ اختلافِ عقائد کے بغیر ناممکن ہے۔

ہاں یہ بات ضروری ہے کہ صحیح اور غلط عقیدے کی پہچان کا قانون اور ضابطہ کیا ہے؟ تو اس بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ صحیح عقیدہ وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کے عقیدے کے موافق و مطابق ہو اور جو اس کے مخالف ہو وہ غلط و فاسد عقیدہ ہے۔ یہی قانون اعمال بدنیہ کے متعلق بھی ہے، لہٰذا عمل صالح اسے کہیں گے جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کے عمل کے موافق ہو، جو ایسا نہ ہو وہ عمل صالح نہیں بلکہ عمل فاسد کہلاتا ہے۔ یہی وہ اصل ہے جس کے متعلق ہمیں تحقیق کرنی چاہیے کہ کیا واقعی ہمارا عقیدہ وہی عقیدہ ہے اور کیا ہمارے اعمال نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کے اعمال کے موافق ہیں یا مخالف؟

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 8/2)

10- کامیاب گروہ اور اس کی پہچان

اہل سنت وہ جماعت ہے جسے طائفہ منصورہ کہا جاتا ہے اور یہی وہ گروہ ہے جو نجات پانے والا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو عمل اور عقیدہ دونوں میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کے طریقے پر کاربند ہیں۔

Marfat.com

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں، آخرت کے دن (قیامت) اور تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق و مالک مانتے ہیں۔ ان کا یہ ایمان ہے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، باقی سب باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جو پیارے نام اور صفات ذکر کیے ہیں اور جو نبی اکرم ﷺ نے ذکر کیے ہیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس معاملے میں کسی قسم کی تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے قائل نہیں۔ فرشتوں کے جو اوصاف قرآن و سنت میں مذکور ہیں، ان کے مطابق انھیں مانتے ہیں۔ شریعت کے ثابت شدہ اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور دین میں اپنی طرف سے بدعت ایجاد کرنے سے بچتے ہیں۔ ہر بدعت کو گمراہی خیال کرتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، کیونکہ انھیں ایسی بات ہی کا حکم ملا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ [البينة: 5]

”اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے۔“

اپنے عمل اور عقیدے میں وہ کوئی نئی بات داخل نہیں کرتے جو دین میں ثابت نہ ہو، بلکہ یہ اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت میں انتہائی مخلص لوگ ہیں، لہٰذا یہی وہ گروہ ہے جو کامیاب ہونے والا ہے۔ طائفہ منصورہ بھی یہی ہے اور اہل سنت کہلانے کے صحیح حقدار بھی یہی ہیں۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/2)

Marfat.com

11- ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ کا مفہوم

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ایسا دین ہے جو دلائل و براہین اور معجزات کے لحاظ سے کامل و اکمل ہونے کے ساتھ ساتھ بالکل واضح بھی ہے۔ اس کی بنیاد عقل اور بصیرت ہے۔ یہ فطرت کے عین مطابق اور ہدایت و رشد پر مبنی دین ہے۔ اس دین کو جو اختیار کرتا ہے وہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کا بھی سبب بنتا ہے۔

مذکورہ امور کی بنا پر کسی کو دین اسلام کی طرف مجبور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی کو مجبور تو اس چیز کی خاطر کیا جاتا ہے جو حق کے خلاف ہو اور انسان کا دل اس کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہ ہو یا اس کے دلائل مخفی ہوں، واضح اور روشن نہ ہوں، لہٰذا دین اسلام کا انکار تو انسان تکبر اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ہی کر سکتا ہے، ورنہ اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ حق (ہدایت) اور گمراہی کھل کر سامنے آ چکے ہیں، اس لیے کسی کو کوئی عذر پیش کرنے اور قبول نہ کرنے کی صورت باقی نہیں رہی۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ ''تفسیر ابن کثیر'' میں اس آیت کی تفسیر کے تحت رقمطراز ہیں:

> ''دین اسلام میں داخل ہونے کے لیے کسی کو مجبور کرنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اس کے دلائل و براہین روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ جس انسان کی اللہ تعالیٰ راہنمائی فرماتے ہیں، اسے شرح صدر اور نور بصیرت سے نوازتے ہیں تو وہ پورے یقین اور وثوق کی بنا پر دین اسلام کو اختیار کر لیتا ہے اور جن کو اللہ کی طرف سے راہنمائی نصیب نہ ہو اور اس کا دل بصیرت سے خالی ہو اور اس کی آنکھیں اور

Marfat.com

کان دیکھنے اور سننے سے عاری ہوں تو ایسے انسان کو جبراً دائرہ اسلام میں داخل کرنا کسی صورت بھی فائدہ مند نہیں ہوسکتا۔''

(اللجنة الدائمة: 221166)

12- عقیدے کے متعلق لکھی جانے والی آسان کتابیں

الحمدللہ اہل سنت والجماعت کے صحیح عقیدے کے متعلق مختصر اور مفصل انداز میں بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ سب سے مختصر اور آسان ترین کتابیں: ① ''اصول ثلاثہ''۔ ② ''کشف الشبہات''۔ ③ ''کتاب التوحید'' ہیں اور یہ تینوں کتابیں امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی تحریر کردہ ہیں۔ ''فتح المجید'' اور ''قرة عيون الموحدين'' یہ دونوں کتاب التوحید کی شرح ہیں اور یہ دونوں فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن حسن رحمہ اللہ کی تالیف کردہ ہیں۔

عقیدہ واسطیہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب عقیدے کے متعلق مختصر اور آسان ہے، اسی طرح ''شرح عقیدہ طحاویہ'' جو عز بن عبدالسلام حنفی کی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں عقیدے کے متعلق بہترین مواد موجود ہے۔ اسی طرح نجد کے علماء کے فتاویٰ اور رسائل کا مجموعہ ''الدرر السنية'' کے نام سے مطبوع ہے۔ نیز ''إغاثة اللهفان''، قصیدہ نونیہ، اور ''الصواعق المرسلة على الجهمية و المعطلة'' علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی بڑی ہی عمدہ کتابیں ہیں۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 20)

13- خبر واحد عقیدے میں حجت ہے؟

جس انسان کی یہ رائے ہے کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ

Marfat.com

خبر واحد یقین کا فائدہ نہیں دیتی اور صرف ظن و گمان پر عقیدے کی بنیاد نہیں ہو سکتی، ہمارے خیال میں اس کی یہ رائے درست نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی بنیاد ہی درست نہیں ہے۔ اس کے صحیح نہ ہونے کی کئی ایک وجوہات بھی ہیں:

① خبر واحد سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا۔ یہ بات مطلقاً درست نہیں، بلکہ بعض اخبار آحاد ایسی ہیں جو خارجی قرائن کی وجہ سے علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں اور وہ قرائن اس خبر کی صحت پر دلیل ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ»[1]

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

خبر واحد ہونے کے باوجود ہمیں پورا یقین ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی۔ یہ بات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے ثابت ہے۔

② نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی آدمی کو مختلف علاقوں کی طرف دعوتِ دین کے لیے بھیجا کرتے تھے اور اس میں عقیدہ بھی شامل ہے کہ وہ "لا إله إلا الله" کا اقرار کریں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اہل یمن کی طرف بھیجا اور اکیلے معاذ کی دعوت کو قبول کرنا اہل یمن پر فرض قرار دیا۔

③ اگر خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا تو یہ بھی ممکن ہے کہ عملی احکام بھی خبر واحد سے ثابت نہ ہوسکیں، کیونکہ عملی احکام میں بھی یہ عقیدہ شامل ہے کہ یہ کام کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور یہ کام کرنے سے ہمیں منع فرمایا ہے۔ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو شریعت کے بہت سے احکام بے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1] صحيح مسلم [1907/155]

Marfat.com

فائدہ ہو کر رہ جائیں گے اور اگر اس قول کو قبول کرنا درست نہیں تو پھر خبر آحاد سے عقیدہ ثابت نہ ہونے والا قول بھی رد کیا جا سکتا ہے، کیونکہ دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے، جیسا کہ ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

4 رسالت جیسے عظیم مسئلے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ جسے علم نہ ہو وہ اہل علم سے پوچھ لے اور یہ سوال ایک سے بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ سے بھی، حالانکہ مسئلہ رسالت عقیدے کے اہم ترین مسائل میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ﴾

[النحل: 44,43]

''اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ سو ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے۔ واضح دلائل اور کتابیں دے کر۔''

خلاصہ یہ ہے کہ جب خبر واحد کو خارجی قرائن سے تقویت حاصل ہو جائے تو وہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے اور اس سے ہر طرح کے اعمال، خواہ ان کا تعلق عمل سے ہو یا عقیدہ سے، ثابت ہوتے ہیں۔ ان میں فرق کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے اور جس کا یہ دعویٰ ہو کہ فلاں امام نے ان میں فرق کیا ہے تو اس پر یہ بات لازم آتی ہے کہ صحیح سند کے ساتھ اس امام سے ثابت کرے اور یہ بھی ثابت کرے کہ اس امام نے یہ فرق کس دلیل کی بنا پر کیا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 4)

Marfat.com

14- اسلام میں غلو کا حکم

اسلام میں غلو کا مفہوم یہ ہے کہ دینی معاملات میں انتہائی سختی اختیار کرتے ہوئے ہر بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ انسان کی تباہی اور ہلاکت کا سبب ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے جس میں آپ ﷺ نے تین بار فرمایا:

« هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ، هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ، هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ »[1]

"دین میں غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے، دین میں غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے، دین میں غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے۔"

اللہ تعالیٰ کا حق اور خالص دین تو درمیانی راہ اختیار کرنے کا نام ہے، لہٰذا غلو اور زیادہ گہرائی تک جانا اور غیر ضروری چیزوں کو اپنے اوپر لازم کر لینا تباہی و بربادی ہے، جبکہ سب سے بہترین طریقہ نبی اکرم ﷺ کا اسوہ ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 7/2)

[1] صحیح مسلم [2670/7]

Marfat.com

توحیدِ ربوبیت

15- توحیدِ ربوبیت کسے کہتے ہیں؟

توحیدِ ربوبیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی خالق و رازق ہے، زندگی موت اسی کے اختیار میں ہے اور زمین و آسمان کے نظام کو وہ اکیلا ہی چلا رہا ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے، تمام رسول اسی نے بھیجے اور کتابیں اسی نے نازل فرمائی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الأعراف: 54]

''سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 9772)

16- اہلِ توحید کون ہیں؟

اہل توحید ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو صرف اکیلے اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں اور عبادت کا طریقہ اور انداز اپنانے میں نبی اکرم ﷺ کی اتباع کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ انھیں ہی صحیح معنوں میں اہل توحید کہا جا سکتا ہے۔ ان کا نہ تو کسی جماعت، شہر اور قبیلے سے تعلق ہے اور نہ کسی خاص جنس ہی سے، لہٰذا جو انسان بھی اکیلے اللہ کی عبادت کرے اور طریقہ عبادت نبی اکرم ﷺ والا سیکھے تو وہ پکا جنتی ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/1)

Marfat.com

17- توحید کی پہچان

ایک مسلمان نے اگر توحید کو جاننا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس انداز سے کرے کہ اس میں ریاکاری کا شائبہ تک نہ ہو، خالص اللہ کی عبادت کرے۔ یہ توحید عبادت کا مسئلہ ہے جسے توحید عبودیت کہا جاتا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ بندے کا پورا اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو، اللہ کے علاوہ کسی سے مدد طلب نہ کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچازاد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

«يَا غُلَامُ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰهِ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ»

''اے لڑکے! میں آپ کو کچھ کلمات سکھائے دیتا ہوں: اللہ تعالیٰ پر بھروسا کر، وہ تیری حفاظت کرے گا اور تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا، جب مانگنے کی ضرورت پڑے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر اور اگر مدد کی ضرورت پڑے تو اسی سے مدد مانگ اور یہ بات تجھے معلوم ہونی چاہیے کہ اگر ساری امت جمع ہو کر تجھے کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق تیری قسمت میں جو لکھا ہے وہی تجھے حاصل ہو گا۔ اور اگر سارے جمع ہو کر تیرا کوئی نقصان کرنا چاہیں تو

Marfat.com

نہیں کر سکتے مگر جو اللہ تعالیٰ نے تیری قسمت میں لکھ دیا ہے۔''

انسان کو ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسے حق اور توحید پر ہمیشہ ثابت قدم رکھے۔ لوگوں کی کثیر تعداد ایسی ہے جن کے پاس توحید کی اصل تو موجود ہوتی ہے، مگر اس کے ساتھ ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے توحید میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔

اس کی معروف ترین مثال یہ ہے کہ لوگ سارے کا سارا اعتماد اسباب پر کرتے ہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی سبب مقرر فرمایا ہے۔ بیماری سے شفایاب ہونے کے اسباب مقرر فرمائے ہیں۔ اسی طرح جہالت و لاعلمی سے بچنے کے لیے اور اولاد کو پانے کے لیے اسباب متعین فرمائے ہیں۔ یہی معاملہ تمام اشیاء کا ہے، لیکن کچھ لوگ مکمل اعتماد اسباب پر کرتے ہوئے یوں خیال کرتے ہیں کہ بیمار ہونے کی صورت میں شفا ہسپتالوں اور ڈاکٹروں سے ملتی ہے۔ یہ بات تو اسے یاد ہی نہیں رہتی کہ ہسپتال اور ڈاکٹر تو صرف ذریعہ ہیں، کبھی ان سے فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں۔ اگر فائدہ حاصل ہو اور یقینی صحت نصیب ہو جائے تو یہ اللہ کا فضل و احسان ہے اور اگر فائدہ حاصل نہ ہو تو یہ عین اس کا انصاف ہے، لہٰذا ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسباب پر غور و فکر کرنے سے پہلے مسبب الاسباب کی طرف ضرور توجہ کرے۔

اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسباب ضرور اثر انداز ہوتے ہیں، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر موقوف ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جادوگروں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ وَ مَا

Marfat.com

هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [البقرة: 102]

"پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے اور وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ توحید اس بات کا نام ہے کہ انسان کا دلی تعلق اللہ رب العالمین کے ساتھ اس طرح مضبوط ہو کہ وہ اس کی رحمت کا امیدوار بھی ہو اور اس کے عذاب سے ڈرنے والا بھی ہو اور عبادت بھی خالصتاً صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کرتا ہو۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 15/1)

18- مخلوق پر سب سے پہلا حق

مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جائے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ؛ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ» [1]

"آپ اہل کتاب کے پاس جا رہے ہیں تو سب سے پہلے دعوت توحید پیش کریں، یہی وہ سب سے پہلا حق ہے جو بندوں کے ذمے ہے کہ وہ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور نبی اکرم ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دیں۔"

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1458] صحيح مسلم [19/31]

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کے اقرار ہی سے اتباعِ سنت اور اخلاص جیسی دولت نصیب ہوتی ہے، انہی کی بدولت ہر عبادت درجہ قبول تک پہنچتی ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 49)

19- اللہ تعالیٰ اکیلا ہی خالق اور عبادت کے لائق ہے

سوال ایک عیسائی سے ہماری بحث و تکرار ہوگئی تو اس گفتگو کے دوران میں اس نے یہ سوال کر دیا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے جیسا ایک اور الٰہ پیدا کرنے کی طاقت و قدرت رکھتا ہے؟ میں خاموش ہوگیا اور مجھے جواب دینے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ براہِ مہربانی ہماری راہنمائی فرمائیں کہ اس کا جواب کیا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ [المومنون: 91]

"اللہ نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی اس کے ساتھ کوئی معبود تھا، اس وقت ضرور ہر معبود، جو کچھ اس نے پیدا کیا تھا، اسے لے کر چل دیتا اور یقیناً ان میں سے بعض بعض پر چڑھائی کر دیتا۔ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دوسرے الٰہ ہونے کی صورت میں ان کی مخالفت ذکر کی ہے، لہٰذا اگر کوئی دوسرا الٰہ تصور کر لیا جائے تو اس سے مندرجہ ذیل خرابیاں لازم آتی ہیں:

Marfat.com

(1) اللہ تعالیٰ نے ﴿إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ﴾ فرما کر یہ وضاحت فرما دی کہ ہر ایک الٰہ اپنی پیدا کردہ مخلوق کو لے کر جدا اور الگ ہو جاتا اور ایک کی حکومت دوسرے سے جدا ہوتی اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑنے اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے۔ اللہ رب العٰلمین ایسی تمام کمزوریوں سے پاک ہے۔

(2) دوسری خرابی یہ ہے کہ دونوں کے درمیان ہر وقت اختلاف ہوتا، ایک دوسرے پر غالب آنے اور اس کے پاس جو کچھ ہو، چھین لینے کی فکر میں رہتا اور طاقت ور کو اپنے سے کمزور پر غلبہ پانے اور اس کی حکومت کو چھیننے کی فکر دامن گیر ہوتی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ [المومنون: 91]

''اور یقیناً ان میں سے بعض بعض پر چڑھائی کر دیتا۔''

اللہ تعالیٰ ظالموں کے اس قول سے بڑا ہی بلند و بالا ہے۔

(3) اگر ایسا ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان رہنے والی ساری مخلوق تباہ و برباد ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَٰنَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ [الأنبياء: 22]

''اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔ سو پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے، ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی الٰہ کے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ہر کوئی اپنی

Marfat.com

مرضی کے مطابق فیصلہ کرنے پر قادر ہے، اس کے نتیجے میں لڑائی جھگڑا ہی ہوگا اور زمین وآسمان کا سارا نظام تباہ و برباد ہو کر رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسے تمام عیبوں سے بالا ہے۔

لہٰذا کم علم اور معرفت نہ رکھنے والے انسان کو ایسے گمراہ لوگوں کے ساتھ بحث و مباحثہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ عدم علم کی وجہ سے انسان اعتراض کا صحیح جواب نہیں دے سکتا اور نہ اس کے سامنے جو مضبوط موقف ہے، پیش کر سکتا ہے، جس کے نتیجے میں انسان کے خود ہی شکوک وشبہات میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے اور یہی ان لوگوں کا مقصد ہے۔ (اللجنة الدائمة: 18885)

20- کیا کائنات خود بہ خود وجود میں آئی ہے؟

سوال اسلام کے متعلق ملحدین کے اعتراضات کا جواب اور ان کے اس عقیدے کا جواب کہ یہ کائنات بذات خود وجود میں آئی ہے اور مختلف تبدیلیوں کے بعد موجودہ شکل اختیار کر گئی؟

جواب اس کا جواب ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ذریعے سے دیتے ہیں جو سورت طور میں ہے:

﴿ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴾ [الطور: 35]

”یا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود) پیدا کرنے والے ہیں؟“

ایسے لوگوں سے ہمارا پہلا سوال یہ ہے کہ وہ عدم سے وجود میں آئے ہیں؟ یا وہ شروع ہی سے موجود تھے؟ یقیناً ان کا جواب یہ ہوگا کہ پہلے تو ہم نہیں

Marfat.com

تھے، ہم بعد میں پیدا ہوئے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے:

﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا﴾ [الدهر: 1]

''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟''

اگر ان کا یہ جواب ہو کہ ہم عدم سے وجود میں آئے ہیں تو ہمارا دوسرا سوال یہ ہے کہ تمھیں کس نے پیدا کیا؟ تمھارے ماں باپ تمھارے خالق ہیں یا تم خود بہ خود ہی پیدا ہوئے؟ ان کا جواب یہ ہوگا کہ ہمارے خالق ماں باپ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَ اَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [الواقعة: 58 تا 61]

''تو کیا تم نے دیکھا وہ (نطفہ) جو تم ٹپکاتے ہو؟ کیا تم اسے پیدا کرتے ہو یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم ہی نے تمھارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔ اس بات سے کہ تمھاری جگہ تمھارے جیسے اور لوگ لے آئیں اور نئے سرے سے تمھیں ایسی صورت میں پیدا کر دیں جو تم نہیں جانتے۔''

اگر وہ یہ جواب دیں کہ ہم بغیر خالق ہی کے پیدا ہوئے ہیں تو ہماری طرف سے جواب یہ ہوگا کہ یہ عقل کے خلاف ہے، کیونکہ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی

Marfat.com

موجد ہوتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یقیناً ان کا خالق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو خود قائم بالذات ہے۔ زمین و آسمان کے متعلق بھی یہی سوال ہے کہ ان کا خالق کون ہے؟ ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ زمین و آسمان اپنی اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے پانی کی شکل میں موجود تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾ [هود: 7]

''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔''

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے پانی سے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ﴾ [الأنبياء: 30]

''اور کیا جن لوگوں نے کفر کیا، یہ نہیں دیکھا کہ بے شک سارے آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے تو ہم نے انھیں پھاڑ کر الگ کیا۔''

لہٰذا ان ملحدین (بے دین) کو ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ اگر وہ اپنے موقف کو تبدیل نہ کریں اور اپنے غلط عقیدے پر قائم رہیں تو یہ تکبر ہی کا نتیجہ ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے جو فرعون اور اس کے حواریوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ﴾ [النمل: 14]

Marfat.com

''اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل ان کا اچھی طرح یقین کر چکے تھے۔''

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 8/4)

21- کیا یہ عقیدہ درست ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو بھی اختیار حاصل ہے؟

یہ عقیدہ رکھنے والا کافر ہے، کیونکہ اس نے توحید ربوبیت میں شرک کیا ہے۔ یہ تو توحید الوہیت میں شرک کرنے والے مشرکوں سے بھی بڑا مشرک ہے۔(اللجنة الدائمة: 9272)

22- اس قول کی حیثیت کہ بیت المقدس کا پتھر ہوا میں معلق ہے؟

زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی اپنی جگہ پر قائم ہے اور بیت المقدس کے پتھر یا چٹان کا بھی یہی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ أَنْ تَزُوْلَا وَ لَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ﴾ [الفاطر: 41]

''بے شک اللہ ہی آسمانوں کو اور زمین کو تھامے رکھتا ہے، اس سے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور یقیناً اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی ان دونوں کو نہیں تھامے گا۔''

ایک اور مقام پر یوں فرمایا:

﴿وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ أَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْأَرْضُ بِأَمْرِهٖ﴾ [الروم: 25]

Marfat.com

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔''

لہٰذا بیت المقدس کا پتھر چاروں طرف سے ہوا میں معلق نہیں ہے، بلکہ پہاڑ سے متصل ہے۔ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے نظام کائنات کے مطابق اپنی جگہ قائم ہونے میں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں ہوسکتا کہ وہ کائنات کی کسی چیز کو فضا میں بغیر کسی سہارے کے کھڑا کر دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ذریعے سے بنی اسرائیل پر طور پہاڑ کو فضا میں کھڑا کر دیا، جب انھوں نے موسیٰ کی شریعت کو ماننے سے انکار کیا۔ فرمان ربانی ہے:

﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْکُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرة: 63]

''اور جب ہم نے تمھارا پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا۔ پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ کَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْکُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

[الأعراف: 171]

''اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا ہے۔ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو

Marfat.com

کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بیت المقدس کا پتھر پہاڑ سے الگ اور جدا نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی متصل ہے۔ (اللجنة الدائمة: 782)

23- کیا لڑکے سے لڑکی اور لڑکی سے لڑکا بن جاتا ہے؟

ایسا کرنا مخلوق میں سے کسی کے بس کی بات ہے اور نہ ان کے اختیار میں ہے، خواہ ان کی معلومات اور علمی دعویٰ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔ یہ تو صرف اللہ وحدہ لاشریک کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾

[الشوریٰ: 50,49]

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا انھیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

اس آیت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ یہ تو میرا ہی خاصا ہے لڑکا بناؤں یا لڑکی، اور آیت کے اختتام پر اس خصوصیت کی وجہ بھی بیان کی کہ یہ کمال علم اور قدرت کا نتیجہ ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ

Marfat.com

بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی ان کی پہچان مشکل ہوتی ہے کہ لڑکی ہے یا لڑکا ہے۔ ان میں سے اکثر کا بالغ ہوتے ہی پتا چل جاتا ہے، لیکن اگر کوئی ایسی صورت پیش آ جائے کہ کوئی علامت سامنے نہ آئے تو آپریشن کے ذریعے سے راستہ کھول کر اصل حقیقت معلوم کی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں یہ کسی ڈاکٹر یا معالج کا کمال نہیں ہے کہ اس نے لڑکی سے لڑکا بنا دیا ہے، بلکہ اس نے تو مالک الملک کی طرف سے پہلے ہی طے شدہ جنس کے راستے کو کھولا ہے۔ واللہ اعلم (اللجنة الدائمة: 1542)

24- کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کسی کو اولاد اور رزق دینے کا اختیار حاصل ہے؟

جس انسان کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی اولاد دے سکتا ہے اور رزق میں کمی و زیادتی کا اختیار رکھتا ہے تو وہ عرب کے مشرکوں سے بھی بڑا مشرک ہے، کیونکہ جب مکہ کے مشرکوں سے پوچھا جاتا: بتاؤ زمین و آسمان میں رزق کون دیتا ہے؟ مردے سے زندہ اور زندے سے مردہ کو کون پیدا کرتا ہے؟ تو جواب سب کا ایک ہی ہوتا تھا کہ یہ کام تو اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے، رہی یہ بات کہ وہ بتوں کو اپنے معبود مانتے تھے تو اس کی حقیقت وہ خود ہی بیان کرتے تھے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا ذریعہ، واسطہ اور وسیلہ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْأَبْصَارَ وَ مَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

Marfat.com

الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

[یونس: 31]

''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟''

اور ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ [الزمر: 3]

''اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔''

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ﴾ [الملک: 21]

''یا وہ کون ہے جو تمھیں رزق دے، اگر وہ اپنا رزق روک لے؟''

اور یہی بات حدیث میں بھی ثابت شدہ ہے کہ کسی کو کچھ دینا اور نہ دینا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب سے

Marfat.com

مروی ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا، اس میں اس دعا کا بھی ذکر تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ» ❶

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ ساری کائنات کا مالک وہی ہے اور ہر قسم کی تعریف اسی کے لائق ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو چیز تو دینے پر آئے، اسے کوئی نہیں روک سکتا اور جو تو نہ دینا چاہے، وہ کوئی عطا نہیں کرسکتا اور تیرے سامنے کسی کو اس کی بزرگی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔''

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ کسی کو اولاد بھی عطا کرتا ہے اور اس کی دعا کی وجہ سے وسیع رزق بھی دیتا ہے، جیسا کہ سورت ابراہیم میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اسی طرح سورت مریم، انبیاء اور دیگر سورتوں میں حضرت زکریا علیہ السلام کے دعا مانگنے کا ذکر ہے جسے اللہ رب العلمین نے شرفِ قبولیت سے نوازا۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَجَلِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ» ❷

''جو یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق اور عمر میں اضافہ فرما دے تو اسے صلہ رحمی سے کام لینا چاہیے۔''

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [844] صحيح مسلم [593/137]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [2067] صحيح مسلم [2557/20]

Marfat.com

25- کیا یہ نظریہ درست ہے کہ انسان پہلے بندر تھا؟

یہ نظریہ قطعاً درست نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آدم کی تخلیق کے جتنے مراحل تھے، ان کو قرآن مجید میں مکمل طور پر ذکر فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ﴾
[آل عمران: 59]

”بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا۔“

اور اس کی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ یہ لیس دار مٹی تھی جو ہاتھوں سے چپک جاتی ہے۔ ایک مقام پر یوں فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ﴾ [المومنون: 12]

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔“

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ﴾ [الصافات: 11]

”بے شک ہم نے انھیں ایک چپکتے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔“

پھر یہ بدبودار مٹی بن گئی اور فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾
[الحجر: 26]

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے تھی۔“

پھر وہ مٹی خشک ہو کر ٹھیکری کی طرح بجنے والی بن گئی۔ فرمایا:

Marfat.com

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ [الرحمن: 14]

''اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو ٹھیکری کی طرح تھی۔''

پھر اللہ رب العلمین نے اپنی مشیت کے مطابق اس مٹی سے آدم علیہ السلام کی تصویر بنا کر اس میں روح پھونک دی اور فرمایا:

﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ﴾ [الحجر: 29,28]

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں ایک بشر ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے ہوگی۔ تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ۔''

مندرجہ بالا وہ مراحل ہیں جو آدم کی تخلیق میں گزرے ہیں اور ان کا تذکرہ قرآن نے فرمایا ہے۔ رہا معاملہ آدم کی اولاد کے ادوار کا تو اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾

[المومنون: 12 تا 14]

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔

Marfat.com

پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔"

اور رہی بات آدم علیہ السلام کی بیوی حوا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً﴾

[النساء: 1]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔" (اللجنة الدائمة: 5167)

26- انسان کے تخلیقی مراحل

سوال حمل کے مراحل مادہ منویہ سے روح پھونکنے تک اور اس کے بعد کے حالات کی تفصیل جاننا ممکن ہے؟

جواب خواہ کتنا ہی ماہر ڈاکٹر ہو اور اسے بہت زیادہ علم اور تجربہ اور مہارت حاصل ہو، چند احوال کے علاوہ مکمل طور پر وہ حمل کے حالات کو معلوم نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ سارا معاملہ اللہ علیم وخبیر کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

Marfat.com

﴿ اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَ مَا تَغِيۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَ مَا تَزۡدَادُ وَ كُلُّ شَىۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ ۝ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَ الشَّهَادَةِ الۡكَبِيۡرُ الۡمُتَعَالِ﴾ [الرعد: 9,8]

''اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ اٹھائے ہوئے ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اس کے ہاں ایک اندازے سے ہے۔ وہ غیب اور حاضر کو جاننے والا، بہت بڑا، نہایت بلند ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ وَ يَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ﴾ [لقمان: 34]

''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے۔''

(اللجنة الدائمة: 612)

27- زمین و آسمان اور ان کی مخلوقات کتنے دنوں میں پیدا ہوئے؟

صحیح اور ثابت شدہ دلائل سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا مکمل سلسلہ چھ دنوں میں بنایا ہے، جیسا کہ اس بات کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کی ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ﴾ [الأعراف: 54]

''بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن

Marfat.com

میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔"

اور فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ [السجدة: 40]

"اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ﴾ [ق: 38]

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا۔"

اس طرح کی آیات قرآن مجید میں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ان چھ دنوں کی تفصیل یہ ہے: اتوار، سوموار، منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ۔ ہفتہ کے دن کوئی چیز پیدا نہیں کی، کیونکہ یہ ساتواں دن ہے، اسی مناسبت سے اسے یوم السبت کہتے ہیں جس کا معنی جدا کرنا اور الگ کرنا ہوتا ہے۔ صحیح احادیث سے بھی یہی ثابت ہے کہ زمین و آسمان اور اس کی تمام مخلوقات چھ دنوں میں وجود میں آئی ہیں، مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

« خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ یَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ الْجِبَالَ یَوْمَ الْأَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ فِیْهَا یَوْمَ الْإِثْنَیْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ یَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّوْرَ یَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِیْهَا الدَّوَابَّ یَوْمَ الْخَمِیْسِ،

Marfat.com

وَخَلَقَ آدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، آخِرَ الْخَلْقِ فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ»[1]

''اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن اور پہاڑ اتوار کو، درخت سوموار کو اور مکروہ چیزیں منگل کو اور نور بدھ کو اور جانور جمعرات کو، اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد آخری گھڑی میں آخری مخلوق پیدا فرمائی۔''

امام احمد، نسائی اور مسلم نے کئی سندوں سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ اس میں مکمل دنوں کی تفصیل کا ذکر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کا خیال ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کعب الاحبار سے مروی ہے جو موقوف ہے مرفوع نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اسے مرفوع ذکر کرنا بعض راویوں کے وہم کی بنا پر ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث قرآنی آیات کے مقابلے میں پیش نہیں کی جاسکتی اور نہ صحیح احادیث کا مقابلہ کرسکتی ہے اور نہ اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آجائے تو سارے اشکال ختم ہوجاتے ہیں۔

(اللجنة الدائمة: 20164)

28- توحیدِ ربوبیت اور فضائلِ اعمال کو دعوت کا مرکز سمجھ لینا؟

صرف توحید ربوبیت کی دعوت دینا اور توحید الوہیت اور اسماء و صفات کو چھوڑ کر دعوت دینا نامکمل دعوت ہے، کیونکہ صرف توحید ربوبیت کے اقرار سے توحید الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اگر ایسی بات ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانے کے مشرکوں سے لڑائی نہ کرتے، کیونکہ توحید ربوبیت کو تو وہ بھی

[1] صحیح مسلم [2789/27]

Marfat.com

مانتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ [الزخرف: 87]

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو بلاشبہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔''

ایک اور مقام پر یوں فرمایا:

﴿ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾
[لقمان: 25]

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔''

مشرکین توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ ہی اکیلا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے باوجود وہ توحید الوہیت نہیں مانتے تھے اور کہا کرتے تھے:

﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ [ص: 5]

''کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔''

لہٰذا توحید کی تینوں اقسام کا اقرار ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

رہا فضائل اعمال کا مسئلہ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اعمال کے فضائل بیان کرنے سے انسان میں عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، لیکن اگر توحید ہی نہ ہو تو اعمال کی بنیاد کس چیز پر ہوگی؟ توحید تو اساس اور بنیاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی

Marfat.com

اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«وَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَّسُولُ اللَّهِ»[1]

یعنی سب سے پہلے ان کو توحید کی دعوت دینا۔ اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ توحید ربوبیت کے ساتھ توحید الوہیت بھی ضروری ہے۔ اگر ایک انسان توحید ربوبیت کو مکمل طور پر مانتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بتوں کو یا ولی کو سجدہ بھی کرتا ہے تو کیا اسے موحد کہا جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ یہ ایسا مشرک ہے جس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 14/25)

29- ﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ کا مفہوم

سوال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے:

﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

[البقرة: 30]

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔ انھوں نے کہا کیا تو اس میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور بہت سے خون بہائے گا اور ہم تیری تعریف کے ساتھ ہر عیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں اور

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1458] صحيح مسلم [19/31]

Marfat.com

تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا؟ اور اگر ایسا نہیں تو پھر فرشتوں کو کیسے علم ہوا کہ یہ زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا؟ اور خلیفہ بنانے کا کیا مطلب ہے اور خلیفہ بھی کس کا؟

جواب اس آیت کریمہ سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام ہی کو انسان بنا کر اس سے پہلے زمین میں جو مخلوق آباد تھی، اس کا خلیفہ مقرر فرما دیا۔ اور یہ مخلوق زمین میں فساد کرتی تھی۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے یا دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والے علم کی بنا پر فرشتوں نے کہا کہ یہ بھی زمین پر فساد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور اس خلیفہ کا کام یہ ہوگا کہ زمین میں شریعت، دین، توحید کی دعوت، اخلاص اور اللہ تعالیٰ پر ایمان جیسی چیزوں کو پھیلائے گا اور اسے عام کرے گا اور یہی کام اس کی اولاد کرتی رہے گی۔ اس کی اولاد میں انبیاء، رسول، انتہائی نیک علماء اور خالصتاً اللہ کی عبادت کرنے والے لوگ ہوں گے جس کے نتیجے میں ایک اللہ کی عبادت، شریعت کا نفاذ اور اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے کام انجام پائیں گے۔

لہٰذا انبیاء، رسول، نیک علماء اور مخلصین کی کوشش اور محنتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ حکمت پوری ہوئی اور دین اسلام کو غلبہ نصیب ہوا تو بعد میں فرشتوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ آدم کو پیدا کرنا محض فساد نہیں بلکہ اس میں بہت خیر ہے۔ آدم سے پہلے اس دنیا میں جن آباد تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آدم سے پہلے جو بھی مخلوق آباد تھی، اللہ تعالیٰ نے آدم

Marfat.com

کو اس کے بعد آباد کیا۔ اس مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور ہمارے پاس کوئی ایسی پختہ اور قطعی دلیل نہیں جس کے ذریعے سے اس مخلوق کی تعیین اور اس کی صفات بیان کرسکیں اور یہ بتا سکیں کہ وہ زمین میں کیا کام کرتے تھے، لیکن آدم علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کرنے سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ کوئی مخلوق آباد ضرور تھی، لہٰذا آدم کو اظہار حق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی شریعت کو بیان کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کے قرب کا ذریعہ بننے والی چیزوں کو بیان کرنے کے لیے مقرر فرمایا اور زمین میں ہونے والے فسادات کی روک تھام کے لیے پیدا فرمایا۔ آدم علیہ السلام کی اولاد نے بھی اس فریضہ کو سرانجام دیا، زمین کو اللہ کی اطاعت، توحید اور اس کی شریعت کے مطابق فیصلوں کے ذریعے سے آباد کیا اور مخالفت کرنے والوں کو روکنے کی پوری کوشش کی اور یہ سارے کا سارا کام انبیاء و صالحین کے حصے آیا۔ (ابن باز: نور علی الدرب: 40/1)

Marfat.com

توحید اسماء و صفات

30- توحیدِ اسماء و صفات کا کیا مفہوم ہے؟

اس توحید سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ نام اور صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لیے یا رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے لیے صحیح احادیث میں ذکر فرمائے ہیں۔ یہ اسماء و صفات اللہ تعالیٰ کے لیے اس طرح ثابت ہیں کہ اس میں کسی مخلوق کے ساتھ کوئی مشابہت ہے نہ مماثلت۔ ہم بغیر کسی تاویل اور معنیٰ کی نفی کے یہ اسماء و صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 9772)

31- اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق اہل سنت والجماعت کا موقف

اہل سنت والجماعت (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرما دے) اللہ تعالیٰ کی تعظیم ساری دنیا سے زیادہ کرتے ہیں اور پوری کائنات میں کتاب و سنت کے دلائل کا احترام بھی سب سے زیادہ کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہونے والے اسماء و صفات سے تجاوز نہیں کرتے اور ان صفات کو مانتے

Marfat.com

ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کی ہیں، اگرچہ عقل اسے تسلیم نہ کرے۔ اسی طرح جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق نفی فرما دی ہے اس کی نفی کرتے ہیں، اگرچہ عقل اس کے ثابت ہونے کا تقاضا کرتی ہو۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل و ابد ہی سے ہر چیز سے بلند ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ آسمان سے بھی اوپر اور تمام مخلوقات سے بھی اوپر ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّهُ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ»[1]

''رات کے تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور نزول فرماتے ہیں۔''

شیطان انسان کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے کہ علو (بلند ہونا) تو اللہ تعالیٰ کی لازمی صفت ہے تو وہ نیچے کیسے آجاتا ہے؟ ہمارا اس کے متعلق جواب یہ ہے کہ عقل اگرچہ اسے محال تسلیم کرتی ہے لیکن ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اس کو تسلیم کرلیں اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں۔ ہم اس کو تسلیم اس لیے کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرما دیا ہے اور اس لیے بھی مانتے ہیں کہ کوئی مخلوق بھی صفات میں اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں ہے۔

اسی وجہ سے تو کسی کہنے والے نے کہا ہے:

''کتاب و سنت میں ایسی چیزیں تو ہیں جو عقل کو حیران کر دیتی ہیں لیکن ایسی کوئی چیز نہیں جسے عقل تسلیم ہی نہ کرے۔''

لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کو تسلیم کریں۔ اہل

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7494] صحيح مسلم [758/186]

Marfat.com

سنت و الجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر وہ نام اور صفت جو قرآن یا حدیث میں ثابت ہے، اس کو ماننا اور اس کی تصدیق کرنا اور اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ [الفجر: 22]

''اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے۔''

شیطان انسان کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آنے کی کیا کیفیت ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ویسے ہی تشریف لائیں گے جیسے اس کے شایان شان ہے۔ کیفیت کا تو ہمیں علم نہیں لیکن آنے پر ہمارا ایمان ہے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ ہر حال میں ماننا ہے، چاہے عقل تسلیم کرے یا نہ کرے۔ وہ قومیں گمراہی کا شکار ہوگئیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے مسئلے میں عقلوں کو حاکم بنا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے ثابت شدہ اسماء و صفات کا انکار کر دیا اور قرآن اور حدیث کے دلائل میں تحریف سے کام لیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ [یونس: 3] کا معنی عرش پر غالب ہوا کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اللہ تو فرما رہے ہیں:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ [الأعراف: 54]

''بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔''

کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے پہلے اسے غلبہ حاصل نہیں تھا؟ یہ تو ایسی بات ہے جسے عام انسان بھی قبول نہیں کرتا، چہ جائیکہ ایک دین کی سمجھ رکھنے

Marfat.com

والا ایسی بات کرے۔ ہاں یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان اپنی عقل کو ان معاملات میں حاکم تسلیم کر لے جن کا تعلق وحی سے ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں گمراہی و تباہی نصیب ہوتی ہے۔ اس لیے ہم ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں جن کا خیال ہے کہ ''استویٰ'' کا معنی ''غلبہ'' ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور یہ عقیدہ بنا لیں کہ ''استویٰ'' کا معنی عرش پر مستوی ہونا ہے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے اور یہ جان لیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے سوال کریں گے کہ میرے متعلق تمھارے عقیدے کی بنیاد کتاب و سنت تھی یا تمھاری عقلیں؟ لہٰذا ہماری یہی نصیحت ہے کہ کتاب و سنت کے دلائل پر ایمان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق رکھیں۔

اسی طرح وہ لوگ بھی توبہ کریں جن کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے مخلوقات کے اوپر نہیں ہے، حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تو ان کے دل اوپر کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور ہاتھ بھی اوپر ہی کو اٹھتے ہیں، لہٰذا گمراہ کرنے والے اوہام کو ترک کر دو۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کے علو کا انکار کرو اور یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ ذات کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے تو کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ قرین قیاس ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی تنگ مکان میں ہوں؟ خبردار! ایسے لوگ اللہ سے ڈر جائیں اور اپنے اس غلط عقیدے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ان کی موت اس غلط عقیدہ پر واقع ہو اور قیامت کے دن انھیں خسارہ اٹھانا پڑے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2/7)

32- اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں فرق

اسماء سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس طرح دلالت

Marfat.com

کرے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات کمال بھی ثابت ہوں، جیسے: قادر، علیم، حکیم، سمیع اور بصیر ہے۔ یہ نام اللہ کی ذات پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات: علم، حکمت، سمع اور بصر پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ صفات سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ کامل خوبیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں، جیسے صفت علم، حکمت، سمع و بصر ہے، لہٰذا اسم دو چیزوں پر جبکہ صفت ایک چیز پر دلالت کرتی ہے۔ اسم صفت کو شامل ہوتا ہے اور صفت اسم کو لازم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت اسماء و صفات پر ایمان لانا ضروری ہے جس طرح اس کے شایانِ شان ہے اور اس بات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ کوئی مخلوق صفات میں بھی اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں، جیسا کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے ان کے مشابہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾ [الإخلاص: 1 تا 4]

”کہہ دے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ [الشوریٰ: 11]

”اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“ (اللجنة الدائمة: 11109)

33- اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعداد مقرر نہیں

اللہ تعالیٰ کے سارے نام بڑے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے

Marfat.com

حدیث میں ان کی تعداد ننانوے مروی ہے، جیسا کے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ اِسْماً مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ» [1]

''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ایسے ہیں جو انھیں یاد کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔''

ان ناموں کو شمار کرنے کا مطلب ان کے معنی ومفہوم کو سمجھنا، ان ناموں پر ایمان لانا اور ان کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ ان ناموں کی تعیین کے متعلق کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے، لہٰذا ان ناموں کو قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ کی صحیح احادیث سے لیا جائے گا، کیونکہ ان کا تعلق وحی سے ہے، لہٰذا جو نام کتاب وسنت کی صحیح دلیل سے ثابت ہوگا، اسے ہی قبول کیا جائے گا۔ (اللجنة الدائمة: 19110)

34- مشترک نام رکھنا کیسا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ایسے ہیں جو مخلوق کے لیے بھی بولے جاتے ہیں۔ ایسے نام رکھنا درست ہے، کیونکہ جب اس نام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو اس کا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہوگا، جیسا اس کے شایان شان ہے۔ مخلوق اس میں شامل نہیں ہوگی اور جب یہ نام کسی مخلوق پر بولا جائے گا تو اس کا معنی مخلوق کے لحاظ سے ہوگا، اللہ تعالیٰ کی ذات اس میں شامل نہیں ہوگی۔ مثال کے طور پر حلیم اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور ابراہیم علیہ السلام کو بھی حلیم کہا گیا ہے، حالانکہ ابراہیم کا حلیم ہونا اللہ تعالیٰ کے حلیم ہونے کے مانند نہیں ہے۔ اسی طرح رؤف اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور نبی اکرم ﷺ کو بھی رؤف کہا گیا ہے،

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7392] صحيح مسلم [2677/6]

Marfat.com

حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی رافت و رحمت اللہ تعالیٰ کی طرح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مطلق طور پر بڑا جلیل، کریم اور بڑا ہی بزرگی والا ہے اور ہر نبی بھی جلیل و کریم ہے۔ اس عظمت و بزرگی میں انبیاء بھی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہیں اور نہ ان کی بزرگی و عظمت اللہ تعالیٰ کی بزرگی کے مانند ہے۔ ہر ایک کی اپنی اپنی خاص عظمت و بزرگی ہے۔ ایک کی بزرگی دوسرے کے مانند نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خاص عظمت و بزرگی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ''حی'' (ہمیشہ زندہ) ہے اور بہت سی مخلوقات میں بھی یہ صفت پائی جاتی ہے، حالانکہ ان کی زندگی اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کا مولیٰ (مددگار) ہے، جبریل اور نیک مومن لوگ بھی آپ ﷺ کے معاون و مددگار ہیں، لیکن جبریل اور نیک مومنوں کی نبی اکرم ﷺ کی معاونت اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کی طرح نہیں ہے۔ کتاب و سنت میں ایسی بہت سی مثالیں ثابت ہیں، لہٰذا اس سے خالق کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ لازم نہیں آتی۔ بہت سے دلائل ایسے ہیں جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کو جو کمال حاصل ہے وہ مخلوق کو حاصل نہیں، لہٰذا اس کا دائرہ ان کی حیثیت کے لحاظ سے محدود ہے۔

کتاب و سنت کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے ساتھ یہ بات بالکل واضح طور پر سمجھ آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سارے اشکال بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا رسالہ ''تدمریہ'' دیکھیں۔ (اللجنة الدائمة: 8911)

Marfat.com

35- اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ترجمہ کرنا

اللہ تعالیٰ کے اسماء کا اپنی زبان میں ترجمہ کرنا درست ہے، جس طرح دین کو سمجھنے کے لیے قرآن و حدیث کا ترجمہ کیا جاتا ہے، لیکن ترجمہ کرنے والا صاحب بصیرت ہو، اردو عربی دونوں زبانوں کو اچھی طرح جانتا ہو، تاکہ وہ ترجمہ درست طور پر کر سکے۔ (اللجنة الدائمة: 7115)

36- صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرنے والے اور تاویل کرنے والے میں کیا فرق ہے؟

① اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار یہ ہے کہ (قرآن و سنت سے) ثابت شدہ صفات کا انکار کر دے یا کسی شبہ کے بغیر ان صفات میں تحریف کرے۔

② جو انسان حق واضح ہونے اور حق پہنچ جانے کے بعد صرف عناد اور دشمنی کی بنا پر انھیں تسلیم نہیں کرتا اور اس کے پاس انکار کی کوئی دلیل بھی نہیں تو وہ یقیناً کافر ہے، لیکن جو شخص کسی شبہ کی بنا پر تاویل کرتا ہے تو اسے خطا کار کہیں گے اور اس کا یہ عذر تسلیم کیا جائے گا اور اس کے اجتہاد کا اسے اجر بھی ملے گا (جیسا کہ مجتہد کا اجتہاد اگر درست ہو تو دوہرا ثواب ملتا ہے اور اگر درست نہ ہو تو ایک اجر ضرور ملتا ہے اور غلطی معاف ہو جاتی ہے)۔

(اللجنة الدائمة: 9272)

37- اللہ تعالیٰ کے نام پر نام رکھنا کیسا ہے؟

اس کی دو صورتیں ہیں:

Marfat.com

① اللہ تعالیٰ کا وہ نام جس پر الف لام داخل ہو یا اس نام میں جو وصف پایا جا رہا ہے وہ مقصود ہو تو ایسی صورتوں میں مخلوق کا یہ نام رکھنا درست نہیں ہے جیسا کہ العزیز، السید اور الحکیم وغیرہ کسی انسان کا نام درست نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ''ابو الحکم'' کنیت تبدیل کر کے اس صحابی کے بڑے بیٹے شریح کے نام پر اس کی کیفیت ابو شریح رکھ دی۔ اس لیے کہ لوگ اس آدمی سے فیصلے کرواتے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ» ❶

''حاکم تو صرف اللہ تعالیٰ ذات ہے اور تمام فیصلے اسی کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔''

اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کے کسی نام پر نام رکھے اور اس میں پایا جانے والا معنی بھی مراد لے تو ایسی صورت میں یہ نام رکھنا درست نہیں، کیونکہ اس میں مخلوق کی خالق کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جو درست نہیں۔

② اس کی دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے جو نام رکھنا ہے وہ الف لام کے بغیر ہو اور اس میں موجود معنی بھی مقصود نہ ہو تو ایسا نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے حکم اور حکیم ہے۔ یہ دونوں بعض صحابہ کے نام بھی ہیں، جیسا کہ ایک صحابی کا نام حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہے، جسے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ» ❷

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [4955]

❷ سنن أبي داود، رقم الحديث [3503]

Marfat.com

''جو چیز تیرے قبضے میں نہیں آپ اسے فروخت نہ کریں۔''

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نام سے وہ خاص معنی جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہے، مخلوق کے لیے استعمال نہ کیا جائے یا مراد نہ لیا جائے تو اس صورت میں ایسا نام رکھنا درست ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا ایک نام جبار ہے جو کسی کا نام رکھنا درست نہیں، اگرچہ اس میں مذکور صفت جبروت نہ ہی مقصود ہو، کیونکہ یہ ایسا نام ہے جس کا اس انسان کی ذات پر اپنا ایک خاص اثر ہے جس کی وجہ سے اس میں بلندی وتکبر آجاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو مخلوق سے بلند سمجھنے لگتا ہے، لہٰذا ایسے ناموں سے پرہیز کرنا ہی درست ہے۔ (واللہ اعلم)

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 23/7)

38- اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق بحث کرنا

اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ کے متعلق بحث میں گہرائی میں جانا درست نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کو معلوم کرنا ناممکن ہے۔ جو اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اس کا نتیجہ تباہی اور بدبختی ہوگا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر غور وفکر کرنا درست ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف: 180]

''اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 40/7)

Marfat.com

39- کیا اہل سنت بھی صفات کی تاویل کرتے ہیں؟

اہل سنت والجماعت کے متعلق اہل علم کا صحیح اور ثابت شدہ موقف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق قرآنی آیات اور احادیث میں تاویل کے قائل نہیں ہیں۔ یہ کام تو جہمیہ، معتزلہ اور اشاعرہ کا ہے جو بعض صفات میں تاویل اور انکار کرتے ہیں۔ اہل سنت کا معروف عقیدہ یہ ہے کہ وہ صفات والی آیات و احادیث میں تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات: استوا، قدم، ہاتھ، انگلی، ہنسنا، راضی ہونا اور ناراض ہونا؛ ان تمام کو اپنے حقیقی معنی میں تسلیم کرتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات اسی طرح ثابت ہیں جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔

اور بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی صفت ''ضحک'' (ہنسنے) سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت سے ارادہ محبت مراد لیتے ہیں۔ ان تاویلوں کو اہل سنت قبول نہیں کرتے، بلکہ وہ ان صفات کو حق مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک محبت اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے، اللہ تعالیٰ مخلوق سے محبت کرتے ہیں لیکن جیسے اس کی شان کے لائق ہے، یہ مخلوق کی محبت کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں رکھتی۔ اسی طرح دیگر صفات مثلاً رضا اور غضب وغیرہ ہیں جو مخلوق سے کوئی مشابہت نہیں رکھتیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات ''ضحک'' (ہنسنا) اور عرش پر مستوی ہونا

Marfat.com

ایسے ہی ثابت ہے جسے اس کی شان کے لائق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک تاویل درست نہیں۔ صفات کے متعلق آیات اور احادیث کو اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں اور ان کا ایمان ہے کہ یہ صفات برحق ہیں، لہٰذا اہل سنت کے نزدیک تفویض درست نہیں ہے۔

امام احمد مفوضہ کے متعلق فرماتے ہیں:

''جہمیہ فرقے کے سب سے برے لوگ ہیں۔''

تفویض یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ ''اس (آیت یا حدیث) کا معنی و مفہوم صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے'' یہ درست نہیں ہے، کیونکہ اسماء و صفات کے معانی اہل علم جانتے ہیں، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے:

''استوا کا معنی تو معلوم اور واضح ہے لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں۔''

اسی طرح کے اقوال امام ربیعہ بن عبدالرحمٰن اور دیگر اہل علم سے منقول ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے معنی معلوم ہیں، جیسے رضا، غضب، محبت، استوا اور ضحک (ہنسنا) ہے۔ ہر ایک صفت کا معنی دوسری سے جدا اور الگ ہے، لیکن یہ صفات مخلوق کے مشابہ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ﴾ [النحل: 74]

''پس اللہ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو۔''

ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾ [الإخلاص: 4]

''اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔''

یہی وہ حق ہے جسے اہل سنت، صحابہ وتابعین اور تبع تابعین تسلیم کرتے ہیں، لہٰذا جو ایک صفت یا زائد میں تاویل کرے وہ اہل سنت میں شامل نہیں ہے۔ (ابن باز: نورعلی الدرب: 64/1)

40- تاویل کرنے والے علماء کے متعلق اہل سنت کا موقف

جو علماءِ کرام حسن نیت، دینی خدمات اور اتباع سنت میں معروف ومشہور ہیں، ان کو جائز تاویل میں معذور سمجھا جائے گا، لیکن اس عذر کو قبول کر لینے کے باوجود اس کے اس طریقے کو سلف صالحین کے طریقے کے خلاف تصور کیا جائے گا، کیونکہ سلف کا طریقہ تو یہ ہے کہ بغیر کسی کیفیت اور مشابہت کی تفصیل کے نصوص کو ان کے ظاہری معنی ومفہوم ہی پر محمول کیا جائے گا، اس لیے کہ جس طرح قول (بات) اور قائل (بات کرنے والے) میں فرق کرنا ضروری ہے، اسی طرح فعل اور فاعل میں بھی فرق ضروری ہے۔ اگر کوئی غلط بات اجتہاد اور حسن نیت کی بنا پر نکل جائے تو ایسی بات کرنے والے کی مذمت نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کو اس کے اجتہاد کا اجر ضرور ملے گا۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ))[1]

''جب کوئی فیصلہ کرنے والا اپنے اجتہاد کی روشنی میں درست فیصلہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7352] صحيح مسلم [1716/15]

Marfat.com

کرتا ہے تو اسے دوہرا ثواب ملتا ہے اور اگر وہ اجتہاد کی بنا پر فیصلہ درست نہ کر سکے تو ایک اجر اسے مل ہی جائے گا۔''

اگر مجتہد کی اس غلطی کو مذموم گمراہی پر محمول کیا جائے جس کو اختیار کرنے والا ملامت کا حق دار ہوتا ہے تو ایسا کرنا درست نہیں۔ ایسے مجتہد کے متعلق جس کی حسن نیت، دینی خدمات اور سنت رسول ﷺ کی اتباع کرنا معروف چیز ہو، اگر اس کی غلطی سے مراد لاعلمی کی صورت میں صحیح بات کی مخالفت مراد ہو اور اس کی مذمت مقصود نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ ایسا آدمی مطلق طور پر گمراہ نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے درست بات تک پہنچنے کے لیے صحیح ذریعہ اختیار کیا ہے، لیکن نتیجے کے اعتبار سے اسے گمراہ ہی کہا جائے گا، کیونکہ یہ حق کے خلاف ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 50)

41- اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ لازم ہونے اور لازم نہ ہونے کے اعتبار سے صفات کی اقسام

اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی صفات کی تین اقسام ہیں:

پہلی قسم: ذاتی صفات۔

دوسری قسم: فعلی صفات۔

تیسری قسم: صفات ذاتیہ اور فعلیہ۔

(1) ذاتی صفات:

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ازل و ابد سے لازم ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر وقت ان صفات کے ساتھ موصوف ہے،

Marfat.com

جیسے زندگی، علم، قدرت، عزت، حکمت، عظمت، جلال، علو اور ان جیسی دیگر صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ لازم ہونے کی وجہ سے ان کو صفات ذاتیہ کہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے دونوں ہاتھوں، آنکھوں اور چہرے کا ثابت ہونا صفات خبریہ کہلاتا ہے۔

② فعلی صفات:

ان سے مراد ایسی صفات ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ لازم نہیں، اپنی نوع کے اعتبار سے اور نہ مفرد ہونے کے اعتبار سے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا اور آسمان دنیا پر تشریف لانا اور قیامت کے دن بندوں کے درمیان فیصلے کے لیے تشریف لانا۔ یہ سب صفات فعلیہ ہیں جن کا تعلق ارادے سے ہے، چاہے تو وہ کر لے اور چاہے تو وہ نہ کرے۔ یہ ایسی صفات ہیں جو اپنی نوع (قسم) اور فرد (اکیلے) ہونے کے اعتبار سے حادث (جب چاہا پیدا ہوگئیں) ہیں، لہٰذا عرش پر مستوی ہونا عرش کو پیدا کرنے کے بعد ہوا ہے اور آسمانِ دنیا پر نزول یہ آسمان کو پیدا کرنے کے بعد ہے اور قیامت کے دن فیصلے کے لیے آنا قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔

③ ذاتی اور فعلی صفات:

یہ ان صفات کا نام ہے جو نوع کے اعتبار سے تو اللہ تعالیٰ کی ازلی اور ابدی صفات ہیں، شروع ہی سے اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ موصوف ہے، لیکن جب ان کی مجموعی صورت سے الگ ہوکر انفرادی شکل میں غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ ان کا تعلق تو مشیت اور ارادے سے ہے، یہ لازم بالذات نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفت کلام ہے۔ یہ نوع کے اعتبار سے ذاتی وصف ہے، کیونکہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے کلام کرتے آئے ہیں اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ذات کے کامل ہونے کی دلیل ہے لیکن کسی معین بات کرنے کے حوالے سے یہ فعلی صفت ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کلام فرماتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 53)

42- اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد اور اس کی اقسام

الحاد کا لغوی معنی ایک طرف مائل ہونا اور جھک جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی قبیل سے ہے:

﴿ لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [النحل: 103]

”اس شخص کی زبان، جس کی طرف وہ غلط نسبت کر رہے ہیں، عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے۔“

اسی طرح قبر کو لحد کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ بھی ایک جانب ہوتی ہے۔ الحاد کی معرفت کے لیے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے متعلق صحیح عقیدے کا علم ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو اپنے حقیقی معنی پر جو ان کے شایانِ شان ہے، محمول کیا جائے، کیونکہ اشیاء کی پہچان ان کی ضد سے ہوا کرتی ہے، لہٰذا اہل سنت کے عقیدہ و اصول کے مطابق ان اسماء و صفات میں نہ تو ان کے حقیقی معنی کو تبدیل کیا جائے اور نہ اس سے خالی مانا جائے اور نہ ان میں کسی قسم کی مشابہت کا تصور کیا جائے تو اس کا نام استقامت ہے۔ جب ہمیں استقامت کا معنی سمجھ آ گیا تو اس کے الٹ چلنے کا نام الحاد کہلاتا ہے۔

Marfat.com

اہل علم نے اسماء وصفات کے متعلق الحاد کی کئی اقسام ذکر کی ہیں:

① الحاد کی پہلی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت شدہ اسماء وصفات میں سے کسی کا انکار کرنا، جیسا کہ کافر اللہ تعالیٰ کے نام ''الرحمٰن'' کے منکر تھے۔ یا نام کو تسلیم تو کرے لیکن اس کے معنی کو نہ مانے، جیسا کہ بعض بدعتی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحیم تو ہے لیکن اس میں صفت رحمت نہیں۔ وہ سمیع تو ہے لیکن اس کی صفت سمع ثابت نہیں ہے۔

② الحاد کی دوسری قسم یہ ہے کہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام رکھ لے۔ اس بات کو الحاد اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام توقیفی (نازل شدہ) ہیں۔ کوئی اپنی مرضی سے نام نہیں رکھ سکتا، کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی ذات پر جھوٹ باندھنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق پر زیادتی اور حد سے آگے بڑھنا ہے، جیسا کہ عیسائیوں نے ''اب'' (باپ) نام کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔

③ الحاد کی تیسری قسم اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ یہ نام مخلوق کی صفات پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کو الحاد اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ایسا کرنے والا یہ عقیدہ بنا لیتا ہے کہ یہ اسماء مخلوق کے مشابہ ہیں۔ ایسا کر کے وہ ان اسماء کو ان کے حقیقی معنی سے نکال دیتا ہے اور استقامت سے ہٹ جاتا ہے اور اللہ اور رسول ﷺ کے کلام کو کفر پر دلالت کرنے والے بنا دیتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینا کفر ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تکذیب ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوریٰ: 11]

Marfat.com

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا﴾ [مریم: 65]

''کیا تو اس کا کوئی ہم نام جانتا ہے؟''

امام بخاری کے استاد نعیم بن حماد الخزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی اس نے کفر کیا اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات بیان فرمائی ہیں ان میں مخلوق کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں۔''

④ الحاد کی چوتھی قسم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے مشتق نام بتوں کے لیے وضع کرنا ہے، جیسا کہ ''لات'' ایک بت کا نام ہے جو ''اللہ'' سے مشتق ہے، اسی طرح ''عزیٰ'' عزیز سے نکلا ہوا ہے اور ''منات'' یہ منان سے ہے۔ اس کو الحاد اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اس کے لیے خاص ہیں۔ ان اسماء سے ثابت معانی کو کسی مخلوق کی طرف منتقل کرنا درست نہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کا حق کسی مخلوق کو نہ دیا جائے۔ مذکورہ بالا تمام اقسام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی قسمیں ہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 68)

43- جن اشیاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے

جن اشیاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے، ان کی تین قسمیں ہیں:

① ایسی چیز جو بذات خود قائم ہے، اس سے ایسی نسبت مراد ہے جو مخلوق کی

Marfat.com

اپنے خالق کی طرف ہوتی ہے۔ کبھی یہ نسبت عام ہوتی ہے جیسے:

﴿ اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ﴾ [العنکبوت: 56]

''بے شک میری زمین وسیع ہے۔''

اور کبھی یہ نسبت اس چیز کے شرف کی وجہ سے خاص ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ [الحج: 26]

''اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع، سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر۔''

نیز فرمایا:

﴿ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا﴾ [الشمس: 13]

''اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری (کا خیال رکھو)۔''

اس قسم کا تعلق مخلوق سے ہے۔

② ایسی چیز جو کسی دوسری کے ساتھ قائم ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ رُوْحٌ مِّنْهُ﴾ [النساء: 171] ''اس کی طرف سے ایک روح ہے۔''

یہ بھی شرف والی نسبت ہے۔ اس سے مراد وہی روح ہے جو مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کا حصہ اور جز نہیں۔ یہ ایسی روح ہے جو عیسیٰ علیہ السلام میں داخل ہوئی اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جدا اور منفرد ہے، اس کا تعلق بھی مخلوق سے ہے۔

③ اس سے مراد ایک خاص صفت ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، اس کا تعلق مخلوق سے نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مخلوق نہیں ہیں

Marfat.com

جیسے "قدرت اللہ" اللہ کی قدرت۔ اس کی مثالیں قرآن مجید میں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 77)

44- اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرف مصائب کی نسبت کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کی طرف کسی مصیبت و آزمائش کی نسبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی صفت کا تقاضا ہے اور اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ظالم کو سزا دینا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضے کے عین مطابق ہے، اسی طرح قضا و قدر (تقدیر) کے ذریعے سے کسی آدمی کا نیک بخت ہونا اور بد بخت ہونا ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«لَوْ سَبَقَ الْقَضَاءَ وَالْقَدَرَ شَيْءٌ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ» [1]

"اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جا سکتی ہوتی تو عین (نظر بد) سبقت لے جاتی۔"

مگر ان مصائب و آلام کی نسبت اس انداز سے کسی صفت کی طرف کرنا درست نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ سب کچھ اسی وصف کی وجہ سے ہوا ہے، موصوف (ذات باری) کا اس میں کوئی دخل ہی نہیں، کیونکہ اصل کام تو اللہ ہی کا ہے اور وہی خالق اور پوری کائنات کا نظام چلانے والا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 78)

45- تعطیل کی اقسام

تعطیل کی دو قسمیں ہیں:

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2059]

Marfat.com

① تعطیل کی پہلی قسم جھٹلانا اور انکار کرنا ہے اور ایسا کرنا کفر ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کو نہیں مانتا تو یہ تکذیب اور انکار ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ [طٰهٰ: 5]

''وہ بے حد رحم والا عرش پر بلند ہوا۔''

جو کوئی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کسی خبر کا انکار کرے وہ کافر ہوتا ہے۔

② تعطیل کی دوسری قسم تاویل ہے اور یہ اہل علم کے درمیان محل اختلاف ہے کہ ایسا کرنے والے کو کافر کہیں گے یا نہیں۔ مثال کے طور پر ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کو تسلیم کرتا ہے، لیکن ''استوی'' کا معنی غالب آنا کرتا ہے تو اسے تاویل کہیں گے اور ایسا کرنے والے کو کافر نہیں کہیں گے۔

تعطیل کی یہ قسم تفصیل کی محتاج ہے کہ ایسا کرنے والا انسان بدعتی تو ہوتا ہے کافر نہیں، لیکن کبھی شرعی دلائل کی روشنی میں کافر بھی ہوتا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 86)

46- اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے انکار کا حکم

اس انکار کی دو قسمیں ہیں:

① پہلی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کسی اسم یا وصف کا انکار کرنا ایسا کفر ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ مثال کے طور پر کوئی آدمی اگر اللہ کے ہاتھ کا انکار کرے تو وہ بالاتفاق کافر ہے، کیونکہ اللہ اور اس کے

Marfat.com

رسول کی بتائی ہوئی خبر کا انکار کرنا کفر ہے۔

② دوسری قسم یہ ہے کہ صفت کو تسلیم تو کرے لیکن اس کی تاویل کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

① اس کی پہلی صورت یہ ہے کہ عربی زبان میں اس معنی کی تاویل کی گنجائش ہو تو ایسا کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ عربی زبان میں اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو تو ایسا کرنے والا کافر کہلائے گا، کیونکہ ایسا کرنا تکذیب ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی ید (ہاتھ) حقیقی معنی میں یا نعمت و احسان اور قوت کے معنی میں تسلیم ہی نہیں کرتا تو ایسا کرنے والا کافر ہے، کیونکہ اس نے مکمل نفی کی ہے، اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ [المائدة: 64]

''بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔''

سے زمین و آسمان مراد لے تو کافر ہے، کیونکہ عربی زبان میں اس کی گنجائش ہے اور نہ حقیقت شرعیہ ہی اس کی اجازت دیتی ہے، لہٰذا ایسا کرنے والا کافر و منکر ہے، لیکن اگر لفظ ''ید'' سے نعمت و طاقت مراد لے تو کافر نہیں کیونکہ عربی زبان میں یہ لفظ نعمت و احسان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسا کے شاعر کا قول ہے:

وَعَمَّ لِظَلَامِ اللَّيْلِ عِنْدَكَ مِنْ يَدِ
تُحَدِّثُ أَنَّ الْمَانُوِيَةَ تَكْذِبُ

''اندھیری راتوں کے بے شمار تیرے اوپر انعامات ہیں جو یہ بتلا

Marfat.com

رہیں ہیں کہ مانویہ (فرقہ) کذب بیانی کرتا ہے۔''

یہاں ''ید'' سے مراد نعمت واحسان ہے کیونکہ مانویہ (فرقے) کے نزدیک اندھیرے میں کوئی خیر نہیں، یہ سراپا شر ہی شر ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 87)

47- اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مانند ماننے والے کا کیا حکم ہے؟

جس انسان کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات انسان کی صفات کی طرح ہیں تو ایسا انسان گمراہ ہے، کیونکہ قرآن مجید میں یہ صراحت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کے مشابہ نہیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

یہ ایک طے شدہ اصول ہے کہ ظاہراً کسی نام کے کسی صفت کے ساتھ مشابہت ہونے سے حقیقی طور پر دونوں کا ایک طرح ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھیے انسان کا بھی چہرہ ہے اور اونٹ کا بھی۔ نام تو دونوں کا ایک ہی ہے لیکن حقیقت دونوں کی الگ الگ ہے۔ اونٹ کے بھی ہاتھ ہیں اور چیونٹی کے بھی ہاتھ ہیں۔ کیا دونوں کی آپس میں کوئی مماثلت ہے؟

جب اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں تو پھر آپ ایسا کیوں نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ تو ہے لیکن مخلوق کے مشابہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تو ہے لیکن

Marfat.com

مخلوق کے مشابہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾ [الزمر: 67]

''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔''

اور فرمایا:

﴿ يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ﴾ [الأنبياء: 104]

جس دن ہم آسمان کو کاتب کے کتابوں کو لپیٹنے کی طرح لپیٹ دیں گے۔''

کیا کسی مخلوق کا ہاتھ اس طرح ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ خالق کی مخلوق کے ساتھ کوئی مشابہت ذات میں ہے اور نہ صفات میں جیسا کہ فرمان ربانی ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

لہٰذا کسی صورت میں بھی یہ کہنا جائز نہیں کہ خالق کی صفات مخلوق کی صفات کے مانند ہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 88)

48- لفظ تمثیل استعمال کرنا درست ہے یا تشبیہ؟

تشبیہ کے بجائے لفظ تمثیل استعمال کرنا تین وجوہات کی بنا پر زیادہ درست ہے:

Marfat.com

① پہلی وجہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں تمثیل کی نفی تو موجود ہے تشبیہ کی نہیں، لہٰذا قرآن کی اصطلاح انسانی اصطلاح سے زیادہ مقدم ہے۔ فرمان ربانی ہے:
﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشوریٰ: 11] ”اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔“

② دوسری وجہ یہ ہے کہ تشبیہ کی مطلق طور پر نفی کرنا درست نہیں، کیونکہ ہر دو چیزوں میں قدر مشترک پائی جاتی ہے، اگرچہ وہ حقیقت میں جدا جدا ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے اور انسان کا بھی وجود۔ اللہ تعالیٰ بھی زندہ ہے اور انسان بھی زندہ۔ ان میں معنی کے لحاظ سے اشتراک موجود ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خالق کی صفات مخلوق کی طرح نہیں اور خالق کی زندگی مخلوق کی طرح نہیں ہے۔ مخلوق کی زندگی میں نقص ہے، وہ عدم سے وجود میں آتی ہے اور اس نے ختم بھی ہونا ہے اور پھر اس میں ذاتی طور پر بھی نقص ہے۔ کبھی وہ تندرست، کبھی بیمار کبھی پریشان تو کبھی خوش۔ یہ زندگی ہر لحاظ سے ناقص ہے۔ دیکھنے سننے جاننے اور قوت میں نقص موجود ہے، جبکہ اس کے برعکس اللہ رب العلمین کی تمام صفات ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہیں۔

③ تیسری وجہ یہ ہے کہ معطلہ (جو صفات کے منکر ہیں) صفات ماننے والوں کو مشبہہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جب آپ یہ کہیں گے: ”من غیر تشبيه“ (تشبیہ کے بغیر) تو یہ لوگ سمجھیں گے کہ صفت کا انکار ہے۔ اسی وجہ سے ہم تمثیل سے تعبیر کرنے کو تشبیہ پر ترجیح دیتے ہیں۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 90)

49- اللہ تعالیٰ کے ”وجود“ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ”وجود“ دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم شدہ ہے اور یہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی صفت ہے جو تمام مسلمانوں کے ہاں ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اسے تمام اہل عقل تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مشرکین بھی اس کو مانتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کرتے۔ اس کا انکار تو کوئی ملحد (بے دین) ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت وجود کو ماننے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وجود میں لانے والی کوئی ہستی بھی ہوگی، کیونکہ وجود کی دو قسمیں ہیں:

① وجود ذاتی:

یہ ایسے وجود کو کہتے ہیں جو بذات خود ثابت ہو، کسی دوسرے سے حاصل نہ کیا گیا ہو اور یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا وجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وجود ازل سے ہے اور کبھی ختم نہیں ہوگا، جیسا کہ فرمان ہے:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ [الحدید: 3]

''وہی سب سے پہلے ہے اور سب سے پیچھے ہے اور ظاہر ہے اور چھپا ہوا ہے۔''

② وجود حادث:

اس سے مراد ایسا وجود ہے جو عدم کے بعد وجود میں آیا ہو۔ اس کے پیدا کرنے والے کا ہونا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [الزمر: 63,62]

''اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں۔''

Marfat.com

اور فرمایا:

﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ [الطور: 36,35]

''یا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟''

اس معنی کے لحاظ سے کہا جائے گا اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی خبر دی جائے گی۔ (اللجنة الدائمة: 6245)

50- ارادہ و مشیت

یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ کوئی بھی عبادت ارادہ و نیت کے بغیر نہیں ہوتی۔ اگر ارادے کا وجود ہی نہ ہوتا تو کوئی بھی عبادت گزار عبادت کرنے کی طاقت نہ رکھتا۔ اسی طرح گناہ بھی ارادتاً ہی کیا جاتا ہے اور اگر قوت ارادہ نہ ہوتی تو کوئی بھی نافرمانی پر قادر نہ ہوتا۔ یہی وہ ارداہ ہے جس کی بنا پر عابد کو اس کی عبادت کا صلہ اور نافرمان کو اس کی نافرمانی کی سزا ملتی ہے۔ اللہ رب العٰلمین تو کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے۔ اس مسئلے میں اصل قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام معاملات میں خود مختار ہیں، وہ جیسے چاہے ویسے کرے، اسے کوئی پوچھ ہی نہیں سکتا، ہاں وہ ہر ایک سے ضرور پوچھے گا۔ خالق بھی وہی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔ اُس نے بندے میں قوت ارادی و مشیت رکھی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ

Marfat.com

يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [التکویر: 29,28]

''اس کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ سیدھا چلے۔ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بھلائی کے راستے کو واضح کر کے اس کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا، برائی کے راستے کو واضح کر کے اس سے بچنے کا حکم جاری کر دیا اور انسان میں ایسی قوت رکھ دی جس کے ذریعے سے یہ اچھائی و برائی میں تمیز کر سکے اور اچھائی کو اپنا لے اور برائی سے بچ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ [الدھر: 3]

''بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔''

اور فرمایا:

﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ [البلد: 10]

''اور ہم نے اسے دو واضح راستے دکھا دیے۔''

بندے کو جو بھلائی نصیب ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اس کے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ﴾ [النساء: 79]

''جو کوئی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو کوئی برائی تجھے پہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے ہے۔''

Marfat.com

جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ بندے کو اس کی عبادت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اجر ملتا ہے وہ اس کے ارادے اور اختیار کی وجہ سے ہے اور اس کی نافرمانی پر اللہ تعالیٰ سے جو عذاب و سزا ملتی ہے اس کا سبب گناہ کا ارتکاب ہے۔ خیر و شر دونوں بندے کے ارادے سے واقع ہوتے ہیں، اسی بنا پر جزا و سزا مقرر ہوتی ہے اور یہ عین انصاف ہے جو سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور تقدیر کے عین مطابق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾

[النساء: 78]

”تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔ اور اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انھیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے۔ کہہ دے سب اللہ کی طرف سے ہے۔“

(اللجنة الدائمة: 4476)

51- ارادے کی اقسام

ارادہ دو قسم کا ہوتا ہے: ① ارادہ کونیہ۔ ② ارادہ شرعیہ۔

جس ارادے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہو، اسے ”ارادہ کونیہ“ کہتے ہیں اور جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت و رضا ہو، اسے ”ارادہ شرعیہ“ کہتے ہیں۔

ارادہ شرعیہ کی مثال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

﴿ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ﴾ [النساء: 27]

''اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے۔''

اس آیت مبارکہ میں ﴿يُرِيْدُ﴾ کا معنی محبت کرنا ہے۔ یہاں مشیت مراد نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو سارے انسان ہدایت یافتہ ہوتے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، بہت سے انسان کفر پر قائم ہیں۔

رہا یہ مسئلہ کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند کریں تو وہ ضرور ہی وجود میں آئے گی؟ ایسی چیز کا وجود میں آنا اللہ تعالیٰ کی حکمت پر مبنی ہے، کبھی وہ چیز وجود میں آجاتی ہے اور کبھی حکمت کے تحت واقع نہیں ہوتی۔

ارادہ کونیہ کی مثال:

ارادہ کونیہ کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ﴾ [هود: 34]

''اگر اللہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ تمھیں گمراہ کرے۔''

اس آیت مبارکہ میں ارادہ سے مراد مشیت ہے، رضا و محبت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ گمراہی کو پسند نہیں فرماتا۔

ایک بات یہ رہ گئی کہ ارادہ کونیہ اور شرعیہ میں واقع ہونے کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ ارداہ کونیہ ہر حال میں واقع ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے وجود میں آنے کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو وہ ہر حال میں واقع ہو کر ہی رہتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [يس: 82]

''اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں

Marfat.com

ہوتا کہ اسے کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔''

ارادہ شرعیہ کبھی واقع ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ ارادہ شرعیہ کے تحت پسند کرتا ہے لیکن وہ وجود میں نہیں آتی، اس لیے کہ کبھی پسندیدہ چیز (حکمت کے تحت) وجود میں آتی ہے اور کبھی نہیں آتی۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو پسند فرماتے ہیں؟ تو اس جواب یہ ہے کہ معاصی (نافرمانیاں اور گناہ) اللہ تعالیٰ کے ارادہ کونیہ کے تحت شامل ہیں جبکہ ارداہ شرعیہ میں شامل نہیں ہیں، کیونکہ ارادہ شرعیہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت شامل ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو پسند نہیں فرماتے۔ کائنات کا پورا نظام ارادہ کونیہ کے تحت چل رہا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 67)

52- اللہ تعالیٰ کی صفت ''ہَرْوَلَہ'' (دوڑ کر آنے) کا بیان

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ دوڑ کر آتے ہیں۔ یہ صفت ایسے ہی تسلیم کی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«إِذَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ الْعَبْدُ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِذَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَإِذَا أَتَانِي مَاشِياً أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً»

''جب انسان ایک بالشت میری طرف چلتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور جو ایک ہاتھ میری طرف بڑھائے تو میں دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھاتا ہوں اور جو کوئی میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔'' (اللجنة الدائمة: 6932)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7405] صحيح مسلم [2675/2]

Marfat.com

53- عوام الناس کو سمجھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ کی صفت عاقل اور مدبر بیان کرنے کا کیا حکم ہے؟

عوام الناس کو سمجھانے کے لیے اگر واقعتاً کسی نے ایسا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وصف عاقل اور مدبر ذکر کیا ہے تو اس نے یہ کام اچھا نہیں کیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات توقیفی ہیں۔ عاقل اور مدبر اللہ تعالیٰ نے نہ تو اپنے اسماء میں ذکر کیا ہے اور نہ بطور وصف ذکر کیا ہے اور نہ نبی اکرم ﷺ ہی نے اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کیا ہے، لیکن حسن نیت کی بنا پر ایسا کرنے والے کو کافر نہیں کہیں گے۔ عامۃ الناس کو سمجھانے کے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہے اور ہر چیز کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی عظیم حکمت کے ذریعے سے پوری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔ خالق بھی وہی ہے اور معاملات کی تدبیر بھی وہی کرتا ہے اور انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کے لیے شریعت بھی اسی کی نازل کردہ ہے۔ اس انداز سے سمجھا دینا ہی کافی ہے۔ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں اضافے کی ضرورت نہیں۔ ایسا کرنے سے فلسفیوں کے نظریہ عقول عشرہ کے ساتھ مشابہت بھی لازم آتی ہے۔

(اللجنة الدائمة: 3207)

54- اللہ تعالیٰ کی صفتِ استوا کا بیان

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے بلند ہے اور وہ اپنی شان کے مطابق اپنے عرش پر مستوی ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

Marfat.com

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ [طٰهٰ: 5]

''وہ بے حد رحم والا عرش پر بلند ہوا۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ [الشوریٰ: 4]

''اور وہی بے حد بلند، بڑی عظمت والا ہے۔''

ایک اور جگہ یوں فرمایا:

﴿ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ [الأنعام: 18]

''اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے۔''

عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمان ربانی ہے:

﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ [النساء: 158]

''بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔''

اللہ تعالیٰ آسمانوں میں بھی الٰہ ہے اور زمین میں بھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ﴾ [الزخرف: 84]

''اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔''

علم کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ [الحديد: 4]

''اور وہ تمھارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو۔''

جو اللہ تعالیٰ کو ذات کے اعتبار سے زمین میں مانتا ہے تو اس کا یہ عقیدہ

Marfat.com

کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف ہے۔ یہ عقیدہ صوفیوں کا ہے جن کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہر چیز میں داخل ہے۔ جو جہالت و لاعلمی کی بنا پر ایسا کہے، اس کو بتایا جائے گا کہ اس کا حکم کیا ہے، لیکن اس کے باوجود اگر وہ اصرار کرے یا جان بوجھ کر ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں۔

(اللجنة الدائمة: 3535)

55- ﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ﴾ کی تفسیر

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے متعلق اہل سنت کے دو قول ہیں:

① استویٰ کا معنی ہے: بلند ہونا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس معنی کو ترجیح دی ہے۔ تفسیر ابن جریر میں اس کے متعلق سارا اختلاف نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ﴾ [البقرة: 29]

"پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔"

کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور ان پر بلند ہوا۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے مفسرین کا قول نقل کیا ہے، جس میں انھوں نے "استوی" کے ظاہری مفہوم کا اعتبار کیا ہے اور مستوی ہونے کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑ دیا ہے۔

② اس آیت مبارکہ کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ "استوی" کا معنی مکمل ارادہ ہے۔ یہی معنی علامہ ابن کثیر نے سورت بقرہ کی تفسیر میں اور علامہ بغوی نے سورت فصلت (حم السجدہ) کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ آسمانوں کا قصد کیا، یہاں ''استوی'' کا لفظ قصد کرنے اور متوجہ ہونے کے معنی کو شامل ہے، کیونکہ اس کو ''اِلٰی'' کے ذریعے سے متعدی بنایا گیا ہے اور علامہ بغوی فرماتے ہیں:

''آسمانوں کو پیدا کرنے کا قصد فرمایا۔''

ایسا معنی مراد لینے سے کلام کو اس کے ظاہر معنی سے پھیرنا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ''استوی'' کے ساتھ ایسا حرف موجود ہے جو انتہا کی غایت کے لیے استعمال ہوتا ہے، لہٰذا استوی کا وہ معنی کیا جائے گا جو اس حرف کے موافق ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ﴾ [الدھر: 6]

''وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پییں گے۔''

اس کا معنی سیراب ہونا ہے کیونکہ ﴿يَشْرَبُ﴾ فعل کے ساتھ ''ب'' آ گئی ہے جس کی وجہ سے اس کے موافق و مناسب معنی سیراب ہونا کیا گیا ہے۔ کلام میں مناسبت پیدا کرنے کے لیے فعل میں وہ معنی تصور کر لیا جاتا ہے جو اس کے ساتھ مل کر آنے والے حرف میں ہوتا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 312/3)

56- ہنسنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« يَضْحَكُ اللّٰهُ مِنْ رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ كِلَاهُمَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ »[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2826] صحيح مسلم [1980/128]

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ دو آدمیوں پر ہنستے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں اور دونوں ہی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔''

مکمل حدیث اس طرح ہے:

« يَضْحَكُ اللّٰهُ إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ كِلَاهُمَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيَسْتَشْهِدُ »

''اللہ تعالیٰ دو آدمیوں پر ہنستے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں اور دونوں ہی جنت میں چلے جاتے ہیں۔ ایک اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاتا ہے، پھر قاتل کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتے ہیں اور وہ بھی شہید ہو جاتا ہے۔''

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی ہنسنے کی صفت کو ثابت کر رہی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے اور اس میں مخلوق کے ساتھ کوئی مشابہت بھی نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوری: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 5733)

57- ایک حدیث قدسی کا مفہوم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جب میں کسی بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جن کے ذریعے سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہو،

Marfat.com

جس کے ذریعے سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس کے ذریعے سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس کے ذریعے سے وہ چلتا ہے۔"[1]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب بندہ فرائض ادا کرنے کے ساتھ نوافل ادا کرے اور اطاعت کے کاموں میں محنت کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس پر ہمیشگی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام معاملات میں اس کا معاون بن جاتا ہے، اس کی سماعت ہر لحاظ سے محفوظ ہو جاتی ہے، وہ خیر کی بات ہی سنتا ہے اور صرف حق کو قبول کرتا ہے اور باطل اس سے دور بھاگتا ہے۔ جب وہ اپنی آنکھ یا دل سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور توفیق سے ہدایت والا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اسے حق حق نظر آتا ہے اور باطل باطل نظر آ جاتا ہے اور وہ جس چیز کو پکڑتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوت پائی جاتی ہے اور اس میں حق کی تائید ہوتی ہے۔ جب وہ چلتا ہے تو اللہ کی اطاعت، طلب علم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہری اور باطنی اعضاء کے ذریعے سے جو بھی عمل کرتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی اور تائید حاصل ہوتی ہے۔

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے میں حلول (دخول) کر جاتا ہے اور بندے اور اللہ کا ایک ہی وجود بن جاتا ہے۔ اس حدیث کے آخری الفاظ بھی یہی بتاتے ہیں:

«وَلَئِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَ بِي لَأُعِيذَنَّهُ»

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2502]

Marfat.com

''اگر بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دوں گا۔''

اور بعض روایات میں تو یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

«فَبِي يَسْمَعُ وَبِي يُبْصِرُ»

''وہ میری توفیق ہی سے سنتا اور دیکھتا ہے۔''

حدیث کے یہ آخری الفاظ پہلے حصے کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس سے مقصود کیا ہے۔ پھر اس میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ سائل اور ہے اور جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ اور ہے، اسی طرح پناہ مانگنے والا اور پناہ دینے والا دونوں الگ الگ ہیں۔

یہ حدیث ایک اور حدیث قدسی سے ملتی جلتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

«عَبْدِي مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي»[1]

''میرے بندے! میں بیمار ہو گیا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی؟''

یہ لمبی حدیث ہے۔ دونوں حدیثوں میں آخری حصہ پہلے حصے کے مفہوم کو واضح کرتا ہے، لیکن خواہشات کے پجاری متشابہ کے درپے ہوتے ہیں اور محکم اور واضح کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرتے ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 4715)

58- حنان، منان اور محسن اللہ تعالیٰ کے ناموں میں شامل ہیں؟

حنان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں شامل نہیں ہے جبکہ منان اور محسن اللہ تعالیٰ

[1] صحیح مسلم [2569/43]

Marfat.com

کے ناموں میں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ عبدالمنان اور عبدالمحسن نام رکھتے ہیں اور علماء اس کا علم ہونے کے باوجود ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 40/7)

59- کیا "حفی" اللہ تعالیٰ کا نام ہے؟

یہ لفظ قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴾ [مریم: 47]

"بے شک وہ ہمیشہ سے مجھ پر بہت مہربان ہے۔"

میرے علم کے مطابق یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں مطلق طور پر استعمال نہیں ہوا، بلکہ مقید استعمال ہوا ہے، لہٰذا "یَا حَفِي اِحْتَفِ بِي" کے بجائے یوں کہنا چاہیے: "یَا رَحِیْم اِرْحَمْنِي" (اے اللہ تو رحیم ہے میرے اوپر رحم فرما) اور اگر کسی گناہ کی معافی مانگنا مقصود ہو تو یوں کہے: "یَاغَفُوْرُ اِغْفِرْلِي" (اے اللہ تو گناہوں کو معاف کرنے والا ہے مجھے بھی معاف فرما) یا اس طرح کے اور الفاظ سے دعا کرے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 20/7)

60- ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ﴾ کا مفہوم کیا ہے؟

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہی صفات ذکر کی جائیں جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائی ہیں یا جو نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔ ان میں کسی قسم کی تحریف کی کوئی گنجائش نہیں اور انھیں ظاہری معنی پر محمول کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے اور جو صفات اس کے لائق ہیں وہی بیان کی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

بات سچی ہے اور اس کا کلام سب سے فصیح اور واضح بھی ہے۔ اس سے مقصود تو لوگوں کی ہدایت و راہنمائی ہے اور نبی اکرم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کو باقی لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ کا کلام تمام مخلوق سے سچا بھی اور واضح بھی اور آپ کا مقصد لوگوں کو گمراہی سے بچانا اور راہ راست کی طرف لانا ہے۔ جب کسی کلام میں چار چیزیں: علم، صدق، فصاحت اور ارادہ خیر موجود ہوں تو وہ اپنے معنی و مفہوم پر دلالت کرنے میں انتہا کو پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اس کو ظاہری معنی سے کسی اور معنی کی طرف پھیرنا درست نہیں ہوتا۔

اسی قاعدے کی بنا پر ہمارا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو اپنے ظاہری مفہوم پر ہی رکھا جائے۔ مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کا کردار ذکر فرما رہے ہیں:

﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ﴾ [النساء: 142]

"اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے۔"

اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ جو یہ دھوکا اور مکر و فریب سے کام لے رہے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر، جو ان کے خلاف کرنے والا ہے، اس سے کہیں کم و تھوڑا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ [الأنفال: 30]

"اور وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔"

"خداع" یہ اللہ تعالیٰ کا مطلق وصف نہیں ہے۔ یہ تو دھوکا دینے والوں کے مقابلے میں بولا جاتا ہے تاکہ ان پر یہ واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ان سے

Marfat.com

زیادہ طاقت وقدرت رکھنے والا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی قوت اور مدمقابل کی کمزوری واضح ہوتی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی قسم کا کوئی نقص اور عیب ثابت نہیں ہوتا۔

یہی معاملہ لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ ایک آدمی دوسرے کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے اور دوسرا اس سے زیادہ قوی اور طاقت ور ہوتا ہے جو اس کے دھوکے سے محفوظ رہتا ہے۔ لوگوں کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ یہ اس سے زیادہ علم و قدرت رکھنے والا ہے۔ صفت خداع دھوکا دینے والے کے مقابلے میں ہو تو یہ صفت کمال ہے، کسی قسم کا نقص نہیں ہے۔

مشہور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عمرو بن ود کے مقابلے میں نکلے تو فرمایا: ''میں تو ایک آدمی سے مقابلے کے لیے آیا ہوں دو کے لیے نہیں'' عمرو نے سمجھا شاید کوئی دوسرا آدمی بھی ساتھ آ گیا ہے۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اتنے میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ ایسا دھوکا ہے جو شریعت میں جائز اور درست ہے، کیونکہ لڑائی میں دھوکا جائز ہے۔ عمرو بن ود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہتا تھا، لہٰذا دھوکا کی یہ صورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے دشمن کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہونے کی دلیل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خداع، مذاق، مکر اور کید جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے صفات بیان کی ہیں، یہ تو صرف ایسا کرنے والوں کے مقابلے ہی میں استعمال ہوتی ہیں۔ اسی لیے ہم اس مسئلے کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ خیانت خداع کی طرح نہیں ہے، لہٰذا یہ کہنا درست نہیں: ''جو اللہ تعالیٰ سے خیانت کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے خیانت کرتا ہے۔'' اس لیے اللہ تعالیٰ کی صفت ''خیانت'' ذکر

Marfat.com

کرنا درست نہیں۔ اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ إِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ﴾ [الأنفال: 71]

''اور اگر وہ تجھ سے خیانت کا ارادہ کریں تو بے شک وہ اس سے پہلے اللہ سے خیانت کر چکے ہیں، تو اس نے ان پر قابو دے دیا۔''

یہاں ''خَانَهُمْ'' (ان سے خیانت کی) کا لفظ استعمال نہیں کیا، کیونکہ یہ صفت مذمومہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لائق ہی نہیں۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 45/7)

61- «إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ» کا مفہوم کیا ہے؟

یہ حدیث نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ، فَإِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ» [1]

''جب کوئی کسی کو مارے تو چہرے پر نہ مارے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔''

ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

«عَلٰی صُوْرَةِ الرَّحْمٰنِ» [2] ''رحمان کی صورت پر پیدا کیا۔''

اس سے مخلوق کی خالق کے ساتھ تشبیہ لازم نہیں آتی۔ اہل علم کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو سمیع و بصیر پیدا کیا ہے اور اسے صفت

1. صحیح البخاري، رقم الحدیث [6227] صحیح مسلم [2612]
2. الطبراني في الکبیر [13580]

Marfat.com

کلام سے نوازا ہے۔ وہ جب چاہے کلام کرے اور یہی اوصاف ذات باری تعالیٰ میں موجود ہیں۔ وہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی اور اللہ جلّ شانہ کا چہرہ بھی ہے، لہٰذا خالق و مخلوق دونوں میں کوئی تشبیہ و تمثیل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات: سمع، بصر، ہاتھ اور قدم، اور کلام کرنے میں مخلوق سے بالکل الگ ہے۔ اللہ کی صفات اس کے شایان شان اور بندے کی اس کے مطابق ہیں، جیسے بندہ ختم ہو جائے گا تو اس کی صفات بھی ختم ہونے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہیں۔ یہ ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی ختم نہیں ہوں گی، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾ [الإخلاص: 4]

''اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔''

(ابن باز: نور علی الدرب: 66/1)

62- اللہ تعالیٰ کی صفت علو (بلندی) کا بیان

سوال کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن سے یہ پوچھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو جواب یہ دیتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے'' کیا یہ جواب درست ہے؟

جواب یہ جواب ہر لحاظ سے باطل ہے۔ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ آسمان پر ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے اسی سوال پر ایک عورت نے جواب دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے۔

اور جس نے صرف اتنا کہا کہ اللہ تعالیٰ ''موجود'' ہے تو اس نے جواب دینے سے اعراض کیا اور دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ اور جو یہ کہے: ''اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔'' اور اس سے اس کا مقصد ذات باری تعالیٰ ہو تو یہ کفر ہے، کیونکہ یہ نقلی، عقلی اور فطری دلائل کو جھٹلانا ہے۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بلند ہے اور آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 55)

63- اللہ تعالیٰ کی صفت معیت کا بیان

سوال ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اللہ تعالیٰ کا ذات کے اعتبار سے ساتھ ہونا مراد ہے یا علم اور احاطہ مراد ہے؟

جواب یہ بات تو ہم سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور عرش پر مستوی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ [الحدید: 4] ''اور وہ تمھارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو۔'' کو سن کر کوئی عقل مند آدمی اللہ تعالیٰ کو زمین پر تصور نہیں کر سکتا، پھر ایک مومن کیسے ایسا سوچ سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہونے کے باوجود عرش پر مستوی ہے۔ یہ کوئی تعجب والی بات بھی نہیں ہے، کیونکہ کئی ایسی چیزیں ہیں جو آسمانوں میں ہونے کے باوجود ہم کہتے ہیں یہ ہمارے ساتھ ہیں، جیسا کہ شیخ الاسلام کا قول ہے: ''عربوں کا مقولہ ہے کہ چاند ہمارے ساتھ چلتا رہا'' حالانکہ چاند تو آسمانوں ہی میں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہونے کے باوجود اپنی مخلوق کے ساتھ

Marfat.com

ہوتا ہے اور جو جہمیہ کی طرح اللہ تعالیٰ کو زمین پر مانتا ہے، تو وہ کافر ہے، اسے توبہ کرنی چاہیے اور اپنے رب کی صحیح تعظیم و تکریم کرنی چاہیے۔ اسے علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمانوں سے وسیع ہے، تو زمین اللہ تعالیٰ کے رہنے کی جگہ کیسے ہوسکتی ہے؟

اور حدیث شریف میں یہ بات موجود ہے:

«مَا السَّمَاوَاتُ السَّبعُ وَالْأَرُضُونَ السَّبعُ فِيُ الْكُرسِيِّ إِلَّا كَحَلْقَةٍ أُلْقِيَتُ فِيُ فَلاةٍ مِّنَ الْأَرُضِ»

''کرسی کے سامنے سات زمینوں اور آسمانوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک چھلا کھلے میدان میں پھینک دیا جائے۔''

عرش اور کرسی کے مقابلے میں ساتوں زمینوں اور آسمانوں کی حیثیت یہ ہے جبکہ عرش و کرسی دونوں مخلوق ہیں تو کیا خالق و مخلوق میں کوئی نسبت ہوسکتی ہے؟ یہ کہنا کیسے درست ہے کہ زمین اللہ تعالیٰ کو گھیرے ہوئے ہے یا اللہ تعالیٰ زمین پر موجود ہے؟ اللہ رب العلمین کے متعلق تو ایسی بات وہ ہی کہہ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عزت و تکریم سے واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز سے بلند اور عرش پر مستوی ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 61)

64- اللہ تعالیٰ کے نام ''الجبار'' کا معنی

جبار تین معانی کے لیے آتا ہے:

اول: اللہ تعالیٰ کی قوت سب پر غالب ہے۔ دنیا میں جتنے بھی اپنے آپ کو بڑا اور زبردست سمجھنے والے ہیں، وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے قبضہ

Marfat.com

قدرت کے تحت مغلوب ہیں۔

دوم: اللہ تعالیٰ کی رحمت غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ کمزور کی کمزوری کو قوت کے ذریعے سے پورا کر دیتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے کو سلامتی عطا کر کے اور کبیدہ خاطر کو اس کی پریشانی دور کر کے اور پاکدامنی کے ذریعے سے اسے اطمینان نصیب کر کے پورا فرما دیتے ہیں۔ ان چیزوں پر صبر کرنے کا جو اچھا بدلہ اور عمدہ انجام ہے، اس کے ذریعے سے اس کمی کو پورا کر دیتے ہیں۔

سوم: اللہ تعالیٰ سب سے بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے بلند ہونے کے باوجود سب کی بات سنتا اور سب کے کاموں سے واقف ہے، حتیٰ کہ دلوں کے راز بھی جانتا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے قصیدہ نونیہ میں جبار کا معنی اس طرح نقل فرمایا ہے:

وَكَذٰلِكَ الْجَبَّارُ مِنْ أَوْصَافِهِ
وَالْجَبْرُ فِي أَوْصَافِهِ قِسْمَانِ

''اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ایک وصف جبار (زبردست) بھی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔''

جَبْرُ الضَّعِيفِ وَكُلُّ قَلْبٍ قَدْ غَدَا
ذَا كَسْرَةٍ فَالْجَبْرُ مِنْهُ دَانِ

''ہر کمزور کی دادرسی کرنا اور پریشان کی پریشانی کو دور کرنا۔''

وَالثَّانِي جَبْرُ الْقَهْرِ بِالْعِزِّ الَّذِي
لَا يَنْبَغِي لِسِوَاهُ مِنْ إِنْسَانِ

''اور جبر کی دوسری قسم اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر غالب ہونا ہے جو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے علاوہ کسی انسان کے لائق نہیں۔"

وَلَهُ مُسَمًّى ثَالِثٌ وَهُوَ الْعُلُوُّ

فَلَيْسَ يَدْنُو مِنْهُ مِنْ إِنْسَان

"اور جبار کا تیسرا معنی علو (بلند ہونا) بھی ہے۔ کسی انسان کو یہ شرف حاصل نہیں ہوسکتا۔"

مِنْ قَوْلِهِمْ جَبَّارَةٌ لِلنَّخْلَةِ الْ

عُلْيَا الَّتِي فَاقَتْ كُلَّ بُنْيَان

"اہل عرب لمبی کھجور کو جبار کہہ دیتے ہیں جو تمام عمارتوں سے اونچی ہوتی ہے۔" (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 69)

65- حی اور قیوم دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں "الحی" اور "القیوم" شامل ہیں۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ ان دونوں ناموں کو اسم اعظم کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ دونوں نام اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور فعلی صفات پر دلالت کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں تین مقام پر یہ دونوں نام ذکر ہوئے ہیں:

1. آیت الکرسی میں:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ [البقرة: 55]

2. سورت آل عمران کی ابتدا میں:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ [آل عمران: 2]

3. سورت طٰہٰ میں:

Marfat.com

﴿ وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ﴾ [طٰهٰ: 111]

آیت الکرسی قرآن مجید کی ایک عظیم آیت ہے، جو رات کو اسے تلاوت کرے، اللہ تعالیٰ اس پر ایک نگران مقرر کر دیتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے، یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

66- کیا "اَلْمُنْتَقِم" اللہ تعالیٰ کا نام ہے؟

"مُنْتَقِم" اللہ تعالیٰ کے اسماء میں شامل نہیں، کیونکہ اسماءِ حسنیٰ میں اس کا استعمال مطلق طور پر نہیں ہوا۔ ہر وہ وصف جس کے ساتھ کوئی قید ہو، وہ اسماء میں شامل نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام مطلق طور پر کامل و اکمل ہیں، کسی بھی قید کے محتاج نہیں۔ یہ وصف جرموں کے مقابلے میں ذکر ہوا ہے۔ فرمایا:

﴿ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴾ [السجدة: 22]

"یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔"

لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں شامل نہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 72)

67- کیا "الدھر" اللہ تعالیٰ کا نام ہے؟

"الدھر" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں شامل نہیں اور جو کوئی اس کو اسماءِ حسنیٰ میں شامل کرے تو دو وجوہات کی بنا پر اسے غلط کہا جائے گا:

① اللہ تعالیٰ کے ناموں میں انتہا درجے کا کمال وحسن پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں وہ کلمہ شامل ہو سکتا ہے جو عمدہ وصف اور بہترین معنی پر دلالت کرتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ "الدھر" اسماء میں شامل نہیں۔ یہ اسم جامد ہے،

Marfat.com

اس کے معنی میں بھی کوئی خوبصورتی نہیں، یہ تو صرف اوقات پر بولا جاتا ہے۔

② ''الدھر'' کے اسماء حسنیٰ میں شامل نہ ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ جس حدیث میں اس کا تذکرہ ہوا ہے، اس کا سیاق اس معنی کی تائید نہیں کرتا، کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں:

«أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ» ''میں دن رات کو بدلنے والا ہوں۔''

اور یہ بات تو کسی صورت میں بھی ممکن نہیں کہ کسی چیز کو پھیرنے والا اور وہ چیز دونوں ایک ہی ہوں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 73)

68- حدیث قدسی میں نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا مفہوم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: «يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيَ الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ»

مذکورہ بالا حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں:

«يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ» ''ابن آدم مجھے اذیت دیتا ہے۔''

تو اس اذیت سے مراد مخلوق کی اذیت کی طرح نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مشابہت و مماثلت کی نفی کو مقدم کیا ہے، تاکہ شبہات سے خالی دل میں ثابت شدہ صفت اچھے طریقے سے بیٹھ جائے اور تمام صفات اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے شایان شان ثابت کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جس طرح کسی چیز کے مشابہ نہیں، اسی طرح صفات میں بھی مشابہت و مماثلت نہیں۔ صفات کے متعلق اللہ و رسول کے کلام میں تمثیل کے احتمال کو جائز قرار دینا اللہ و رسول کے کلام میں کفر کو جائز قرار دینے کے برابر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار دینا کفر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمان کا انکار ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

اور حدیث قدسی میں جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

« أَنَا الدَّهْرُ » ''زمانہ میں ہی ہوں۔'' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کا سارا نظام میرے ہاتھ میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ﴾ [آل عمران: 140]

''اور یہ تو دن ہیں، ہم انھیں لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں۔''

اور جیسا کہ مذکورہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

« أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ » ''میں دن رات کو تبدیل کرتا رہتا ہوں۔'' اسی کا نام ہی تو دہر (زمانہ) ہے۔ یہ کہنا تو درست ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ بذات خود ''دہر'' ہے۔ جو یہ عقیدہ رکھے، اس نے مخلوق کو خالق کا درجہ دیا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اللہ و رسول کے کلام اور عربی زبان میں مجاز مراد لینا درست نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے، لیکن

Marfat.com

''الدھر'' اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ سیاق و سباق اور قرائن سے ثابت ہے۔ یہاں کلام میں تھوڑی سی عبارت محذوف ہے اور وہ ہے: ''أَنَا مُقَلِّبُ الدَّھْرِ'' ''میں ہی زمانے کو چلانے والا ہوں۔'' کیونکہ اس کی تفسیر خود اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان ''میں ہی دن رات میں تبدیلی پیدا کرتا ہوں'' میں فرما دی اور عقل بھی یہ بات تسلیم نہیں کرتی کہ خالق کو مخلوق قرار دے دیا جائے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 74)

69- دو احادیث میں جمع و تطبیق

ایک حدیث میں ہے:

''عدل و انصاف کرنے والوں کو نور کے ممبروں پر رحمان کے دائیں جانب بٹھایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔''

جبکہ دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ ساتوں زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ لے گا۔''

''شماله'' بائیں ہاتھ کے جو الفاظ حدیث میں مروی ہیں، ان میں راویوں کے اقوال مختلف ہیں۔ کئی تو ان کو صحیح مانتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ درست نہیں۔ یعنی نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔ اس غلطی کا سبب صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔''

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دائیں بائیں کی تقسیم کی ضرورت نہیں۔ نیز صحیح مسلم ہی میں اللہ تعالیٰ کے لیے ''بائیں ہاتھ'' کا ذکر موجود ہے۔ جب یہ ثابت ہے تو پھر ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جیسے مخلوق کا

Marfat.com

بایاں ہاتھ دائیں کے مقابلے میں کمزور ہوتا ہے، یہ چیز خالق کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ ہی برابر ہیں۔ مذکورہ وہم کو ختم کرنے کے لیے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔"

اس حدیث میں عدل وانصاف کرنے والوں کی فضیلت وعظمت بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ رحمان کی دائیں جانب ہوں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں اور اگر دوسرے ہاتھ کو ہم "بائیں" سے تعبیر کریں تو اس سے کوئی کمی ونقص لازم نہیں آتا۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ جو بات نبی کرم ﷺ سے ثابت ہو جائے اسے تسلیم کریں اور اگر ثابت نہ ہو سکے تو ہمیں یہ کہنا چاہیے: "اس کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔" (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 75)

70- کیا "ماکر" اللہ تعالیٰ کا نام یا صفت ہو سکتا ہے؟

لفظ "مکر" (تدبیر/ چال) اللہ تعالیٰ کے لیے مطلق طور پر استعمال کرنا درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَسِرُونَ ﴾

[الأعراف: 99]

"پھر کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں، تو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔"

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ "مکر" کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جا سکتا ہے۔ مکر کا معنی خفیہ تدبیر کے ذریعے سے مدمقابل تک پہنچنا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے:

Marfat.com

«اَلْحَرْبُ خَدَعَةٌ» ”جنگ میں خفیہ تدبیر (دھوکا) جائز ہے۔“

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مکر کا ظاہری مفہوم تو مذموم ہے تو پھر اللہ کے لیے اس کا استعمال کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ”مکر“ اپنے مقام پر اچھی چیز ہے، کیونکہ یہ تدبیر کرنے والے کی طاقت پر دلالت کرتا ہے اور اس کے مد مقابل پر غالب ہونے کو بیان کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لفظ مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں بن سکتا۔ یہ کہنا بالکل درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ ”ماکر“ ہے۔ یہ تو کسی مدح یا تعریف والے مقام پر استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ﴾ [الأنفال: 30]

”اور وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کر رہا تھا۔“

ایک جگہ فرمان ہے:

﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ [النمل: 50]

”اور انھوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک چال چلی اور وہ سوچتے تک نہ تھے۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ﴾

”پھر کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں؟“

اللہ تعالیٰ کا یہ وصف مطلق طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا۔ مقام تعریف و مدح میں یہ لفظ بولا جائے گا اور جہاں نقص ہو وہاں استعمال نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

لہٰذا ''ماکر'' اللہ تعالیٰ کا نام رکھنا درست نہیں، کیونکہ اس صفت کا تعلق فعل کے ساتھ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر مبنی ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 80)

71- کیا ''مَلَل'' (اکتاہٹ) اللہ تعالیٰ کی صفت ہو سکتی ہے؟

نبی اکرم ﷺ کے فرمان میں یہ الفاظ موجود ہیں:

«إِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوا»

''اللہ تعالیٰ تو (اجر دیتے ہوئے) نہیں اکتاتا یہاں تک کہ تم اکتا جاؤ گے۔''

بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے لیے ''مَلَل'' کے ثابت ہونے ہر دلالت کرتی ہے، مگر یہ مخلوق کے مشابہ نہیں۔ بندوں میں اس چیز کا ہونا نقص ہے، کیونکہ یہ اکتا جانے اور سست ہو جانے کے معنی میں آتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات کی طرح اسے بھی صفتِ کمال پر محمول کیا جائے گا، لیکن جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو اس میں کوئی کمال نہیں۔

جبکہ دوسرے علماء کا موقف ہے کہ اس سے مراد اس بات کی وضاحت کرنا ہے کہ بندہ جتنا بھی عمل کرتا چلا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی ثواب دیتا چلا جاتا ہے۔ بندہ تو عمل کرتے ہوئے اکتاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے اجر دینے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، لہٰذا یہاں ''مَلَل'' بندے کے ''مَلَل'' کے لازم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

علماء کا ایک تیسرا گروہ ہے جس کا یہ خیال ہے کہ یہ لفظ اللہ کے صفت ہونے پر سرے سے دلالت ہی نہیں کرتا، کیونکہ اگر کوئی کہے کہ ''میں اس وقت

Marfat.com

تک کھڑا نہیں ہوں گا جب تک تو کھڑا نہ ہو' تو اس سے دوسرے آدمی کا کھڑا ہونا لازم نہیں آتا۔ یہی معاملہ مذکورہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے "مَلَلْ" (اکتاہٹ) ثابت نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارا اس بات پر پختہ یقین ہونا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس وصف سے پاک ہے جس میں کسی قسم کا نقص ہو اور اگر اس حدیث سے صفت "مَلَلْ" ثابت ہو جائے تو پھر یہ مخلوق کے مشابہ نہیں۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 85)

72- دو احادیث میں تطبیق

① ایک حدیث مین نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان حدیث قدسی کی صورت میں ہے کہ آدم کا بیٹا مجھے تکلیف پہنچاتا ہے کہ وہ زمانے کو برا بھلا کہتا ہے....

② اور دوسری ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ دنیا (ساری کی ساری) ملعون ہے اور اس میں تمام چیزیں بھی ملعون ہیں....

میرے علم کے مطابق یہ حدیث: «اَلدُّنیَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا» "دنیا ملعون ہے اور اس کی ہر چیز بھی ملعون ہے۔" ضعیف ہے۔ اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں ملعون کا معنی یہ ہے کہ اس میں "خیر" نہیں اور خیر والی چیزیں عالم، طالب علم، اللہ کا ذکر اور ذکر پر پابندی کرنے والا مراد ہیں۔ اور زمانے کو برا بھلا کہنے کا مقصد تو حالات و واقعات کو ملامت کرنا اور اسے ناپسند سمجھنا ہے۔ ان چیزوں کو زمانے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ سارے کے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں ہیں، جیسا کہ اس حدیث میں الفاظ موجود ہیں: "دن رات کو میں ہی تبدیل کرتا ہوں۔" (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 94)

Marfat.com

73- اللہ تعالیٰ کی صفتِ نزول کا بیان

رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر تشریف لانے اور عرش پر مستوی ہونے میں کوئی تعارض والی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ نزول اس کے شایان شان ہے۔ صفت علو (بلند ہونا) اور عرش پر مستوی ہونے میں کوئی اختلاف و تضاد نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزول اور مستوی ہونے کی کیفیت ہمارے علم میں نہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، جبکہ مخلوق کا معاملہ تو اس کے بالکل برعکس ہے کہ ایک ہی وقت میں کسی ایک مقام پر نزول کرے اور دوسری جگہ موجود بھی ہو، جیسا کہ یہ بات سب ہی جانتے ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ کسی مثال کے ذریعے سے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جا سکتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ﴾ [النحل: 74]

”پس اللہ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو۔“

ایک اور فرمان بھی ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ [الشوریٰ: 11]

”اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“

ہماری اس تقریر سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ نزول اور استوا میں کوئی تعارض نہیں اور جہات کا اختلاف اثر انداز نہیں ہوتا۔

(اللجنة الدائمة: 1643)

Marfat.com

74- کیا اللہ تعالیٰ کے نزول سے عرش کا خالی ہونا لازم آتا ہے؟

یہ سوال مبالغہ اور غلو پر مبنی ہے۔ ایسا سوال کرنا کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ ہمارا اس سے سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو سمجھنے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ زیادہ حریص ہیں؟ اگر تو جواب ہاں میں دے تو جھوٹا ہے، اور اگر کہے کہ نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو یہ سوال نہیں کیا۔ آپ ایسا سوال کیوں کرتے ہیں؟

بس آپ اللہ تعالیٰ کی صفت نزول کو مان لیں اور خاموش ہو جائیں۔ عرش خالی ہوتا ہے یا نہیں؟ آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلقہ امور میں خاموشی ہی بہتر ہے، کیونکہ عقل ان چیزوں کو سمجھنے سے قاصر ہے، لہٰذا ایسا سوال کرنا درست نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہر آدمی کو ادب سے کام لینا چاہیے۔ فرض کیجیے کہ ایک آدمی اس آزمائش میں مبتلا ہو گیا ہے کہ مختلف علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال موجود ہوں۔ کوئی کہے کہ عرش خالی ہو جاتا ہے اور کوئی کہے نہیں ہوتا ہے اور کوئی کہے کہ اس بارے میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ ان میں سب سے سلامتی والا موقف خاموشی والا ہے۔ اس کے بعد درجہ اس بات کا ہے کہ عرش خالی نہیں ہوتا۔ عرش کو خالی ماننے والا قول کمزور ترین ہے، یہ ایسا مسئلہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمایا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی نے اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ہے۔ اگر اس کے متعلق کوئی عقیدہ قائم کرنا ضروری ہوتا تو اللہ اور رسول اس مسئلے کو ضرور بیان فرما دیتے اور اس بیان کی کئی صورتیں ہوتیں:

Marfat.com

① آپ ﷺ خود ہی حق کی وضاحت فرما دیں۔

② آپ ﷺ خاموشی اختیار فرماتے اور وحی نازل ہو جاتی۔

③ کوئی دیہاتی آ کر کسی چیز کے متعلق سوال کر دیتا۔

④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود ہی نبی اکرم ﷺ سے پوچھ لیتے۔

جب مذکورہ صورتوں میں سے کوئی بھی ثابت نہیں تو پھر ہمیں خاموشی اختیار کرنی چاہیے اور یہ معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے، اس کے علاوہ ہمارے سامنے کوئی اور راستہ نہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 97)

75- نزول کے وقت آسمان اللہ تعالیٰ کو محیط ہوتے ہیں؟

ایسا ہرگز نہیں ہوتا، کیونکہ ایسا تسلیم کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کا محتاج ہے، جیسا کہ آپ کسی چھت کے نیچے ہوں تو آپ اس کے محتاج ہوتے ہیں۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، ہر چیز اس کی محتاج ہے، پھر ہم یقین سے کہتے ہیں کہ آسمان اللہ تعالیٰ کو محیط نہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 98)

76- آسمانِ دنیا پر نزول کے وقت آسمان اور دیگر اشیاء اللہ تعالیٰ کے اوپر ہوتی ہیں؟

یہ کوئی حیرانی والی بات نہیں ہے۔ حیرانی اس وقت ہو گی جب اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات پر قیاس کریں گے۔ یہ بات تو درست ہے کہ جب کوئی چراغ کے پاس کھڑا ہو تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سطح زمین اس کے اوپر ہے اور چراغ کا نچلا حصہ اس کو ڈھانپے ہوئے ہے، لیکن خالق کو مخلوق پر قیاس کرنا

Marfat.com

درست نہیں ہے، لہٰذا "کَیفَ" کیسے؟ اور "لِمَ" کیوں؟ ان الفاظ کے ذریعے سے سوال درست نہیں۔ اب دو ہی سوال رہ جاتے ہیں:

1. پہلا سوال یہ ہے کہ کیا آسمان اللہ تعالیٰ کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے؟

ایسا ہرگز نہیں، کیونکہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کا محتاج ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔

2. دوسرا سوال یہ ہے کہ آسمان دنیا پر تشریف لانے کے بعد باقی آسمان اللہ تعالیٰ کے اوپر ہوتے ہیں؟

یہ سوال بھی درست نہیں، کیونکہ ایسا مان لینے سے اللہ تعالیٰ کی صفت علو (بلندی) کی نفی ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی وصف ہے جو کبھی اللہ تعالیٰ سے جدا نہیں ہوتا۔

یہ سوال ہی اصل میں بدعت ہے، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کے متعلق امت کے بہترین لوگ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال نہیں کیا، لہٰذا تو نے دینی معاملے میں سوال کر کے بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔ اس تفصیل کے باوجود اگر وہ اپنی بے بسی کا اظہار کرے اور صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق کسی غلط عقیدے کے قائم ہونے کے خدشے کا اظہار کرے اور شیطانی وسوسوں کا ذکر کرے کہ شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ایسا کیوں ہے اور ایسا کیوں نہیں؟ جس کے نتیجے میں تمثیل و تعطیل میں سے کسی ایک ناجائز چیز کا ہونا لازم آتا ہے اور تمھارا صرف اسے بدعت کہہ کر ٹال دینا کافی نہیں اور بندہ کہے مجھے کوئی طریقہ بتائیں جس سے میں اس بات سے محفوظ ہو جاؤں تو ایسے آدمی کو تفصیلی جواب دیا جائے گا۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 99)

Marfat.com

77- اللہ تعالیٰ کس وقت نزول فرماتے ہیں؟

سوال یہ بات سب کو معلوم ہے کہ رات کا تعلق صرف زمین کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ رات کے آخری تہائی حصے میں آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ مکمل رات آسمان دنیا پر بھی ہے؟

جواب ہمارا یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اور نبی اکرم ﷺ نے جو صفات بیان فرمائی ہیں ان کو تسلیم کریں۔ اس میں کسی قسم کی تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے بغیر انھیں مان لیں۔ تحریف کا تعلق نصوص (کتاب و سنت کے دلائل) کے ساتھ ہے اور تعطیل کا عقیدہ سے اور تکییف اور تمثیل دونوں کا تعلق صفات سے ہے۔ تمثیل خاص ہے تکییف سے، کیونکہ تکییف میں مشابہت کی قید ہوتی ہے۔ یہ چار چیزیں ایسی خطرناک ہیں جن سے عقیدے کا پاک ہونا ضروری ہے اور انسان کو یہ اہتمام کرنا کہ وہ ایسا کیوں ہے؟ یہ کیسے ہے؟ ایسے سوال سے اپنے آپ کو بچائے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہو۔ اسی طرح صفات کی کیفیت کے متعلق بھی سوچنے سے باز رہے۔ جو یہ طریقہ اپنا لیتا ہے وہ مذکورہ بالا پریشانیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے پاس آکر ایک آدمی نے سوال کیا: اے ابوعبداللہ! (یہ امام صاحب کی کنیت ہے) ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ [طٰہٰ: 5] اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟

امام مالک رحمہ اللہ نے سر جھکا لیا اور آپ کو پسینہ آگیا۔ فرمایا:

"استوا کا تو علم ہے لیکن کیفیت معلوم نہیں اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے اور تو مجھے بدعتی

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے۔''

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ سوال صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے تو نہیں کیا اور اگر یہ سوال کسی پختہ مومن کے دل میں پیدا ہونے والا ہوتا تو اللہ و رسول اس کو ضرور بیان فرما دیتے۔ جب تک رات کا آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا نازل ہونا حقیقت پہ مبنی ہے۔ اس کے اختتام پر نزول بھی اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ نزول کی کیفیت کو معلوم کرنا اور احاطہ کرنا ہمارے بس میں نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے مشابہ نہیں ہے اور ہماری ذمہ داری سننا، ایمان لانا اور تسلیم کرنا ہے۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 102)

78- رؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلق اہل سنت کا موقف

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت جو مومنوں کو نصیب ہوگی، اس کے متعلق اہل سنت کا موقف اللہ تعالیٰ کی اپنے متعلق دی ہوئی خبر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے فرمان کے عین مطابق ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [القيامة: 23,22]

''اس دن کئی چہرے ترو تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔''

اس آیت مبارکہ میں ﴿نَاضِرَةٌ﴾ سے چہرے کی خوبصورتی اور ﴿نَاظِرَةٌ﴾ سے آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نظر کی نسبت چہرے کی طرف کی ہے اور آنکھیں جن سے دیکھنے کا کام لیا جاتا ہے، چہرے پر ہوتی ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آنکھوں سے دیکھنا ہی مقصود ہے۔ اگر اس سے مراد یقین اور دل کی بصیرت ہوتی تو الفاظ اس طرح ہوتے کہ اس دن دل بڑے خوش

Marfat.com

ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہیں ہوں گے، لیکن فرمایا:

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [القيامة: 23,22]

''اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ﴾ [یونس: 26]

''جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔''

اور گناہ گاروں کے متعلق فرمان ربانی ہے:

﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ [المطففين: 15]

''ہرگز نہیں، بے شک وہ اس دن یقیناً اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔''

گناہ گاروں کے لیے قیامت کے دن پردہ اور رکاوٹ اس بات کی دلیل ہے کہ دوسرے لوگ اللہ رب العلمین کو دیکھ رہیں ہوں گے، ورنہ تو نیک لوگوں اور گناہ گاروں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ [الأنعام: 103]

''اسے نگاہیں نہیں پاتیں اور وہ سب نگاہوں کو پاتا ہے۔''

یہ آیت رؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلق واضح دلیل ہے، کیونکہ اس میں مکمل احاطہ نہیں ہے۔ اس آیت کو عدم رؤیت کی دلیل بنانا درست نہیں، کیونکہ اس آیت میں رؤیت سے زائد چیز، احاطہ و ادراک کی نفی ہے جو خاص ہے اور خاص

Marfat.com

کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار تو ہوگا لیکن مکمل احاطہ و ادراک نہیں ہوگا، نبی اکرم ﷺ کے فرامین سے تواتر کے ساتھ رویتِ باری تعالیٰ ثابت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا)) [1]

''تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح زیارت کرو گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو، اس میں کسی قسم کی کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی، لہٰذا تم فجر اور عصر کی نمازوں کی پابندی کیا کرو۔''

بعض اہل علم نے اشعار کی صورت میں اسے ذکر کیا ہے:

مِمَّا تَوَاتَرَ حَدِيْثُ مَنْ كَذَبَ
وَمَنْ بَنٰى لِلّٰهِ بَيْتاً وَاحْتَسَبَ

''متواتر حدیث میں سے ایک حدیث ((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً)) ہے۔'' اسی طرح یہ حدیث ''جس نے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی خاطر مسجد بنوائی۔''

وَ رُؤْيَةٌ وَ شَفَاعَةٌ وَ الْحَوْضُ
وَ مَسْحُ خُفَّيْنِ وَ هٰذِي بَعْضُ

''(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے دیدار اور حوض کوثر کی روایات متواتر ہیں۔ موزوں پر مسح اور دیگر روایات بھی متواتر ہیں۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [211] صحيح مسلم [633/211]

Marfat.com

یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا دیدار حقیقی طور پر نصیب ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ادراک سے بالا ہے۔ جب رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہوگئی تو یہ بات باقی ہے کہ یہ ہوگی کب؟ تو رؤیت باری تعالیٰ قیامت کے دن جنت میں جانے سے پہلے اور جنت میں جانے کے بعد بھی نصیب ہوگی۔

اب یہ بات رہ گئی ہے کہ قیامت کے روز تمام لوگ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے؟ تو جو پکے کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ یہ فرمان ہے:

﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ [المطففین: 15]

''ہرگز نہیں، بے شک وہ اس دن یقیناً اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔''

منافقین کو ابتداءً تو یہ نصیب ہوگی، البتہ بعد میں انھیں محروم کر دیا جائے گا اور یہ ان کے لیے بہت بڑی حسرت بن کر رہ جائے گی۔ اور مومنوں کو یہ سعادت جنت میں جانے کے بعد اور پہلے قیامت کے میدان میں بھی نصیب ہوگی۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 25/7)

79- بعض لوگوں کے نزدیک رؤیتِ باری تعالیٰ کا مطلب یقین کامل ہے، آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں

یہ عقیدہ باطل ہے، جو قرآن و سنت کے دلائل کے بالکل برعکس اور واقع کے بھی مخالف ہے، اس لیے کہ کمال یقین تو دنیا میں بھی موجود ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے احسان کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

Marfat.com

«اَلْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»

''احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے ورنہ یہ تصور ضرور ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرنا کہ وہ دیکھ رہا ہے، اس کا نام ہی تو یقین کامل ہے۔ لہٰذا رؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلقہ دلائل کو کامل یقین پر محمول کرنا باطل دعوی اور کتاب وسنت کے دلائل میں تحریف ہے، تاویل نہیں، بلکہ یہ ایسی تحریف ہے کہ ایسا کرنے والے کا رد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی معاون و مددگار ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 104)

80- کیا نبی اکرم ﷺ نے حالت بیداری میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟

نبی اکرم ﷺ کا اللہ تعالیٰ کو بیداری کی حالت میں دیکھنا ثابت نہیں، حتی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ منقول ہے کہ دنیا میں کوئی اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ جب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

﴿رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ﴾ [الأعراف: 134]

''اے میرے رب! مجھے دکھا۔''

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَنْ تَرٰنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [الأعراف: 143]

Marfat.com

"تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا اور لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھ، سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ تو جب اس کا رب پہاڑ کے سامنے ظاہر ہوا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا، پھر جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا تو پاک ہے، میں نے تیری طرف توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔"

رہا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا تو یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اس کے متعلق ابن رجب کا ایک مختصر رسالہ ہے جس میں انھوں نے اس نے حدیث کی تشریح کر دی ہے۔ اس کا مطالعہ فرما لیں۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 105)

81- کیا معراج کی رات نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟

صحیح قول کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے معراج کے موقع پر اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ جبریل کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی صورت میں افق تک پھیلے ہوئے تھے۔ اللہ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے:

﴿ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ﴾ [النجم: 5 تا 17]

"اسے نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے سکھایا۔ جو بڑی

Marfat.com

طاقت والا ہے، سو وہ بلند ہوا۔ اس حال میں کہ وہ آسمان کے مشرقی کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا، پس اتر آیا۔ پھر وہ دو کمانوں کے فاصلے پر ہو گیا، بلکہ زیادہ قریب۔ پھر اس نے وحی کی اس (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی کی۔ دل نے جھوٹ نہیں بولا جو اس نے دیکھا۔ پھر کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو وہ دیکھتا ہے۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس نے اسے ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ آخری حد کی بیری کے پاس۔ اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 5611)

82- اس حدیث کا کیا حکم ہے؟

سوال «اَلْحَجَرُ الْأَسْوَدُ يَمِينُ اللّٰهِ عَلَى الْأَرْضِ»

''حجرِ اسود زمین پر اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔''

جواب یہ حدیث من گھڑت ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ "علل المتناهية" میں فرماتے ہیں:

''یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔''

اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ ایسی اسناد سے نبی کریم ﷺ سے منقول ہے جو ثابت نہیں۔''

ایسی صورت میں اس حدیث کے معنی پر غور و خوض کی کوئی ضرورت نہیں۔

لیکن ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول معروف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

حجر اسود زمین پر اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے جس نے اس سے مصافحہ کیا اور بوسہ دیا گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کیا اور اس کے دائیں ہاتھ کو بوسہ دیا۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول الفاظ پر جو بھی غور و فکر کرے تو اسے یہ بات سمجھ آجائے گی کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، کیونکہ انھوں نے "یمین اللہ في الأرض" کے الفاظ بولے ہیں، مطلق طور پر "یمین اللہ" نہیں کہا، جبکہ دونوں میں فرق بالکل واضح ہے۔ جس نے حجرِ اسود کو استیلام کیا، یعنی ہاتھ لگایا اور بوسہ دیا، گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ سے مصافحہ کیا اور اس کو بوسہ دیا۔

اور یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ مصافحہ کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ سے قطعاً مصافحہ نہیں کیا، یہ تو انھوں نے بطور تشبیہ بیان فرما دیا ہے۔ پوری حدیث اول تا آخر یہ بتا رہی ہے کہ حجر اسود قطعی طور پر صفاتِ باری تعالیٰ میں شامل نہیں ہے اور یہ بات ہر صاحب شعور اچھی طرح جانتا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 310/3)

83- اس حدیث کا کیا حکم ہے؟

سوال «قُلُوبُ الْعِبَادِ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ»

"لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔"

جواب یہ حدیث صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب القدر کے دوسرے باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

Marfat.com

«إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ» [1]

''تمام انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔''

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

«اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ»

''اللہ تو ہی دلوں کو پھیرنے والا ہے، ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف منتقل فرما دے۔''

سلف صالحین نے اس حدیث کو ظاہری مفہوم ہی پر محمول کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے انگلیاں حقیقی طور پر ثابت ہیں۔ ہم اس طرح ہی تسلیم کرتے ہیں جس طرح نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے اور رہی یہ بات کہ انسانوں کے دل انگلیوں کے درمیان ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے دلوں کو پکڑ رکھا ہے، جس سے حلول کا وہم ہو اور اس وجہ سے حدیث کو اس کے ظاہری مفہوم ہی سے نکال دیا جائے۔

دیکھیں بادل زمین و آسمان کے درمیان ہیں۔ دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا نہیں، پھر بھی قائم ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مقام بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، حالانکہ ان میں بہت زیادہ فاصلہ ہے، اسی طرح انسانوں کے دل بھی اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے درمیان حقیقی طور پر ہیں، لیکن اس سے حلول کرنا اور چھونا لازمی نہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 310/3)

84- اس حدیث کا کیا مفہوم ہے؟

«إِنِّي أَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ»

[1] صحیح مسلم [2654/17]

Marfat.com

''مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یمن کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مدد آنے والی ہے۔''

اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَلَا إِنَّ الْإِيمَانَ يَمَانٍ، وَالْحِكْمَةَ يَمَانِيَةٌ، وَأَجِدُ نَفَسَ رَبِّكُمْ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ» [1]

''اہل یمن ایمان میں بڑے پختہ ہیں اور حکمت و دانائی میں معروف ہیں اور مجھے امید ہے کہ یمن کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مدد تمھیں حاصل ہوگی۔''

مجمع الزوائد میں اس حدیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شبیب کے علاوہ باقی تمام راوی صحیح کے ہیں اور یہ بھی ثقہ راوی ہے۔ یہی بات ابن حجر نے شبیب کے متعلق ''تقریب'' میں کہی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ سے بھی ''تاریخ کبیر'' میں یہی قول مروی ہے۔

لہٰذا حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہی محمول کی جائے گی اور حدیث میں جو ''نفس'' کا لفظ استعمال ہے، یہ باب ''نَفَّسَ يُنَفِّسُ تَنْفِيساً'' جیسے ''فَرَّجَ يُفَرِّجُ تَفْرِيجاً وفُرُوجاً'' سے اسم مصدر ہے، جیسا کہ لغت کی مختلف کتابوں نہایہ، قاموس اور مقاییس اللغۃ میں موجود ہے۔ اس سے مراد ایسی چیز ہے جس کے ذریعے سے پریشانی و تکلیف ختم ہو جائے۔ اس اعتبار سے حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اہل یمن کے ذریعے سے مومنوں کو پریشانی سے نجات عطا فرمائیں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3499] صحيح مسلم [52/82]

Marfat.com

"اہل یمن تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے ارتداد کے خلاف لڑائی کی اور بہت سے علاقوں کو فتح کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے مومنوں کو مصائب سے نجات عطا فرمائی۔"

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 311/3)

85- اللہ تعالیٰ کی صفت معیت کا معنی "مخلوق میں دخول اور گھل مل جانا" کس اعتبار سے ناجائز ہے؟

① یہ معنی اجماعِ سلف کے خلاف ہے۔ تمام علماء اس معنی کا رد کرتے ہیں۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ معنی اللہ تعالیٰ کی صفت علو (بلند ہونا) جو کتاب و سنت، عقل، فطرت اور اجماع سلف سے ثابت ہے، کے خلاف ہے۔ جو معنی ثابت شدہ دلیل کے خلاف ہو وہ باطل ہوتا ہے، لہٰذا "معیت" کا معنی دخول اور اختلاط کرنا قرآن، حدیث، عقل، فطرت اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہوگا۔

③ تیسری وجہ یہ ہے کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان رکھتا ہے اور عربی زبان سے واقف ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا ہے، وہ ایسا معنی کر ہی نہیں سکتا۔ ایسا تو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ناواقف ہی کر سکتا ہے، لہٰذا اس کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ صرف دوسری صورت ہی درست اور حق ہے کہ اللہ تعالیٰ علم، قدرت، سننے، دیکھنے، تدبیر کرنے اور غالب ہونے کے اعتبار سے مخلوق کے ساتھ ہے اور اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ان سب کے باوجود ساری مخلوق سے بلند و بالا اپنے عرش پر مستوی ہے۔ قرآن مجید کی آیات کا یہی

Marfat.com

ظاہری مفہوم ہے، کیونکہ دونوں آیات ہی حق ہیں اور حق کا ظاہری مفہوم بھی حق اور درست ہی ہوتا ہے اور غلط معنی و مفہوم قرآن کا کبھی ظاہری مفہوم نہیں ہوسکتا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 313/3)

86- ایک آیت کی تفسیر

سوال نوح علیہ السلام کی کشتی کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا﴾ ''وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی'' اور موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ﴿وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ﴾ ''تو ہمارے سامنے پرورش پائے۔'' کی تفسیر کیا ہے؟

جواب مذکورہ بالا دونوں آیات میں ان کا ظاہری اور حقیقی معنی ہی مقصود ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ان کا حقیقی معنی کیا ہے؟

① کیا اس کا ظاہری معنی یہ کیا جائے گا کہ کشتی اللہ تعالیٰ کی آنکھوں میں چلتی تھی یا موسیٰ اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں پرورش پا رہے تھے؟

② یا یہ معنی ہوگا کہ کشتی اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اس کی حفاظت میں چل رہی تھی اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی پرورش اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اس کی حفاظت میں ہو رہی تھی؟

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ پہلا قول دو وجوہات کی بنا پر غلط ہے:

اول: عربی زبان میں اس طرح کے معنی کی کوئی گنجائش نہیں اور قرآن مجید بھی عربی زبان میں نازل ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ [یوسف: 2]

''بے شک ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔''

Marfat.com

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْأَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴾ [الشعراء: 193 تا 195]

''جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔ واضح عربی زبان میں۔''

اگر کوئی یہ کہے: ''فُلَانٌ يَسِيْرُ بِعَيْنِي'' تو کوئی بھی اس کا یہ معنی نہیں سمجھتا کہ ''وہ آنکھ کے اندر چل رہا ہے۔'' اگر کوئی اس کے ظاہری مفہوم ہونے کا دعوی کرے تو عام لوگ بھی اس پر ہنسنا شروع کر دیں گے کہ یہ کلام کے استعمال سے واقف ہی نہیں۔

دوم: دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسا معنی مراد لینا بالکل ممنوع اور ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت وقدر کو جاننے والا یہ معنی سمجھ ہی نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو مخلوق سے جدا اور الگ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ مخلوق اس میں حلول کر سکتی ہے اور نہ وہ مخلوق میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی تمام کمزوریوں سے پاک ہے۔

جب لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے اس قول کا غلط ہونا ثابت ہو گیا تو دوسرے قول کا صحیح ہونا ضروری امر ہے کہ کشتی چل رہی تھی، اللہ تعالیٰ کی آنکھ اسے دیکھ رہی تھی اور اس کی حفاظت فرما رہی تھی۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی تربیت اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اس کی حفاظت میں ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا بھی ہے۔ کسی معنی صحیح کا لازم اس معنی کا جز ہوتا ہے جیسا کہ لفظ کی اپنے معنی پر دلالت کی اقسام سے واضح ہوتا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 323/3)

Marfat.com

87- فرشتوں کا قرب

سوال اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ [ق: 16] ''اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔'' اور اس کے فرمان: ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ﴾ [ق: 16] ''اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں'' دونوں آیات میں قرب سے مراد فرشتوں کا قرب مراد لیا گیا ہے؟

جواب مذکورہ بالا آیات میں فرشتوں کا قرب مراد لینے سے کلام اپنے حقیقی معنی سے خارج نہیں ہوتی۔ پہلی آیت مبارکہ میں قرب کو مقید ذکر کیا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتوں ہی کا قریب ہونا مقصود ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ [ق: 16 تا 18]

''اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ جب (اس کے ہر قول و فعل کو) دو لینے والے لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

دوسری آیت مبارکہ میں قرب سے مراد انسان کی موت کے وقت جو اس کی کیفیت ہوتی ہے اور فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کا فرمان ہے:

﴿ حَتّٰٓي اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾ [الأنعام: 61]

"یہاں تک کہ جب تمھارے کسی ایک کو موت آتی ہے اسے ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔"

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾ [الواقعہ: 85] "اور لیکن تم نہیں دیکھتے۔"

میں واضح دلیل ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں کہ انسان کے بالکل قریب ہونے کے باوجود وہ ان کو دیکھ نہیں سکتا۔ میت کے قریب ذات اور جسم کے اعتبار سے حاضر ہونے سے یہ بات طے جاتی ہے کہ یقیناً فرشتوں کا قرب مراد ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح قریب ہونا محال اور ناممکن ہے۔

صرف یہ اشکال رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر قرب کی نسبت اپنی طرف کیوں کی ہے؟ کیا اس طرح کے انداز سے قربِ ملائکہ مراد لینا ممکن ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے قرب کو اپنی طرف اس لیے منسوب فرمایا ہے کہ یہ قرب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے پیغام رساں اور اس کے لشکر ہیں۔

اس طرح کی دیگر مثالیں بھی قرآن مجید میں موجود ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ [القیامۃ: 18]

Marfat.com

”تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔“

اس آیت مبارکہ سے مراد جبریل امین کی تلاوت ہے، کیونکہ جبریل تو اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے، اس لیے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف درست ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

﴿ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴾ [هود: 74]

”پھر جب ابراہیم سے گھبراہٹ دور ہوئی اور اس کے پاس خوش خبری آگئی تو وہ ہم سے لوط کی قوم کے بارے میں جھگڑنے لگا۔“

جبکہ ابراہیم کا یہ مکالمہ اور مجادلہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے ساتھ تھا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 323/3)

88- ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا﴾ [یٰس: 71] کی تفسیر کیا ہے؟

سوال کیا یہ کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو آدم علیہ السلام کی طرح اپنے ہاتھ ہی سے پیدا کیا ہے؟ یا یہ کہنا درست ہے کہ چوپایوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے باقی مخلوق کی طرح پیدا کیا ہے؟

جواب پہلی بات تو دو وجوہات کی بنا پر اپنے ظاہری مفہوم میں درست نہیں:

① عربی اسلوب، جس میں قرآن مجید نازل ہوا ہے، اس کے مطابق یہ مفہوم مراد لینا درست نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ [الشوریٰ: 30]

Marfat.com

''اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا۔''

اور فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ [الروم: 41]

''خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہوگیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا، تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ [آل عمران: 182]

''یہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔''

اس سے مراد انسان کے ذاتی اعمال ہیں اور جو اس نے آگے بھیجا ہے اگر ہاتھوں کا کوئی دخل نہ ہو۔ اس کے برعکس اگر یہ کہیں کہ فلاں کام میں نے اپنے ہاتھ سے کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ [البقرة: 79]

''پس ان لوگوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے۔''

اس سے مراد وہ کام ہے جو ہاتھ سے کیا ہوا ہے۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس سے ہاتھ ہی مراد ہوتے تو آیت کے الفاظ

Marfat.com

یوں ہوتے: "خَلَقْنَا لَهُمْ بِأَيْدِينَآ اَنْعَامًا" کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے ان کے لیے جانوروں کو پیدا کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

﴿مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ [ص: 75]

''تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا؟''

کیونکہ قرآن مجید کے نزول کا مقصد ہی بیان و وضاحت ہے۔ اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [النحل: 89]

''اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے۔''

جب پہلا قول درست نہیں تو یقیناً دوسرا قول ہی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو تمام مخلوق کی طرح ہی پیدا فرمایا ہے، اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا۔ ہاتھوں کی طرف پیدا کرنے کی نسبت سے ذات مراد ہے، جیسا کہ یہ عربی زبان میں معروف و مشہور ہے، مگر جب کسی چیز کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرتے ہوئے لفظ ''ید'' کو حرف ''ب'' کے ساتھ متعدی بنایا گیا ہو تو پھر حقیقی ہاتھ ہی مراد ہوتا ہے۔ یہ ایسا فرق ہے کہ جس کو جاننا ضروری ہے۔ مشابہ امور میں ایسے فرق سے واقف ہونا بہت ہی عمدہ علم ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے اشکال خود بہ خود ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 330/3)

Marfat.com

89- ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ﴾ [الفتح: 10] کی تفسیر

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کو اہل سنت سلف صالحین اس کے حقیقی اور ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں۔ یہ بات تو اس آیت سے بالکل واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح: 18]

''بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔''

اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ [الفتح: 10]

''وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔''

سے اللہ تعالیٰ کی ذات سے بیعت مراد سمجھ لے اور یہ دعوی بھی درست نہیں کہ آیت کے دونوں حصوں میں تضاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاد کے لیے بیعت لینا، اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت تو ایک مبلغ کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء: 80]

''جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی۔''

بیعت رضوان کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرما کر نبی اکرم ﷺ کی عظمت و شان بیان کرنے کے ساتھ اپنی تائید اور نصرت کا اظہار فرمایا ہے اور ساتھ ہی صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کی منزلت کو واضح فرمایا ہے اور یہ بالکل واضح بات ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 331/3)

90- ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ [الفتح: 10]

''اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔''

اپنے حقیقی معنی میں ہے کہ بیعت رضوان کے وقت اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا، اس لیے کہ یہ اللہ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے اللہ کا ہاتھ ان کے اوپر ہے۔ یہ اس بات کی تائید بھی ہے کہ نبی ﷺ کی بیعت حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے ساتھ ملا ہوا تھا، جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ آسمان ہمارے اوپر ہے، حالانکہ وہ ہم سے دور اور جدا ہوتا ہے۔

اور اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ لینا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ ہاتھ کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ میرا ہاتھ ان کے

Marfat.com

اوپر ہے۔ نبی اکرم ﷺ تو بیعت کے وقت ہاتھ پھیلاتے تھے اور مصافحے کی طرح ان کے ہاتھ کو پکڑ لیتے، لہٰذا آپ ﷺ کا ہاتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ کے ساتھ تھا، اوپر نہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 332/3)

91- ''اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب کر کے فرمائیں گے: میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی'' اس کا مفہوم کیا ہے؟

یہ حدیث صحیح مسلم میں ''کتاب البر والصلہ'' میں بیمار کی بیمار پرسی کی فضیلت کے بیان کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب فرما کر کہیں گے: میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی؟ انسان کہے گا: یا اللہ تو تو رب العلمین ہے، تیری بیمار پرسی کیسے ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تجھے معلوم ہے میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی بیمار پرسی نہیں کی۔ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو تو مجھے وہاں پاتا۔ آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ تو بندہ کہے گا: اللہ میں تجھے کھانا کیسے کھلا سکتا تھا تو تو خود ہی رب العلمین ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے معلوم ہے کہ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا تو اسے کھانا کھلاتا تو مجھے وہاں پاتا۔ اے انسان میں نے پانی مانگا تو تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ کہے گا: میں تجھے پانی کیسے پلا سکتا تھا تو تو رب العلمین ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرا فلاں بندہ پیاسا تھا تو اگر اس کو پانی پلاتا تو مجھے وہاں پاتا۔''

سلف صالحین نے اس حدیث کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے، وہ اس میں کسی قسم کی تاویل کے قائل نہیں۔ اس سے وہی مفہوم سمجھا ہے جو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے خود بیان فرمادیا ہے۔ اس حدیث قدسی میں "مَرِضْتُ" (میں بیمار ہوا)، "اِسْتَطْعَمْتُكَ" (میں نے کھانا طلب کیا) "اِسْتَسْقَیْتُكَ" (میں نے پانی مانگا) کا معنی خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر تو ایسا کرتا تو مجھے وہاں پاتا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بندے کا بیمار ہونا، کھانا مانگنا اور پانی طلب کرنا مراد ہے۔ ان چیزوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہونے سے کلام اپنے حقیقی معنی سے خارج نہیں ہوتی، کیونکہ صاحب کلام نے اپنے کلام کی خود وضاحت فرما دی ہے۔ یہ نسبت تو اللہ تعالیٰ نے ترغیب اور ابھارنے کے لیے کی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ﴾ [الحدید: 11]

"کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے۔"

یہ حدیث مؤولین کے خلاف سب سے بڑی دلیل ہے جو صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق دلائل کی تاویل کرتے ہیں اور ان کا ظاہری مفہوم قرآن وسنت کی کسی دلیل کے بغیر ہی تبدیل کرتے ہیں۔ وہ ایسا غلط شبہات کی بنا پر کرتے ہیں اور اس معاملے میں وہ ایک دوسرے کے مخالف اور مضطرب بھی ہیں۔ ان کے نظریے کے مطابق اگر کوئی خلافِ ظاہر بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ اس کی وضاحت فرما دیتے اور اگر کسی آیت کا ظاہری معنی مراد لینا ناممکن ہوتا تو بھی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے وضاحت آجاتی، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں وضاحت فرما دی ہے۔ اگر ان آیات کا ظاہری مفہوم اللہ تعالیٰ کی صفات کے شایان شان نہ ہوتا تو کثیر تعداد میں قرآن وسنت میں ایسی باتیں ملتیں جن کا مفہوم بڑے ہی تکلف کے ساتھ درست ہوتا، حالانکہ ایسا ناممکن ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 333/3)

Marfat.com

92- ایک حدیث قدسی کا مفہوم

سوال اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بندہ نوافل پڑھتے پڑھتے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہوں، پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں، جن کے ذریعے سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس کے ذریعے سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں، جن کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور دیتا ہوں اور اگر پناہ پکڑے تو میں ضرور پناہ دیتا ہوں۔"

اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

جواب یہ حدیث صحیح بخاری "کتاب الرقاق، باب التواضع" میں موجود ہے۔ اہل سنت اس حدیث کا ظاہری مفہوم ہی لیتے ہیں اور اسے اپنے حقیقی معنی پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا ظاہری مفہوم کیا ہے؟

کیا اس کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک انسان کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے؟ یا یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ولی کی کان، آنکھ، ہاتھ، اور پاؤں کے متعلق راہنمائی فرماتے ہیں کہ وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی والے ہی کام کرتا ہے؟ بلاشبہ پہلا قول حدیث کے ظاہر کے موافق نہیں۔ اگر غور کریں تو حدیث کے الفاظ بھی اس کی تائید نہیں کرتے، بلکہ اس کی تردید کرتے ہیں۔

ایسا دو وجوہات کی بنا پر ہے:

① پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "بندہ نوافل پڑھتے ہوئے میرا قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور اگر مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور اسے دیتا ہوں اور اگر پناہ چاہے تو میں پناہ بھی دیتا

Marfat.com

ہوں۔" اللہ تعالیٰ نے یہاں عابد و معبود، قریب ہونے والا اور جس کی طرف قرب حاصل کیا جائے، محبّ اور محبوب، مانگنے اور دینے والا، پناہ پکڑنے والا اور عطا کرنے والے کو ثابت کیا ہے۔ حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ یہاں دو الگ الگ ذاتیں موجود ہیں۔ جس سے یہ صاف سمجھ آجاتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متصل بھی نہیں اور نہ ایک دوسرے کا جز اور حصہ ہیں۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ ولی کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں اس کے اوصاف اور اس کے اجزا ہیں، جو ایسی مخلوق ہے جس کا پہلے وجود ہی نہ تھا۔ کوئی عقل مند انسان تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کے کان، آنکھ، ہاتھ، اور پاؤں بن جائے، بلکہ یہ ایسا معنی ہے جس کے تصور سے سینہ تنگ اور زبان بولنے سے قاصر ہے۔ اگر بفرض محال یہ تصور کر بھی لیا جائے تو اس کو حدیث کا ظاہری مفہوم کہنا کیسے جائز ہے؟ اے اللہ! تو پاک ہے۔ اے اللہ! جو تعریف تو نے اپنی خود بیان فرما دی ہے ہم اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

جب پہلے قول کا غلط ہونا متعین ہے تو دوسرے قول کا صحیح ہونا لازم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ولی کو توفیق سے نوازتا ہے کہ وہ اپنے کان، آنکھ، ہاتھ، اور پاؤں کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر استعمال میں لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اتباع شریعت سے اخلاص پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے اور یہی اصل توفیق ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے اور حدیث کے ظاہری الفاظ کے عین مطابق اور حقیقی معنی کے موافق ہے اور سیاق حدیث سے بھی یہ معنی متعین ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی تاویل ہے اور نہ کلام ہی اپنے ظاہری معنی کے خلاف ہے۔ تمام تعریفات اور احسانات اللہ تعالیٰ ہی کی لیے ہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 326/3)

Marfat.com

توحید الوہیت

93- کلمہ توحید کن کن چیزوں پر مشتمل ہے؟

یہ کلمہ توحید کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ یہ شمولیت دلالت تضمنی کی بنا پر ہو یا التزامی کی وجہ سے ہو۔ اس لیے کہ ''أشهد أن لا إله إلا الله'' کے ادا کرنے سے فوراً یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اس سے توحید عبادت مراد ہے۔ اسے توحید الوہیت کہتے ہیں جو توحید ربوبیت کو شامل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے اس کی ربوبیت کا اقرار لازمی ہے، اسی طرح یہ توحید اسماء و صفات کو بھی شامل ہے، اس لیے کہ معبود کی عبادت کے لیے اس کے اسماء و صفات کا علم ہونا ضروری ہے، اسی وجہ سے تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے فرمایا تھا:

﴿ يَاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴾ [مریم: 42]

''اے میرے باپ! تو اس چیز کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے اور نہ تیرے کسی کام آتی ہے؟''

لہٰذا توحید عبودیت (الوہیت) توحید ربوبیت اور توحید اسماء و صفات کو لازم ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 27)

Marfat.com

94- توحید الوہیت کا کیا معنی ہے؟

توحید الوہیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے ہی کی عبادت کی جائے، اس کے علاوہ کسی کی عبادت کی جائے نہ کسی کو پکارا جائے اور نہ کسی سے مدد مانگی جائے۔ نذر و نیاز، ذبح اور قربانی صرف اللہ ہی کے لیے کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ [الأنعام: 163,162]

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔“ (اللجنة الدائمة: 9772)

95- عبادت کا معنی کیا ہے؟

عبادت کا معنی اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ جن کاموں کا اس نے حکم دیا ہے ان پر عمل کر کے اور جن سے روکا ہے ان سے رک کر اس کی اطاعت کی جائے۔ بعض علماء نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ عبادت اس عمل کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔

(اللجنة الدائمة: 7887)

Marfat.com

96- کلمہ توحید کی شرائط کیا ہیں؟

سب سے پہلے ”لا إله إلا الله“ کے مفہوم کا علم ہونا ضروری ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ فرشتے، نبی، ولی، درخت، پتھر، سورج اور چاند وغیرہ کی پوجا کرنا باطل ہے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ [الحج: 62]

”یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی ہے جو حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اس کے سوا وہ جسے بھی پکارتے ہیں، وہی باطل ہے اور (اس لیے) کہ بے شک اللہ ہی بے حد بلند ہے، بہت بڑا ہے۔“

یہ کلمہ دو ارکان: نفی اور اثبات پر مشتمل ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی ہر چیز کی نفی ہے اور صرف اللہ ہی کے لیے الوہیت کا ثبوت ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے توحید ثابت ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی نفی جس کے ساتھ اثبات کا ذکر نہ ہو، صرف عدم ہے اور صرف اثبات جس میں نفی کا ذکر نہ ہو، اس سے شراکت کی نفی نہیں ہو سکتی، لہٰذا توحید تو ثابت ہی اثبات اور نفی سے ہوتی ہے اور یہ دونوں ہی اس کلمے کے بنیادی ارکان ہیں۔

شرائط:

کلمہ توحید کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ① یقین اور ② علم کا ہونا ضروری ہے۔ ایسا یقین کہ جس میں شک کی ملاوٹ نہ ہو اور ایسا علم جس میں

Marfat.com

جہالت اور لاعلمی کا شائبہ نہ ہو۔

ان شروط کے ساتھ ساتھ شریعت کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ اعتقاد اور یقین کے بغیر صرف زبان سے کلمہ کہہ دینا مفید نہیں۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2/5)

97- نبی اکرم ﷺ کے فرمان: ''جس نے "لا إله إلا الله" کا اقرار کیا جنت میں داخل ہوگا'' کا کیا مطلب ہے؟

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان زبان کے ساتھ یہ کلمہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دل میں اس کے مطابق یقین بھی رکھتا ہو اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل بھی کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک انسان "لا إله إلا الله" کا اقرار کرتے ہوئے قرآن کے ایک حرف کا بھی انکار کر دے تو کافر ہے۔ اسے یہ کلمہ کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اگر کلمہ کا اقرار کرے اور نماز چھوڑ دے تو بھی کافر ہے۔ اسے بھی یہ کلمہ کوئی فائدہ نہیں دے گا، لیکن جو آخری وقت اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہو کر یہ کلمہ پڑھتا ہے اور یہ اس کا آخری کلام ہو اور اس کے بعد اسے کسی عمل کی مہلت نہ ملی ہو تو یہ کلمہ اس کے جنت میں جانے کا ذریعہ بن جائے گا۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 13/5)

Marfat.com

توحید کے متعلق دیگر مسائل

98- مُردوں سے مدد مانگنا شرک ہے؟

مردوں سے مدد مانگنا شرک ہے، کیونکہ وہ دعا قبول کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے، بلکہ وہ تو سن بھی نہیں سکتے۔ قیامت کے دن وہ ان سے اور ان کی عبادت سے براءت کا اظہار کر دیں گے۔ کتاب و سنت میں اس کی بہت سی دلیلیں موجود ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ [الفاطر: 14,13]

”یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح

Marfat.com

کوئی خبر نہیں دے گا۔“

② نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾

[الأحقاف: 6,5]

”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔“

(اللجنة الدائمة: 1727)

99- کیا زندہ جو موجود ہو اور مدد کرنے پر قادر بھی ہو، اس سے مدد مانگنا جائز ہے؟

زندہ انسان جو موجود ہو اور مدد کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہو، اس سے مدد طلب کرنا جائز ہے جیسا کہ کوئی کسی سے قرض مانگتا ہے۔ اسی طرح فائدے کے حصول اور ظلم سے بچنے کے لیے کسی آدمی کو سفارش کے طور پر بادشاہ کے پاس لے جاتا ہے، لیکن میت سے مدد کا مطالبہ کرنا شرک ہے۔ اسی طرح ایسا زندہ جو پاس موجود نہ ہو، اس سے مدد مانگنا بھی درست نہیں، کیونکہ وہ دونوں ہی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

Marfat.com

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ [الجن: 18]

''اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [یونس: 106]

''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تونے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ [الفاطر: 14,13]

''یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

Marfat.com

اس مفہوم کی بہت سی آیات ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اصل مدد گار ہے۔

(اللجنة الدائمة: 4162)

100- ضروریات کی تکمیل کے لیے جنوں سے مدد مانگنا اور ان سے پناہ پکڑنا کیسا ہے؟

جنوں سے مدد مانگنا اور کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچانے کی غرض سے ان کی طرف رجوع کرنا، عبادت میں شرک ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے جنوں کی تعظیم اور ان کی طرف رغبت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾

[الأنعام: 129,128]

"اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، اے جنوں کی جماعت! بلاشبہ تم نے بہت سے انسانوں کو اپنا بنا لیا، اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے بعض نے بعض سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنے اس وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔ فرمائے گا آگ ہی تمھارا ٹھکانا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو مگر جو اللہ چاہے۔ بے شک تیرا رب کمال حکمت والا، سب

Marfat.com

کچھ جاننے والا ہے۔ اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا دوست بنا دیتے ہیں، اس کی وجہ سے جو وہ کمایا کرتے تھے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴾ [الجن: 6]

''اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔''

لہٰذا انسان کا جن سے مدد طلب کرنا کسی انسان کو نقصان پہنچانے کے لیے اور کسی کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے یہ سب کا سب شرک ہے اور جس کی یہ حالت ہے اس کی نماز ہے اور نہ روزہ ہی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الزمر: 65]

''کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

جس آدمی کے متعلق ایسی بات کا علم ہو جائے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے نہ اس کے جنازے ہی کے ساتھ چلا جائے اور نہ مسلمانوں کے قبرستان ہی میں اسے دفن کیا جائے۔ (اللجنة الدائمة: 433)

Marfat.com

101- کوئی انسان اٹھتے بیٹھتے نبی اکرم ﷺ یا کسی اور کو پکارے تو اس کا کیا حکم ہے؟

کسی فائدے کے حصول یا کسی تکلیف کو دور کرنے کی خاطر نبی اکرم ﷺ یا کسی اور انسان جیسے عبدالقادر جیلانی یا احمد تیجانی کو اٹھتے بیٹھتے پکارنا شرک اکبر ہے، جو اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں عام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا تا کہ وہ اس شرک کا خاتمہ کر کے لوگوں کو اس سے نکالیں اور لوگوں کی راہنمائی اس بات کی طرف کریں کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اسی سے مانگیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تحت الاسباب جو عام کام معروف ہیں ان سے ہٹ کر مدد طلب کرنا صرف اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ عبادت ہے اور جو کسی اور کی عبادت کرے وہ مشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی راہنمائی فرمائی ہے اور انہیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہیں:

﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ [الفاتحہ: 5]

”ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن: 18]

”اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔“

اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرما دی ہے کہ تکلیف اور مصیبت کو دور کرنا اور بندوں پر نعمتوں کی بارش برسانا اور ان کی حفاظت کرنا صرف اکیلے اللہ ہی کا کام

Marfat.com

ہے جو چیز وہ روک لے کوئی دے نہیں سکتا اور جو وہ دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

① ﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾

[یونس: 107,106]

”اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔ اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرلے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

② ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ [الفاطر: 14,13]

”یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس

Marfat.com

کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

۳ ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾

[الأحقاف: 6,5]

''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔''

۴ ﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون: 117]

''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔''

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو پکارنے کو شرک اور کفر قرار دیا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ جو اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو پکارے وہ سب سے

Marfat.com

زیادہ گمراہ ہے۔ یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''سوال صرف اللہ تعالیٰ ہی سے کرنا ہے اور مدد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی ہے۔'' نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دعا ہی عبات ہے۔''

Marfat.com

وسیلہ

102- وسیلے کی اقسام

وسیلے کی دو قسمیں ہیں: ① جائز۔ ② ناجائز۔ وسیلے کی ایک قسم شرعاً ثابت ہے اور دوسری ممنوع ہے:

① وسیلے کی جائز اور مشروع صورت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے ذریعے سے مانگے اور یوں کہے: ''اے اللہ! تو غفور بھی ہے، رحیم بھی ہے، مجھے معاف فرما اور میرے اوپر رحم بھی فرما۔'' یا اس طرح دعا کرے: ''اللہ تو مجھے معاف فرما اور مجھ پر رحم کر، کیونکہ تو ہی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔'' یا اس سے ملتی جلتی کوئی دعا کر سکتا ہے۔

② ناجائز وسیلہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وجاہت اور ذات کا وسیلہ استعمال کرے جو ناجائز اور بدعت ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا نہیں کیا کرتے تھے اور یہ وسیلہ مفید بھی نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کی ذات اور وجاہت کے وسیلے سے کسی کو فائدہ نہیں ہوگا، البتہ اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے عمل اور آپ ﷺ کے ساتھ محبت کا وسیلہ استعمال کرے تو جائز ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2/20)

Marfat.com

103- نبی اکرم ﷺ کی عظمت کا وسیلہ ڈالنا جائز ہے؟

اہل علم کی رائے کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی عظمت و شان کا وسیلہ ڈالنا درست نہیں۔ اس انداز سے وسیلہ ڈالنا حرام ہے، اس لیے کہ وسیلہ اس وقت ہی وسیلہ کہلا سکتا ہے جب مقصد کے حصول میں اس کا کوئی اثر ثابت ہو۔ نبی اکرم ﷺ کی عظمت و شان کا اس کے حصول مقصد میں کوئی عمل دخل نہیں، لہٰذا یہ ذریعہ بھی نہیں بن سکتا۔ دعا کے لیے صرف صحیح وسیلہ ہی اختیار کرنا چاہیے جو حصول مقصد میں مفید ہو۔ آپ ﷺ کی عظمت و شان آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، ہمیں تو فائدہ آپ ﷺ پر ایمان لانے اور محبت کرنے ہی سے ہوگا۔ بہترین اور آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی یوں دعا کرے: ''اے اللہ! تجھ پر ایمان اور تیرے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے وسیلہ سے میرا فلاں کام پورا فرما دے۔'' جو انسان ایک غلط طریقہ کو چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہت سی جائز اور مباح صورتیں پیدا فرما دیتے ہیں۔ تمام تعریفوں کے لائق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 378)

104- نبی اکرم ﷺ کے حق کا وسیلہ ڈالنا جائز ہے؟

مخلوق کے حق کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ناجائز ہے۔ یہ وسیلہ کی ممنوع صورت اور غیر اللہ کے نام کی قسم ہے، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ پر تو مخلوق میں سے کسی کا کوئی حق واجب ہے بھی نہیں۔ وسیلہ کی جائز صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اپنے نیک اعمال کا وسیلہ ڈالا جائے، جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کو ذریعہ بنایا جائے۔ (اللجنة الدائمة: 18604)

Marfat.com

105- نیک لوگوں کا وسیلہ ڈالنے کا کیا حکم ہے؟

وسیلے کا تعلق انسان کے عقیدے سے ہے، کیونکہ وسیلہ اختیار کرنے والے کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جسے وہ درمیان میں واسطہ بنا رہا ہے، وہ فائدہ پہنچانے اور تکلیف کو دور کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

نیک لوگوں کو وسیلہ بنانے کی دو قسمیں ہیں:

① نیک آدمی سے دعا کروانا۔ یہ جائز اور درست ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے وسیلے کے قائل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا کرتے تو اس دعا سے ان کو فائدہ حاصل ہوتا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس کی دعا کا وسیلہ استعمال کیا اور بارش کی دعا ان سے کروائی۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ نیک لوگوں کی ذات کا وسیلہ ڈالنا۔ یہ شرعاً ثابت نہیں، بلکہ ایک اعتبار سے بدعت اور ایک اعتبار سے شرک ہے۔ بدعت اس وجہ سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کا وجود نہیں تھا۔ اور شرک اس وجہ سے کہ اگر کوئی کسی چیز کو سبب اور ذریعہ بنا لے اور حقیقت میں وہ ذریعہ نہ ہو تو اس نے شرک کی راہ اختیار کی ہے۔ اس اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا وسیلہ ڈالنا درست نہیں، لہٰذا یہ کہہ کر دعا کرنا درست نہیں کہ ''اے اللہ میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے تجھ سے مانگتا ہوں۔'' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وسیلہ جائز ہے، کیونکہ یہ ایسے اعمال ہیں جس سے انسان کو دین میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح راجح قول کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و

Marfat.com

شوکت کا وسیلہ بھی جائز نہیں، کیونکہ اس کا آپ ﷺ کی ذات سے تعلق ہے، کسی اور سے نہیں۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے آگے نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ کو وسیلہ بنانا چاہے تو ان الفاظ میں دعا کرے: ''اے اللہ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ میرے متعلق نبی اکرم ﷺ کی سفارش کو قبول فرما۔ یا مجھے نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا حق دار بنا۔'' اس طرح کی دعا کرنا جائز اور درست ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 377)

106- کیا کسی مخلوق کو یہ کہنا درست ہے کہ ہم آپ کو اللہ بزرگ و برتر کا وسیلہ دیتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی ذات کا کسی کو وسیلہ دینا ایسا ہی ہے جیسے یوں کہا جائے کہ ''ہم اللہ تعالیٰ کو سفارشی بناتے ہیں۔'' یہ ایسی بات ہے جس سے نبی اکرم ﷺ نے منع بھی فرمایا ہے اور سخت ناراضی کا اظہار بھی فرمایا ہے، اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت میں نقص اور کمی واقع ہوتی ہے، اس کا سبب یہ بھی ہے کہ جس کو وسیلہ یا سفارشی بنایا جائے اس کی عظمت کم ہوتی ہے جس کے ہاں اسے سفارشی پیش کیا جاتا ہے۔ ایسا کرنے والے آدمی کو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے اور آئندہ ایسے ناپسندیدہ الفاظ کبھی نہیں کہنے چاہیے۔ (اللجنة الدائمة: 21362)

107- بدعتی اور شرکی وسیلے میں کیا فرق ہے؟

وسیلے کی شرک والی صورت یہ ہے کہ وسیلہ پکڑنے والا عبادت کی صورتوں میں سے کسی صورت کے انداز میں وسیلہ اختیار کرے، جیسا کہ غیر اللہ کے نام پر

Marfat.com

جانور ذبح کرنا، غیر اللہ کے لیے نذر ماننا، مدد طلب کرنا اور دعا کرنا، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [یونس: 18]

”اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔“

اور دور حاضر کے قبروں کے پجاری قبروں کے پاس ایسا ہی کرتے ہیں۔ وہ مردوں سے مدد مانگتے، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اور نذریں مانتے ہیں۔

وسیلے کی بدعتی صورت یہ ہے کہ انبیاء، اولیاء اور صالحین کی قدر و منزلت کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا، اس میں عبادت کی صورت شامل نہیں ہوتی۔

(اللجنة الدائمة: 16708)

Marfat.com

تبرک

108- مخلوق سے تبرک حاصل کرنا کیسا ہے؟

مخلوق سے تبرک کی دو صورتیں ہیں:

1. کسی قبر، درخت، پتھر اور زندہ انسان یا مردے سے تبرک حاصل کرنا۔ ایسا کرنے والا اگر یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ یہاں سے برکت حاصل ہوتی ہے یا وہ اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا ذریعہ ہیں اور اللہ کے ہاں اس کی سفارش کریں گے، جیسا کہ اسلام سے پہلے مشرکین مکہ کیا کرتے تھے تو یہ شرک اکبر ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جو مشرکین اپنے بتوں کے متعلق عقیدہ رکھتے تھے۔ یہی وہ عمل ہے جس کی تردید میں ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ''کافر ایک درخت کی تعظیم کرتے اور اپنے اسلحہ کو اس کے ساتھ لٹکاتے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک اکبر قرار دیا اور اس کو موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے مشابہت دی، جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿ اِجۡعَلۡ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمۡ اٰلِهَةٌ ﴾ [الأعراف: 138]

''ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں۔''

2. یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں چیز اس لیے با برکت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے اور اس سے ثواب بھی ملتا ہے، نفع و نقصان کا کوئی عقیدہ اس

Marfat.com

میں شامل نہ ہو، جیسا کہ لوگ بیت اللہ کے غلاف کو متبرک خیال کرتے ہیں، کعبہ کی دیواروں کو ہاتھ لگاتے ہیں، مقام ابراہیم کو ہاتھ لگاتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے حجرہ، مسجد نبوی کے ستونوں اور بیت اللہ کے ستونوں کو برکت کی غرض سے چھوتے ہیں، تو ایسا تبرک بدعت اور شرک اکبر تک لے جانے کا ذریعہ ہے۔ ہاں وہ چیز جس کا متبرک ہونا کتاب وسنت کی دلیل سے ثابت ہو جائے، جیسا کہ آب زم زم، نبی اکرم ﷺ کا پسینہ اور آپ ﷺ کے بال مبارک اور وہ چیز جو آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کے ساتھ لگی ہو اور آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی متبرک ہے، تو یہ جائز اور درست ہے، کیونکہ یہ کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت ہے۔

(اللجنة الدائمة: 18511)

109- برکت کی غرض سے قرآنی آیات کو دیواروں پر لکھنا؟

قرآن مجید کو لٹکانا اور دیواروں پر لکھنا سلف صالحین کا طریقہ نہیں ہے۔
ایسا کرنے والے سے اس کا مقصد پوچھا جائے گا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ کیا آپ کا مقصد ان آیات کی تلاوت ہے؟ تو اسے کہا جائے گا کہ یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ ایک بیٹھا ہوا انسان ان آیات کو بطور عبادت تو تلاوت نہیں کرے گا۔ یا وہ صرف تبرک کے لیے لکھا ہے؟ اس انداز سے قرآن مجید سے تبرک حاصل کرنا تو بدعت ہے یا ایسا قرآن مجید کے دفاع کے لیے کیا ہے؟ تو اس انداز سے قرآن مجید کا ادب و دفاع ثابت نہیں ہے۔
یا ایسا کام کسی کی نصیحت کی خاطر کیا ہے؟ اکثر طور پر لوگ اس طرح سے

Marfat.com

اہتمام نہیں کرتے۔ ہم اس بات کو ایک مثال کے ذریعے سے واضح کرتے ہیں۔
مثلاً ایک آدمی یہ آیت لکھ دیتا ہے:

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا﴾ [الحجرات: 12]

''اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے۔''

کیا اس آیت کو پڑھنے والا غیبت کو بڑا گناہ سمجھ کر اس سے باز آ جائے گا؟ کیا ہر مجلس میں غیبت ہوتی ہے؟ جس مجلس میں غیبت ہوتی ہی نہیں تو وہاں اس آیت کو لکھنے کا کیا فائدہ ہے؟ یہ لکھی ہوئی یا دیوار پر لٹکائی ہوئی آیت مفید نہیں ہوگی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآنی آیات کو دیواروں پر لٹکانا اور لکھنا سلف صالحین کا طریقہ نہیں ہے اور اس امت کے آخری فرد کی اصلاح بھی اسی چیز ہی سے ہوگی جس سے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5/30)

Marfat.com

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا

110- قبروں پر سجدہ کرنا اور ان کی خاطر ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟

قبروں پر سجدہ کرنا اور ان کی خاطر ذبح کرنا جاہلیت کی بت پرستی والا طریقہ اور شرک اکبر ہے، اس لیے کہ دونوں کام ہی عبادت ہیں اور عبادت صرف ایک اللہ ہی کے لیے ہے۔ جو اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے وہ مشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ [الأنعام: 163,162]

''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ﴾ [الکوثر: 2,1]

''بلاشبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی۔ پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

Marfat.com

اس جیسی اور بہت سی آیات ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ سجدہ کرنا اور ذبح کرنا دونوں عبادت ہیں۔ جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ایسا کرے گا، وہ مشرک ہے۔ یہ واضح بات ہے کہ قبر کو سجدہ کرنے والے اور ان کے پاس ذبح وغیرہ کرنے والے کا مقصد ان کی تعظیم ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث ہے جس میں غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی حرمت اور ایسا کرنے والے کے اوپر لعنت کا ذکر ہے۔ حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چار چیزیں بیان فرمائیں:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوىٰ مُحْدِثًا، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ»[1]

"وہ شخص لعنتی ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے اور اپنے والدین کو گالی دینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ جو بدعتی کو پناہ دے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور جو زمین کی حدود کو بدل دے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔"

سنن ابو داود میں حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بوانہ نامی جگہ پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اس جگہ زمانہ جاہلیت میں کسی بت کی پوجا تو نہیں ہوتی تھی؟ صحابی نے جواب دیا: نہیں۔ فرمایا: وہاں ان کا میلہ تو نہیں لگتا تھا؟ کہا: جی نہیں۔ فرمایا:

«هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟»[2]

---

[1] صحیح مسلم [1978/43]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث [3313]

Marfat.com

''کیا وہاں زمانہ جاہلیت کا کوئی بت تھا؟''

پھر فرمایا

''اپنی نذر کو پورا کرو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی اور جس چیز کا آدمی مالک نہ ہو، اس نذر کو پورا کرنا درست نہیں۔''

مذکورہ حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ایسی جگہ پر ذبح کرنے والا لعنت کا مستحق ہے اور جانور ذبح کرنا حرام ہے۔ ایسی جگہیں جہاں غیر اللہ کی تعظیم کی جاتی ہو، خواہ قبر، بت یا ایسی جگہ جہاں جاہلیت کا میلہ لگتا تھا، اللہ کے نام کی چیز ذبح کرنا درست نہیں۔ (اللجنة الدائمة: 189)

111- قبروں پر ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھانے والا امام ہوسکتا ہے؟

اولیاء کی قبروں پر ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ ایسا کرنے والے امام کو بتایا جائے کہ یہ جائز نہیں۔ اگر اس کے باوجود وہ باز نہ آئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں، کیونکہ ذبح کرنا عبادت ہے اور عبادت صرف ایک اللہ ہی کی ہے۔ کسی مخلوق کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کے نام پر ذبح کرنا جائز نہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ [الأنعام: 163,162]

''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور

Marfat.com

میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ﴾ [الکوثر: 2,1]

''بلاشبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی۔ پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام پر ذبح کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 4494)

112- بتوں کے نام کا ذبیحہ کھانے کا کیا حکم ہے؟

غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ لوگ قبروں کے نام پر ان کا قرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مردار کے حکم میں ہے۔ اگر کوئی اس کو کھا لے لیکن اسے حلال نہ سمجھتا ہو تو اسے کافر نہیں کہیں گے، بلکہ یہ اس کی لاعلمی یا کوتاہی پر محمول کریں گے۔ (اللجنة الدائمة: 5741)

113- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی یاد میں ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی یاد میں ذبح کیا جانے والا جانور کھانا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ غیر اللہ کے نام پر ہے۔ (اللجنة الدائمة: 8487)

Marfat.com

114- نئے گھر کی دہلیز پر ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟

اگر ایسا کام جنوں کو راضی کرنے اور مصائب سے بچنے کی خاطر کیا جائے تو ایسا کرنا حرام بلکہ شرک ہے اور گھر پر ذبح کرنے کا عموماً یہی مقصد ہوتا ہے۔

لیکن اگر اس سے مقصود پڑوسیوں، عزیز و اقارب، دوست واحباب کی عزت وتکریم اور ان کو اپنی رہائش کے متعلق باخبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیا گھر ملنے کی خوشی میں اس کا شکریہ ادا کرنا ہو تو ایسا کرنا جائز اور درست ہے اور ایسا کرنے والا قابل ستائش ہے، لیکن ایسا عموماً گھر میں آباد ہونے کے بعد کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں ذبح گھر کے دروازے کے پاس نہیں ہوتا۔

(اللجنة الدائمة: 9867)

115- جنوں کے نام پر ذبح کرنا کیسا ہے؟

جنوں کے نام پر ذبح کرنا یا جنوں کو راضی کرنے کے لیے ذبح کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے اور اگر ایسا کرنے والا توبہ کے بغیر ہی فوت ہو جائے تو پکا جہنمی ہے، کیونکہ شرک کی موجودگی میں کوئی عمل بھی مفید نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الأنعام: 88]

”اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقیناً ان سے ضائع ہو جاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔“ (اللجنة الدائمة: 2572)

Marfat.com

غیر اللہ کے نام کی نذر ماننا

116- کیا نذر ماننا عبادت ہے؟

نذر عبادت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے، کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام کی نذر ماننے والا اللہ کا حق جو عبادت کی صورت میں ہے، کسی اور کو دے رہا ہے اور جو کوئی ایسا کرے، کسی کے نام کی نذر مانے یا ذبح کرے تو وہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والا سمجھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے عموم میں شامل ہوگا:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ [المائدة: 72]

”بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

جو شخص قبروں کے نام کی نذر اور ذبح کرنے کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ شرک اکبر کا مرتکب ہے جو دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والا ہے۔ تین دن تک ایسے آدمی کو مہلت دی جائے گی اور اسے توبہ پر مجبور کیا جائے گا۔ وہ توبہ کرے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

حق اور درست بات یہی ہے کہ غیر اللہ کی نذر ماننا کفر و شرک ہے۔
(اللجنة الدائمة: 2251)

117- قبروں کے نام کی نذر اور ذبح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

امت مسلمہ میں جو آدمی ایسا عقیدہ رکھے، اسے تین دن تک مہلت دی جائے اور اسے توبہ کرنے پر مجبور کیا جائے، کیونکہ اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کیا ہے، جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (اللجنة الدائمة: 1244)

118- قبروں اور مشائخ کے لیے نذر و نیاز دینا

مشائخ کی قبروں کے لیے نذر و نیاز دینا شرک ہے، اس لیے کہ نذر عبادت ہے اور اسے غیر اللہ کے لیے بجا لانا شرک ہے۔ ایسے ہی مشائخ کو پکارنا اور ان سے فریاد رسی کرنا بھی ہے، کیونکہ اس سے مقصود ان سے تبرک حاصل کرنا ہے۔ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے ''کتاب التوحید'' کے باب ''من تبرك بشجرة أو حجر ونحوها'' میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح قبروں کو تبرکاً چھونا تا کہ قبروں والوں سے فیض یاب ہوں، شرک ہے۔ (اللجنة الدائمة: 9412)

Marfat.com

دم کرنا

119- ایک حدیث کا مفہوم

سوال دم، تعویذ گنڈے اور باہمی عشق و محبت پیدا کرنے کے لیے تیار کی جانے والی تمام چیزیں شرک ہیں۔ اس حدیث کا مفہوم واضح کریں؟

جواب اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ اور امام ابو داود رحمہ اللہ نے اس روایت کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ غیر معروف الفاظ کے ساتھ دم کرنا یا شیطانوں کا نام لے کر دم کرنا نا جائز اور ممنوع ہے۔

"اَلتِّوَلَۃَ" یہ جادو کی ایک قسم ہے جو ایک دوسرے کی طرف مائل کرنے اور محبت پیدا کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔

"اَلتَّمَائِمَ" سے مراد وہ تعویذ ہیں جو بچوں کے گلے میں نظر بد اور جنوں سے بچنے کے لیے لٹکائے جاتے ہیں اور بعض دفع بیمار اور بوڑھے بھی لٹکا لیتے ہیں۔ کبھی وہ اونٹوں کی گردنوں میں لٹکائے جاتے ہیں اور جو جانوروں کی گردنوں میں لٹکائے جائیں انھیں "وتر" کہا جاتا ہے۔ یہ شرک اصغر کہلاتا ہے اور اس کا حکم بھی تعویذ والا ہی ہے۔ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوے کے سفر میں لشکر کی طرف پیغام بھیجا:

Marfat.com

«لَا يُبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ إِلَّا قُطِعَتْ» [1]

''کسی اونٹ کی گردن میں تندی کا ہار ہو تو اسے کاٹ دیا جائے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعویذ خواہ قرآنی ہو یا کوئی اور، سب کے سب حرام ہیں۔ دم اگر نامعلوم ہو تو حرام ہے اور اگر ایسا ہو کہ اس میں شرک والی کوئی بات ہو اور نہ اسلامی شریعت ہی کے مخالف ہو تو وہ جائز ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ دم کرتے بھی تھے اور جبریل نے بھی آپ ﷺ کو دم کیا تھا۔ فرمایا:

«لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا» [2]

''ایسا دم جائز ہے، جس میں شرک نہ ہو۔''

اسی طرح پانی کو دم کر کے مریض کو پلانا یا اس پر چھینٹے مارنا جائز ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا عمل ہے جو سنن ابو داود میں کتاب الطب میں مروی ہے:

«أَنَّهُ ﷺ قَرَأَ عَلَى مَاءٍ لِثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ ثُمَّ صَبَّهُ عَلَيْهِ» [3]

''آپ ﷺ نے پانی دم کر کے ثابت بن قیس بن شماس پر چھینٹے مارے۔''

سلف صالحین ایسا کرتے رہے ہیں، لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 52/1)

120- قرآنی اور غیر قرآنی تعویذ کا حکم

قرآن مجید کے علاوہ تعویذ لٹکانا ناجائز اور حرام ہے، بچے یا کسی اور چیز کے گلے میں لکڑی، جادو کی لکھی ہوئی کوئی تحریر، سیپ اور بھیڑیے کے بال وغیرہ

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2552]

[2] صحيح مسلم [2200/64]

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث [3885]

Marfat.com

ڈالنا ناجائز ہے، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰهُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللّٰهُ لَهُ»❶

"جو انسان تمیمہ پہنے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت و ضرورت کو پورا نہ کرے اور جو کوئی سیپ لٹکائے اس کی ضرورت بھی پوری نہ ہو۔"

اور ایک حدیث میں تو یوں فرمایا ہے:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ»❷

"جس نے تمیمہ پہنا، اس نے شرک کیا۔"

قرآنی تعویذ یا معروف دعاؤں کو لکھ کر بطور تعویذ گلے میں ڈالنے کے متعلق علماء کی مختلف رائے ہیں:

① کچھ علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں اور ایسا کرنے کو مریض پر دم کرنے کی طرح ہی خیال کرتے ہیں۔

② کچھ علماء اسے بالکل ناجائز قرار دیتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما اور دیگر سلف صالحین سے منقول ہے۔ ناجائز طریقے سے کیے جانے والے تعویذوں کی روک تھام کے لیے یہ تمام بزرگ قرآنی تعویذ کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں اور اس لیے بھی کہ جن روایات میں تعویذات سے منع کیا گیا ہے، ان میں سے کسی چیز کو خاص کر کے الگ نہیں کیا گیا، لہٰذا عموم پر عمل کرتے ہوئے ضروری بات جو سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ ہے کہ ہر طرح کا تعویذ ناجائز ہے، کیونکہ اس کی آڑ میں دوسرے ناجائز تعویذات رواج پکڑتے ہیں جس کی وجہ سے صحیح اور غلط میں پہچان کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

---

❶ ضعيف. الحاكم [240/4]

❷ مسند أحمد [156/4]

Marfat.com

ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان تعویذات کو پہن کر لوگ بیت الخلا اور گندی جگہوں میں داخل ہوتے ہیں، جبکہ قرآن مجید کو ایسی جگہوں سے محفوظ رکھنا ضروری بھی ہے اور اس کے ادب واحترام کے خلاف بھی ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 51/1)

121- نفسیاتی بیماریوں کا علاج تعویذوں سے کرنا درست نہیں

ایسی چیزوں کے لیے تعویذ لٹکانا جائز نہیں، کیونکہ ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنا، مسنون دعاؤں کے ذریعے، کثرت ذکر کے ذریعے اور نیک اعمال کے ذریعے سے علاج کرنا درست ہے، اسی طرح شیطان سے پناہ مانگنا اور گناہ اور برے لوگوں کی مجلس سے محفوظ رہنا، انسانی زندگی کو ہر لحاظ سے پرسکون اور خوشگوار بنا دیتا ہے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 11/24)

122- علاج کے لیے کپڑے پہننا

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ دوا شفا کے لیے ایک سبب ہے۔ اصل میں شفا تو اللہ کی طرف ہی سے ملتی ہے۔ کوئی دوا اس وقت تک شفا کا سبب اور ذریعہ نہیں بن سکتی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو، لہٰذا اسباب کی دو قسمیں ہیں:

① شرعی اسباب:

قرآن کریم اور دعا کرنا، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے (فاتحہ پڑھ کر دم کرنے والے صحابی کو) فرمایا کہ ''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ فاتحہ دم ہے؟''

اسی طرح نبی کریم ﷺ دم کیا کرتے تو اللہ جسے چاہتا اس کو شفایاب کر دیتا تھا۔

Marfat.com

(2) حسی اسباب:

شریعت اسلامیہ میں کسی مرض کے علاج کے لیے دوا کو استعمال کرنا جائز ہے، جیسا کہ شہد کو شفا قرار دیا گیا ہے، اس کے لیے وہ دوائیں درست ہیں جو تجربہ سے ثابت ہو چکا ہو کہ ان کے استعمال سے فلاں بیماری ٹھیک ہو جاتی ہے اور یہ اس وقت ہے جب دوا استعمال کی جائے۔ مریض دوائی کھائے تو اس کے اثر سے شفا کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کے حکم پر موقوف ہے، لیکن بیمار آدمی اپنے تصورات میں گم ہو کر دوائی کا دل ہی دل میں تصور اور خیال پیدا کرے، اگر وہ بیماری میں کمی محسوس کرے یا بعض اوقات اس تصور ہی سے درست ہو جائے تو ایسا کرنا درست نہیں ہے، اس طریقے پر اعتماد کرنا ناجائز ہے اور اسے دوا کہنا بھی درست نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت میں دھاگا باندھنے اور چھلا وغیرہ کو بیماری کا علاج سمجھ کر استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ یہ چیزیں شرک کا دروازہ کھولتی ہیں، مسبب الاسباب تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب ”کتاب التوحید“ میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

”کسی بیماری کو دور کرنے کے لیے دھاگا یا چھلا وغیرہ پہننا شرک ہے۔“

میرے خیال کے مطابق جوڑوں کے درد کے علاج کے لیے جو کڑے وغیرہ میڈکل سٹوروں وغیرہ سے ملتے ہیں، یہ بھی کوئی شرعی سبب نہیں ہے۔ یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے، اور نہ یہ کوئی حسی سبب ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس سے شفا مل جاتی ہے۔ کسی بیماری والے مریض کو یہ کڑے ہرگز استعمال نہیں کرنے چاہییں۔ توفیق اللہ تعالیٰ ہی دینے والا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 49)

Marfat.com

غیر اللہ کی قسم

123- "وَحَقِّ اللّٰہِ" (اللہ کے حق کی قسم) کہہ کر قسم اٹھانا درست ہے؟

اللہ تعالیٰ کے نام کی یا صفات میں کسی صفت کی قسم اٹھانا تو جائز ہے، لیکن مذکورہ الفاظ کے ساتھ قسم اٹھانا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق تو اس کی عبادت ہے اور اس کا تعلق انسانوں کے عمل سے ہے، لہٰذا اس طرح قسم اٹھانا درست نہیں۔

(اللجنة الدائمة: 20977)

124- اللہ اور رسول کے نام کی قسم اٹھانا جائز ہے؟

رسول کے نام کی قسم اٹھانا درست نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ» [1]

"جو کوئی قسم اٹھانا چاہے تو صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائے یا خاموش رہے۔"

ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ» [2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2679] صحيح مسلم [1646/3]

[2] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [1535]

Marfat.com

''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔''

(اللجنة الدائمة: 5661)

125- بیت اللہ کی قسم اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

بیت اللہ اور کسی بھی مخلوق کی قسم اٹھانا ناجائز ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ» ❶

''جو کوئی قسم اٹھانا چاہتا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائے ورنہ خاموش رہے۔''

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے

«مَنْ حَلَفَ بِشَيْءٍ دُوْنَ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ» ❷

''جس نے اللہ کے علاوہ کسی چیز کی قسم اٹھائی تو اس نے شرک کیا۔''

اس حدیث کو امام احمد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ» ❸

''جس نے اللہ کے علاوہ کسی چیز کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔''

اس حدیث کو امام ابو داود اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس سلسلے میں بہت سی احادیث ہیں۔ اس

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [2679] صحيح مسلم [1646/3]

❷ مسند أحمد، رقم الحديث [47/1]

❸ **صحيح.** سنن الترمذي، رقم الحديث [1535]

Marfat.com

سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ بیت اللہ، امانت اور انبیاء وغیرہ تمام مخلوقات کی قسم اٹھانا حرام ہے۔ شریعت میں جو قسم اٹھانے کا تصور ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی قسم ہے یا اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم ان الفاظ کے ذریعے سے قسم اٹھائی جا سکتی ہے: ''واللہ، باللہ، تاللہ'' یعنی اللہ کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا یا یہ کام میں ہرگز نہیں کروں گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دیگر ناموں: رحمان، رحیم، مالک، الملک وغیرہ اور اللہ تعالیٰ کے علم کی قسم اٹھانا بھی جائز ہے۔

نبی اکرم ﷺ تو اکثر یوں قسم اٹھایا کرتے تھے:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ»

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 105/23)

126- امانت کی قسم اٹھانا؟

اس طرح قسم اٹھانا درست نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا»[1]

''جو امانت کی قسم اٹھائے تو اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''

(اللجنة الدائمة: 15662)

127- انجیل کی تلاوت کرنا اور اس کی قسم اٹھانا

انجیل کی تلاوت کرنا مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں تحریف ہو چکی ہے اور جو حصہ تحریف کے بغیر ہے قرآن مجید نے آ کر اس

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3253]

Marfat.com

سے ہمیں بے نیاز کر دیا ہے۔ ہاں نصرانیت کی تردید کرنے کے لیے اگر اس کی ضرورت ہو تو اس کو پڑھنا جائز ہے اور یہ اجازت بھی صرف علماء کے لیے ہے۔
اور اس کی قسم اٹھانا ناجائز ہے، کیونکہ یہ تحریف شدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں، لہٰذا اس کی قسم اٹھانا درست نہیں۔ (اللجنة الدائمة: 15662)

128- دین اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم اٹھانا

کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دین اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم اٹھائے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

بخاری و مسلم میں نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے:

« مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَإِنْ كَانَ صَادِقًا لَمْ يَعُدْ إِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا »[1]

”جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی جھوٹی قسم اٹھائی، تو وہ اپنے قول کے مطابق کافر ہی ہوگا اور اگر سچی قسم اٹھائی تو بھی پورا دین اسلام لے کر واپس نہیں پلٹے گا۔“

اگر اس نے اپنی قسم کے خلاف کیا، یعنی کوئی وہ کام کر گزرا جس کے نہ کرنے کی قسم اٹھائی تھی یا اس کام کو نہ کیا جس کے کرنے کی قسم اٹھائی تھی تو اس پر قسم کا کفارہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ ایسا کرنے سے باز رہے۔ ایسا کرنے والے کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا، صرف توبہ ہی کافی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نیک اعمال بھی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1363] صحيح مسلم [110/176]

Marfat.com

﴿ وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰی ﴾

[طٰہٰ: 82]

"اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔"

اور اس کے دیگر اعمال ضائع نہیں ہوں گے، کیونکہ اس نے کافر ہونے کا ارادہ تو نہیں کیا، اس کا مقصد تو صرف اتنا ہی تھا کہ وہ فلاں کام ضرور بہ ضرور کرے گا یا بالکل نہیں کرے گا۔ (اللجنة الدائمة: 19621)

129- کسی قبر یا شیخ کی قسم اٹھانا؟

کسی قبر، مزار اور شیخ کی قسم اٹھانا ناجائز ہے اور کسی قاضی کو بھی ایسا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے:

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ» [1]

"جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔"

شریعت میں قسم صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی یا اللہ کی صفات میں سے کسی صفت کی جائز ہے۔ (اللجنة الدائمة: 8999)

[1] صحیح. سنن الترمذی، رقم الحدیث [1535]

Marfat.com

جادوٹونے کا بیان

130- جادو اور جادوگر کا بیان

جادو دو طرح کا ہوتا ہے:

① جادو کفر ہے۔ یہ جادو کی وہ قسم ہے جس کا تعلق شیطان سے ہے، لہٰذا شیطانوں (جنوں) سے حاصل کیا ہوا جادو کفر ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾ [البقرة: 102]

”اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔“

Marfat.com

یہ کفر کی ایسی صورت ہے جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے اور ایسا کرنے والا واجب القتل ہے۔ اگر ایسا کرنے والا توبہ کرے تو اس کی توبہ کی قبولیت کے متعلق اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس کی توبہ قابل قبول ہے، کیونکہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت آجاتا ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ [الزمر: 53]

”کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔“

اگر ایسا کرنے والا اپنے اس جادو کے عمل سے توبہ کرے اور باز آجائے تو اس کی توبہ کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ [الزمر: 53]

”بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔“

ہاں اگر جادو کے ذریعے سے اس نے کسی کو قتل کیا یا کسی کے نقصان کا باعث بنا ہے تو اس کی ذمہ داری اسی پر ہے، کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے۔ اگر قتل کیا ہے تو قصاص کے طور پر اسے قتل کیا جائے گا اور اگر کسی بیماری کا سبب بنا تو اس معاملے پر غور وفکر کیا جائے گا اور اگر مال کی بربادی کا سبب بنا تو اس کو پورا کرنے کا ضامن اور ذمہ دار ہوگا۔

② جادو کی دوسری قسم جس میں شیاطین کا کوئی عمل دخل نہیں، اس کا تعلق ادویات اور حسی اشیاء سے ہوتا ہے، جادو کی اس قسم کو ہم کفر نہیں کہتے، لیکن

Marfat.com

ایسا کرنے والے کو بھی برائی کا دروازہ بند کرنے کے لیے قتل کر دیا جائے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 15/5)

131- جادو کے ذریعے سے میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کرنا

ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ جادو کی اس قسم کو عطف (مائل کرنا) کہتے ہیں، اور جادو کی وہ قسم جس کے ذریعے سے میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا ہوتی ہے، اسے ''صرف'' (جدائی) کہتے ہیں، یہ صورت بھی حرام ہے اور کبھی یہ کفر و شرک کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ [البقرة: 102]

''حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔ پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے اور وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔ اور وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انھیں نقصان پہنچاتی اور انھیں فائدہ نہ دیتی تھی۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جان چکے تھے کہ جس نے اسے خریدا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 254)

Marfat.com

132- جادو کا علاج جادو کے ذریعے سے کرنا

جادو کا علاج جادو کے ذریعے سے کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اس کے متعلق اصل دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام احمد اور امام ابو داود نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ ''نشرہ'' (جادو کا جادو کے ساتھ علاج) جائز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«هِيَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ» [1] ''یہ شیطانی عمل ہے۔''

دوا اور شریعت میں ثابت ذکر واذکار کے ذریعے سے اس کا علاج کرنا ہی درست ہے، اس سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج بھی نازل فرمایا ہے، جاننے والوں کو علم ہو جاتا ہے اور نہ جاننے والوں کو پتا نہیں چلتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کا تو حکم ارشاد فرمایا ہے لیکن حرام چیزوں کے ساتھ علاج کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«تَدَاوَوْا، وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ» [2]

''علاج کرو لیکن حرام چیزوں سے علاج مت کرو۔''

(اللجنة الدائمة: 1465)

133- جادو کا علاج کن چیزوں کے ساتھ کیا جائے؟

جادو کا علاج دو چیزوں کے ساتھ کرنا چاہیے:

1. شریعت سے ثابت دم کے ذریعے سے۔
2. ان دواؤں کے ذریعے سے جو اس کے زائل کرنے میں معاون ثابت ہوں،

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3868]

[2] ضعيف. سنن أبي داود، رقم الحديث [3874]

Marfat.com

جو تجربے سے پتا چل جاتا ہے، لیکن جادو کا سب سے بہترین علاج شریعت سے ثابت شدہ دم میں ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ شرعی دم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ جادو کے اثر کو ختم کر دیتے ہیں۔

③ جادو کے علاج کی ایک تیسری صورت یہ بھی ہے کہ جادوگر کے عمل کا پتا چلا کر اس کی باندھی ہوئی گرہوں کو کھولا جائے اور اسے مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔

جس آدمی پر جادو کا اثر ہو، اس کو مندرجہ ذیل سورتیں پڑھ کر دم کرنا چاہیے:

١ سورۃ الفاتحہ ٢ آیۃ الکرسی ٣ سورۃ الکافرون۔

٤ سورۃ الاخلاص ٥ سورۃ الفلق ٦ سورۃ الناس

ان کے ساتھ ساتھ سورت اعراف، یونس، طٰہٰ کی مندرجہ ذیل آیات پڑھی جائیں۔ سورت اعراف میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴾ [الأعراف: 117 تا 119]

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی پھینک، تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔ پس حق ثابت ہوگیا اور باطل ہوگیا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ تو اس موقع پر وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے۔"

سورت یونس میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَلْقَوْا

Marfat.com

قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [یونس: 79 تا 82]

''اور فرعون نے کہا میرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے کر آؤ۔ تو جب جادوگر آگئے تو موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو کچھ تم پھینکنے والے ہو۔ تو جب انھوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو یہ تو جادو ہے، یقیناً اللہ اسے جلدی باطل کر دے گا۔ بے شک اللہ مفسدوں کا کام درست نہیں کرتا۔ اور اللہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دیتا ہے، خواہ مجرم برا ہی جانیں۔''

سورت طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ [طٰہٰ: 65 تا 69]

''انھوں نے کہا اے موسیٰ! یا تو یہ کہ تو پھینکے اور یا یہ کہ ہم پہلے ہوں جو پھینکے۔ کہا بلکہ تم پھینکو، تو اچانک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا، ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔ تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک خوف محسوس کیا۔ ہم

Marfat.com

نے کہا خوف نہ کر، یقیناً تو ہی غالب ہے۔ اور پھینک جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔''

مذکورہ بالا آیات کو پڑھ کر پانی پر دم کیا جائے اور اس میں مزید پانی ملا کر جادو کے اثر والے انسان کو پانی سے غسل کروایا جائے اور کچھ پانی اسے پلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اثر ختم ہو جائے گا اور مریض شفا یاب ہو جائے گا۔ یہ ہمارا ذاتی تجربہ بھی ہے اور بہت سے لوگوں نے اسے آزمایا ہے۔

اگر پانی میں بیری کے سات سبز پتوں کو باریک کر کے پانی میں ڈالا جائے تو یہ بھی درست ہے۔ ان شاء اللہ یہ بھی فائدہ مند ہے اور بیری کا درخت ویسے ہی معروف ہے۔ کچھ دوائیں بھی ایسی ہیں جن کے ذریعے سے جادو کا علاج کیا جاسکتا ہے جن کے متعلق علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے جادو کے علاج کے تحت ان کا ذکر فرمایا ہے، اسی طرح ''فتح المجید'' جو کتاب التوحید کی شرح ہے، اس میں الشیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخ نے جادو کے بیان میں بھی انھیں ذکر کیا ہے۔ رہی یہ بات کہ کاہنوں، جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے پاس جا کر جادو کا علاج کروانا تو یہ بالکل ناجائز ہے۔ (ابن باز: نور علی الدرب: 194,193/1)

134- غیب کی خبریں دینا اور کاہن کے پاس جانا

کہانت کا معنی اٹکل پچو لگانا اور بے بنیاد باتوں کے ذریعے سے حقیقت کو تلاش کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بہت سے لوگوں نے اسے

Marfat.com

اپنا کاروبار بنا رکھا تھا۔ جنوں کے ساتھ ان کی وابستگی تھی جو آسمانوں سے خبریں چوری کر کے لاتے اور انہیں بتایا کرتے تھے، پھر یہ کاہن جنوں سے سنی ہوئی ایک سچی بات کے ساتھ بہت سے جھوٹ شامل کر کے لوگوں کو بتایا کرتے تھے اور جب ان کی کوئی ایک بات درست ہو جاتی تو لوگ ان کے دھوکے میں آجاتے اور وہ انھیں اپنا حاکم تصور کر لیتے، خصوصاً مستقبل کے معاملات میں، یہی وجہ ہے کہ کاہن اسے کہا جاتا ہے جو غیب کی خبریں جن کا تعلق مستقبل سے ہے، بتائے۔

کاہنوں کے پاس آنے والے لوگ تین طرح کے ہیں:

پہلی قسم:

کاہن کے پاس آنے والا اس کی تصدیق کا قائل نہیں لیکن اس سے پوچھتا ہے۔ ایسا کرنا حرام ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، جیسا کہ صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ أَتىٰ عَرَّافًا فَسَأَلَهُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً »[1]

”جو کاہن کے پاس جا کر (غیب کی خبروں کے متعلق) سوال کرتا ہے تو اس کی چالیس دن نماز قبول نہیں ہوتی۔“

دوسری قسم:

کاہن کے پاس جانا اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کرنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا ہے کیونکہ وہ اس کے علم غیب کے دعوی کی تصدیق کرتا

[1] صحیح مسلم [2230/25]

Marfat.com

ہے۔ ایسے دعوی کی تصدیق کرنا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تکذیب ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

[النمل: 65]

''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔''

نبی اکرم ﷺ کے صحیح فرمان میں بھی یہ بات موجود ہے:

((مَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ)) [1]

''جو کسی کاہن کے پاس جا کر اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت کا انکار کر دیا۔''

تیسری قسم:

کاہن سے سوال کرنے کا مقصد یہ ہو کہ لوگوں کے سامنے اس کی کیفیت واضح ہو جائے کہ یہ صرف اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بیٹھا ہوا ہے، ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ابن صیاد کے پاس گئے۔ آپ ﷺ نے دل میں کوئی بات سوچ رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے سوال کیا کہ بتاؤ میں نے کیا سوچا ہے؟ تو اس نے جواب دیا ''دخ'' اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ نے ''دھوئیں'' کا تصور کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ)) [2]

''تو ذلیل و خوار ہو جائے تو اس سے آگے بڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔''

---

[1] صحيح. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [639]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [1354] صحيح مسلم [2930/15]

Marfat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کاہن کے پاس جانے والوں کی تین صورتیں ہیں:

① کاہن سے سوال کرے اس کا مقصد نہ تو اس کی تصدیق ہو اور نہ اس کی حالت سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہو تو ایسا کرنا حرام ہے اور ایسے آدمی کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔

② کاہن سے سوال کرے اور اسے سچا بھی مانے۔ یہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، ورنہ کفر کی موت مرے گا۔

③ کاہن کے پاس آنے کا مقصد اس کا امتحان لینا اور اس کے متعلق لوگوں کو باخبر کرنا ہو تو یہ درست ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 259)

135- نجومیوں کے پاس جانے کا کیا حکم ہے؟

اگر آپ نجومی کے پاس جائیں اور وہ آپ کو یہ کہے کہ فلاں مہینے آپ کے ساتھ ایسے ایسے ہو گا، اگر آپ اسے سچا مان لیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا انکار کر دیا:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

[النمل: 65]

”کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔“

اس کا سبب یہ ہے کہ اس کاہن اور نجومی کی بات کو آپ نے تسلیم کر لیا ہے جو بہت بڑا کفر ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جو اللہ اور رسول ﷺ کی بات کو غلط ثابت کرنے کا ذریعہ بنے، وہ کفر ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے:

« مَنْ أَتىٰ عَرَّافًا فَسَأَلَهُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ

Marfat.com

أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ﴾[1]

”جو کسی نجومی کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرتا ہے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“

اس حدیث مین کفر کا ذکر نہیں، اس لیے کہ یہاں مطلق سوال کا ذکر ہے، نجومی کی تصدیق شامل نہیں ہے۔ ہاں اگر تصدیق بھی کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو جھٹلانا ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾

[النمل: 65]

”کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔“

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ایک کاہنہ عورت کی طرف سے خبر شائع ہوئی جس میں اس نے بہت سی چیزوں کے متعلق خبر دی کہ وہ پوری ہو کر رہیں گی، جبکہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی درست ثابت نہیں ہوئی۔ حقیقت بات یہ ہے کہ یہ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور لوگ کمزور ایمان ہونے کی وجہ سے ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 19/45)

136- ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا

ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا اور نحوست اور خوش نصیبی کو ان کی طرف منسوب کرنا؛ یہ مجوسیوں، قدیم مشرکوں، بے دینوں اور فلسفیوں کا نظریہ ہے۔ ستاروں کے علم کا دعوی حقیقت میں عالم الغیب ہونے کا دعوی ہے اور یہی سب سے بڑا شرک ہے۔ یہ حقیقت میں لوگوں کے ساتھ دھوکا اور فراڈ اور ان کے

[1] صحیح مسلم [2230/25]

Marfat.com

مالوں کو لوٹنے اور عقیدے کو خراب کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

ستاروں کی تاثیر کے اس نظریے کو آگے پھیلانا اور نشر کرنا حرام ہے اور اس کی تصدیق کرنا ناجائز ہے۔ یہ حقیقت میں کفر ہے اور عقیدہ توحید کو خراب کرنے کا ذریعہ ہے، لہٰذا اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ دوسروں کو بھی اس سے محفوظ رہنے کی نصیحت کرنی چاہیے اور تمام معاملات میں توکل اور بھروسا اللہ تعالیٰ ہی پر کرنے کی ضرورت ہے۔ (اللجنة الدائمة: 16694)

137- جادو سیکھنے کا حکم

جادو سیکھنا بالکل حرام ہے، خواہ یہ کام کرنے کے لیے سیکھا جائے یا اس سے محفوظ رہنے کے لیے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جادو سیکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرة: 102]

”لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔“

نبی اکرم ﷺ نے بھی جادو کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور اس سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

Marfat.com

«اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ» ❶

''سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔''

ان سات میں ایک جادو بھی شامل ہے۔ نسائی شریف میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً وَنَفَثَ فِيهَا فَقَدْ سَحَرَ، وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ» ❷

''جس نے (دھاگے کو) گرہ لگائی اور اس پر پھونک ماری تو یقیناً اس نے جادو کیا اور جس نے جادو کیا تو یقیناً اس نے شرک کیا۔''

اور یہ جو منقول ہے: ''تَعَلَّمُوا السِّحْرَ وَلَا تَعْمَلُوا بِهِ'' ''جادو سیکھنا جائز مگر کرنا ناجائز ہے۔'' یہ حدیث نہیں بلکہ کسی کا قول ہے۔

(الجنة الدائمة: 6289)

138- جادو اور نظر میں فرق

عربی زبان میں جادو ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو پوشیدہ ہو اور اس کے سبب کا علم نہ ہو سکے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں جادو، تعویذ اور دم کا نام ہے، پھر اس کی مختلف اقسام ہیں۔ جادو کے ذریعے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے، قتل بھی ہو جاتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان جدائی بھی ڈال دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهِ وَ مَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [البقرة: 102]

''پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [2766] صحيح مسلم [89/145]

❷ ضعيف. سنن النسائي، رقم الحديث [4079]

Marfat.com

بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے اور وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔''

نظر لگ جانا نبی اکرم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے اور ایسا ہونا حق اور ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«اَلْعَيْنُ حَقٌّ، وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابِقُ الْقَدَرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ، وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا»[1]

''نظر لگ جانا حق اور ثابت ہے، تقدیر سے کوئی چیز اگر آگے نکل سکتی تو یہ نظر ہوتی اور اگر کسی سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ غسل (ہاتھ پاؤں دھو کر پانی دینا) کر دے تو اسے ایسا کرنا چاہیے۔''

لیکن ارادتاً کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے ایسا کرنا حرام ہے، جس طرح جادو حرام ہے۔ جس آدمی کی نظر لگنے کا خدشہ ہو تو اس کے لیے ضروری ہدایت یہ ہے کہ جو چیز اسے اچھی معلوم ہو تو اسے دیکھ کر ''ماشاء اللّٰه لا قوة إلا باللّٰه'' کہے اور اس میں برکت کی دعا کرے۔

جس انسان کو نظر لگی ہو اس کو اللہ پر پورا ایمان اور بھروسا رکھنا چاہیے اور قرآن و حدیث سے ثابت دعاؤں کو پڑھے۔ اگر اسے علم ہو جائے کہ فلاں آدمی کی نظر لگی ہے تو اس کو ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کسی برتن میں دھو کر پانی دینے کے لیے کہے اور اس پانی سے نہا لے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا»[1]

''جب تم سے غسل کا مطالبہ کیا جائے تو پھر انکار مت کرو۔''

---

❶ صحیح مسلم [2188/42]

❷ صحیح مسلم [2188/42]

Marfat.com

ریا کاری کا بیان

139- ریا کاری کا حکم

ریا کاری چھوٹا شرک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان عبادت میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو شریک کرتا ہے اور یہ شرک اکبر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے تھوڑی ریا کاری کو چھوٹا شرک قرار دیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ ریا کاری بڑے شرک تک لے جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ [الکهف: 110]

''کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

عمل صالح وہ ہوتا ہے جو درست اور خالص ہو۔ خالص وہ ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور درست کام اسے کہا جائے گا جو شریعت کے عین مطابق ہو، لہٰذا وہ عمل جس میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو شامل کیا جائے صالح

Marfat.com

نہیں کہلا سکتا اور جو عمل صالح نہ ہو وہ اللہ کے ہاں مقبولیت کا درجہ نہیں پا سکتا۔

اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»[1]

''جس نے ہمارے طریقے کے خلاف کوئی عمل کیا وہ مردود ہے۔''

ایک اور حدیث میں فرمایا:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى»[2]

''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کو اس کی نیت کے اعتبار سے عمل کا بدلہ ملے گا۔'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 274)

140- ریا کاری کی نشانیاں

ریا کاری یہ ہے کہ انسان کوئی کام اس نیت سے کرے کہ لوگ اسے دیکھ کر اس کی تعریف کریں۔ یہ ایسا عمل ہے جس سے وہ کام رائیگاں چلا جاتا ہے اور انسان سزا کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ ریا کاری کا تعلق انسان کے دل سے ہوتا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے اسے شرک خفی کا نام دیا ہے۔

ریا کاری کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے کام کو بڑی خوبی سے سرانجام دے اور لوگ نہ ہوں تو وہ کام نہ کرے۔ ریا کاری کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی نصیحت کرنا اور اس کو یہ بتلانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تیرا ہر کام دیکھ رہا ہے، بلکہ تیرے دل کی باتوں کو بھی جانتا

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث [60] صحیح مسلم [1718/18]

[2] صحیح البخاری، رقم الحدیث [1]

Marfat.com

ہے۔ ریاکاروں کو قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا اور اس عمل کے عوض سوائے تھکاوٹ اور پریشانی کے انھیں کچھ نہ ملے گا۔جن لوگوں کو دکھانے کے لیے وہ کام کر رہا ہے وہ بھی ناراض ہونگے اور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔

(الفوزان: المنتقی459)

Marfat.com

توحید کی حفاظت

141- قبروں پر عمارت بنانا اگرچہ وہ مسجد ہی ہو

قبروں پر مسجدیں بنانا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے پر نبی اکرم ﷺ نے اپنے آخری ایام میں لعنت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَعنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارىٰ اِتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ»[1]

''اللہ تعالیٰ کی یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت ہو، وہ انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے تھے۔''

قبروں پر مسجدیں بنانا یہودیوں اور عیسائیوں کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا سبب ہے۔ اگر کہیں کسی قبر پر مسجد بنی ہوئی ہو تو اس کو گرانا ضروری ہے۔ ایسی مسجد میں نماز نہ پڑھی جائے اور ایسا عقیدہ نہ رکھا جائے کہ جو مسجد قبر (مزار) پر بنی ہو اس میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح پہلے سے بنی ہوئی مسجد میں قبر بنانا بھی درست نہیں، اگر ایسا ہو تو اس قبر کو ختم کر کے میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے اگر وہ میت مسلمان ہے، ورنہ غیر مسلموں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ مسجد کے اندر قبر بنانا اور قبر پر مسجد بنانا دونوں کام درست نہیں۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [136] صحيح مسلم [531/22]

Marfat.com

قبروں پر بنی ہوئی مسجدوں کو دوسری مسجدوں سے افضل سمجھنا غلط نظریہ ہے، یہ تو ایسی مسجدیں ہیں جن کو شریعت میں مسجد کہنا ہی درست نہیں، بلکہ ان کو گرانا ضروری ہے۔ خواہ وہ مسجد کسی ولی کی قبر کی طرف منسوب ہو یا عام آدمی کی طرف منسوب ہو، اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور خاتم الانبیاء اور امام المتقین محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 6/18)

142- قبروں کا طواف کرنا جائز ہے؟

قبروں کا طواف کرنا ناجائز ہے۔ ابوالحسن شاذلی کی قبر کا طواف ہو یا کسی بدوی کی قبر کا۔ اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور سیدہ نفیسہ کی قبر کا طواف جائز نہیں اور نہ ان سے بھی کسی افضل کی قبر کا طواف جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طواف عبادت ہے۔ بیت اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کا طواف قطعاً جائز نہیں۔ ابو حسن شاذلی کی قبر یا مزار کا طواف اگر قرب کا ذریعہ سمجھ کر کرتا ہے تو یہ شرک اکبر ہے۔ حج اور عمرے کے برابر ہونا تو دور کی بات ہے بلکہ یہ کفر و شرک، گمراہی اور بہت برا کام ہے اور بہت بڑا گناہ بھی ہے۔

اور اگر اس نیت سے طواف کرے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر ملے گا ابوالحسن کی خاطر نہ ہو، پھر بھی بدعت ہے اور اگر ابوالحسن کی خاطر ہو، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے پھر تو شرک اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاوی والرسائل 283/1)

Marfat.com

143- نیک لوگوں اور اولیاء کی قبروں کے پاس دعا کرنا

نیک لوگوں اور اولیاء کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان سے مانگنا بڑی قبیح بدعت ہے۔

قبر کے پاس دعا کرنا بدعت ہے، لیکن اسے کفر نہیں کہا جائے گا۔ اگر دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہو اور اس کا یہ عقیدہ ہو کہ یہاں دعا کرنا باقی جگہوں سے افضل ہے۔ لیکن قبر والوں سے دعا کرنا اور ضروریات کا مطالبہ کرنا کفر ہے اور آدمی دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ان دونوں گروہوں کو جو قبروں میں پڑے ہوئے مردوں سے مانگتے ہیں یا قبروں پر جا کر اللہ سے مانگتے ہیں، اپنے اس عمل سے باز آجانا چاہیے۔ سب سے بہترین جگہ جہاں دعا قبول ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے گھر یعنی مسجدیں ہیں۔ سب سے بہترین حالت جس میں دعا کی جائے سجدہ کی حالت ہے، اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے سجدے میں دعا کرنے کی رغبت دلائی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

« أَلَا وَإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا، فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ، وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ »[1]

"لوگو خبردار! مجھے رکوع اور سجدے میں تلاوت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ رکوع میں تو رب تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اور سجدے میں انتہائی کوشش کے ساتھ دعا کرو، کیونکہ سجدے میں دعا کی قبولیت کے امکان زیادہ ہیں۔" (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 3/18)

[1] صحیح مسلم [479/207]

Marfat.com

بیماری کے متعدی ہونے

اور

بدشگونی کا عقیدہ رکھنا منع ہے

144- کسی خاص دن، مہینے اور عدد کو منحوس سمجھنا

کسی خاص دن، مہینے اور عدد کو منحوس سمجھنا ناجائز ہے۔ یہ اسلام سے پہلے مشرک لوگوں کی عادات میں شامل ہے۔ اسلام نے اس کی پرزور تردید کی ہے اور دلائل سے واضح ہو چکا ہے کہ ایسا کرنا حرام اور شرک ہے۔ ایسا کرنے سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور نہ کسی نقصان ہی سے بچا جاسکتا ہے، اس لیے کہ نفع و نقصان کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾ [یونس: 107]

”اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا ہے:

«لَوِ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ» [1]

''اگر ساری امت اکٹھی ہو کر تجھے فائدہ پہنچانا چاہے تو ایسا نہیں کر سکتی مگر جو اللہ تعالیٰ نے تیری قسمت میں لکھ دیا ہے اور اگر نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر جو اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ قلمیں اٹھالی گئی ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَّةَ وَلَا صَفَرَ» [2]

''کوئی بیماری متعدی نہیں اور نہ بدشگونی ہی جائز ہے۔ الو کا بولنا کوئی اثر نہیں رکھتا اور نہ ماہ صفر ہی منحوس ہے۔''

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

«وَلَا نَوْءَ وَلَا غُوْلَ» [3]

''ستاروں کی کوئی تاثیر نہیں اور نہ ہی بھوتوں کی کوئی حیثیت ہے۔'' [4]

نبی اکرم ﷺ نے بدفالی اور بدشگونی کی نفی کی ہے اور یہ بتایا ہے اس کا

---

[1] سنن الترمذی، رقم الحدیث [2517]

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5707] صحیح مسلم [2220/102]

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2220/106]

[4] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2222/109]

Marfat.com

کوئی وجود نہیں اور نہ اس کی کوئی تاثیر ہے۔ یہ تو دل میں پیدا ہونے والے غلط قسم کے اوہام اور خیالات کا نتیجہ ہے۔ آپ ﷺ نے ﴿ وَلَا صَفَرَ ﴾ کہہ کر زمانہ جاہلیت کے اس عقیدے کی تردید فرمائی ہے جو وہ صفر کے مہینے کو منحوس جانتے تھے کہ یہ بیماریوں کا مہینا ہے۔ آپ ﷺ نے اس عقیدے کی نفی فرمائی اور فرمایا کہ صفر بھی باقی مہینوں کی طرح عام مہینا ہے۔ نفع و نقصان کے حصول میں اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اسی طرح دن رات کے تمام اوقات برابر ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ بدھ کے دن اور ماہ شوال کو منحوس گردانتے تھے، خاص طور پر ماہ شوال میں شادیاں نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ماہ شوال ہی میں میرے ساتھ نکاح کیا تھا۔

شیعہ دس کے عدد کو منحوس خیال کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عشرہ مبشرہ (وہ دس صحابہ جن کو نبی اکرم ﷺ نے جنت کی بشارت سنائی) سے بغض رکھتے ہیں۔ یہ ان کی جہالت اور عقل کی خرابی کا نتیجہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو اپنی کتاب ''منہاج السنہ'' میں رافضیوں پر رد کرتے ہوئے فرمائی ہے۔

فرماتے ہیں:

''رافضی عمارتوں کو بناتے ہوئے اتنا خیال رکھتے ہیں کہ کہیں دس ستون یا دس کھجور کے تنے نہ ہوں۔''

اسی طرح نجومی بھی اوقات کی تقسیم کرتے ہیں، کچھ اوقات کو منحوس اور کچھ اوقات کو انتہائی سعادت قرار دیتے ہیں، حالانکہ علم نجوم کے ذریعے سے ایسا کرنا حرام ہے اور جادو کی ایک قسم ہے۔

Marfat.com

یہ سارے جاہلیت کے کام ہیں، اسلام نے ان سب کی تردید فرمائی ہے۔علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدفالی یہ ہے کہ انسان کسی چیز کو دیکھ کر یا سن کر اسے منحوس خیال کرے۔ ایسا خیال کرنے والا سفر سے واپس آجاتا ہے اور کسی کام کا ارادہ کر لینے کے بعد اس سے رک جاتا ہے۔ اس نے شرک کے دروازے پر دستک دی، بلکہ اندر داخل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسا بالکل ختم کر دیا اور غیر اللہ سے ڈرنے لگا اور اپنا تعلق بھی غیر اللہ سے جوڑ لیا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ [الفاتحہ: 5]

''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔''

﴿فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ [هود:123]

''سو اس کی عبادت کر اور اس پر بھروسا کر۔''

﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾ [الشورى: 10]

''اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔''

کسی چیز کو دیکھ کر یا سن کر بدشگونی و بدفالی پکڑنا، اس تعلق کو توڑ دیتا ہے اور اس کا دلی تعلق عبادت اور توکل کی شکل میں غیر اللہ کے ساتھ مضبوط ہو جاتا ہے جس سے اس کے دل، ایمان اور حال میں خرابی واقع ہو جاتی ہے اور وہ بدشگونی کا مرکز و محور بن کر رہ جاتا ہے اور اس پر شیطانی تقرر کر دیا جاتا ہے جو اس کے دین و دنیا کو برباد کر دیتا ہے۔ اس طریقے سے بہت سے لوگ دنیا اور آخرت میں خسارہ پا چکے ہیں ۔ بدفالی اور بدشگونی کے حرام ہونے کے دلائل معروف ہیں۔ (محمد ابراہیم آل شیخ: الفتاوی والرسائل: 148,146/1)

Marfat.com

تصویر کی ممانعت

145- تصویر بنوانے کا حکم

تصویر کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ جاندار کی تصویر خواہ وہ انسان ہو یا حیوان، حرام ہے۔ تصویر بنانے کا انداز مجسمے کی شکل میں ہو یا کسی کاغذ پر ہو یا کسی کپڑے پر ہو یا دیوار پر، یہ سب حرام ہے، جیسا کہ صحیح احادیث میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے اور مصور کے متعلق درد ناک عذاب کی وعید ہے۔
تصویر کے حرام ہونے کا ایک سبب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ایک ذریعہ ہے۔ لوگ تصویر کے سامنے (عبادت کے انداز میں) کھڑے ہوتے ہیں، عاجزی کرتے ہیں، ان کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور ان کی وہی تعظیم کرتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالق ہونے میں مشابہت بھی ہے۔ تصویریں بنانے میں اور فتنے بھی ہیں، جیسے عورتوں کی عریاں تصویریں، تمثیلات اور جو ملکہ حسن کے نام سے معروف ہیں، ان کی تصویریں اور اس سے ملتے جلتے دیگر فتنے پائے جاتے ہیں۔
جن احادیث میں تصاویر کی حرمت کا تذکرہ ہے اور اس کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے، ان احادیث میں سے ایک حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

Marfat.com

«إِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ» [1]

"تصویریں بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور انھیں حکم ہوگا کہ ان (تصویروں) میں زندگی پیدا کرو۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ» [2]

"تصویریں بنانے والوں کو قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ہوگا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً» [3]

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی سب سے بڑا ظالم ہے جو میری طرح خالق بننے کی کوشش کرتا ہے، وہ ایک ذرہ، ایک دانہ یا ایک جَو ہی پیدا کر کے دکھائیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لائے تو ایک کھڑکی کے سامنے میں نے تصویروں والا پردہ لٹکا رکھا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ فرمایا:

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [2105] صحيح مسلم [2107/96]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [5950] صحيح مسلم [2109/98]
3. صحيح البخاري، رقم الحديث [7559] صحيح مسلم [2111/98]

Marfat.com

« يَا عَائِشَةُ! أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهِئُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ، فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ »[1]

''اے عائشہ! قیامت کے دن ان لوگوں کو سب سے سخت عذاب ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالق ہونے میں برابری کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر ہم نے اس پردے کو کاٹ کر اس کے ایک یا دو تکیے بنا لیے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

« مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ أَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ »[2]

''جس نے دنیا میں (کسی جاندار کی) تصویر بنائی تو قیامت کے دن اسے حکم ہوگا کہ اس میں روح پیدا کرو، لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَتُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ »

''ہر مصور (تصویر بنانے والا) جہنم میں جائے گا، ہر تصویر کے عوض اس میں جان پیدا کر کے اسے عذاب دیا جائے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''اگر ضرور تصویر بنانی ہو تو خوبصورت مناظر اور بے جان چیزوں کی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5954] صحيح مسلم [2107/92]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [5963] صحيح مسلم [110/100]

Marfat.com

تصویر بنائی جا سکتی ہے۔‘‘[1]

مذکورہ بالا تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے اور بے جان چیزیں جیسے سمندر، پہاڑ، درخت وغیرہ کی تصویریں بنانا جائز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے منع نہیں کیا۔ حدیث میں مذکورہ وعید ’’ان تصویروں میں جان ڈالو۔‘‘ سے بھی یہی بات سمجھ آتی ہے کہ ذی روح کے علاوہ تصویر بنانا جائز ہے۔ (اللجنۃ الدائمۃ: 2036)

146- فوٹو گرافی (کیمرے کے ذریعے سے تصویر بنانا) جائز ہے؟

کیمرے کے ساتھ لی گئی تصویر، جس میں مصور کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، اس کے متعلق علماء کی مختلف رائیں ہیں۔

جن علماء نے حدیث کے الفاظ کو سامنے رکھا ہے ان کے نزدیک یہ مطلق طور پر حرام ہے۔ خواہ اس کی تیاری میں کسی انسان کا کوئی عمل دخل نہ ہو اور صرف کیمرے سے تصویر لی ہو۔ اور جن علماء نے معنی اور سبب کو سامنے رکھا ہے کہ تصویر بنانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تخلیق میں مشابہت ہے، ان کا نظریہ ہے کہ کیمرے کے ذریعے سے لی گئی تصویر میں یہ معنی نہیں ہے، بلکہ یہ نقل اتارنا ہے، یہ مستقل تصویر نہیں ہے، بلکہ یہ عکس ہے، لہٰذا کوئی مشابہت نہیں۔ اس مسئلے کو ایک مثال کے ذریعے سے سمجھنا آسان ہے۔ ایک انسان ایک کاتب کی نقل اتارتا ہے تو اس کی یہ کتابت پہلے سے الگ اور جدا ہوگی اور اسے مشابہت قرار دیا جائے گا۔ اور جو کوئی کیمرے کے ذریعے سے اس کی کتابت کا عکس لے لیتا ہے تو یہ مشابہت نہیں، بالکل اسی طرح فوٹو گرافی کا معاملہ ہے۔

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2110/99]

Marfat.com

احتیاط کا تقاضا ہے کہ ہر قسم کی تصویر سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ یہ ایک مشتبہ معاملہ ہے اور جو ایسی چیزوں سے بچ جاتا ہے اس کا دین اور عزت دونوں محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی خاص ضرورت کی بنا پر مثلاً شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے تصویر کی ضرورت ہو تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ ضرورت اور مجبوری شبہ کے ازالے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاوی والرسائل:253/2)

147- اسلام میں تصویریں لٹکانے کا کیا حکم ہے؟

تصویر خواہ کسی بھی مقصد کے لیے لٹکائی گئی ہو حرام ہے۔ اس کا مقصد بادشاہوں، جرنیلوں، عظیم لوگوں اور مصلحین کی یادگار کو تادیر قائم رکھنا ہو یا ان سے مقصود سمجھداری اور بہادری ہو، جیسا کہ ابوہول کی تصویر لگائی جاتی ہے۔ تمام احادیث سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ حرام ہے اور اس کام سے شرک کا دروازہ بھی کھلتا ہے، جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم شرک میں مبتلا ہو گئی۔
(اللجنة الدائمة: 5068)

148- تصویر کے حرام ہونے کا سبب کیا ہے؟

تصویر کے حرام ہونے کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ کسی جاندار کی ہو۔ اس کو بنانے کا انداز کیسا بھی ہو، تراش کر بنائی جائے یا دیوار پر رنگ کے ذریعے سے بنائی جائے یا کسی کپڑے اور کاغذ پر ہو یا کسی کپڑے کو بُنتے وقت اس انداز سے بُنا گیا ہو یا کسی قلم یا اور ذریعے سے بنائی گئی ہو۔ اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ کسی چیز کی تصویر کو بالکل اس طرح سے بنایا جائے یا اس میں تبدیل کر کے اس کو بڑا یا چھوٹا کر کے یا خوبصورت یا بدصورت کر کے بنایا جائے۔ یا لکیریں کھینچ

Marfat.com

کر ایک بڑی جسیم قسم کی تصویر بنائی جائے۔اسی طرح خیالی تصویریں بنانا بھی اس میں شامل ہے جس طرح فرعون (مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے) کی تصویریں، صلیبی جنگوں کے قائدین، ان کے لشکروں کی تصویریں، اور عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی تصویریں جو عیسائیوں نے اپنے عبادت خانوں میں لگا رکھی ہیں۔قرآن و حدیث کے دلائل کے عموم میں یہ سب قسمیں شامل ہیں۔مخلوق کی خالق کے ساتھ مشابہت بھی ہے اور پھر یہ شرک کا سبب بھی ہے۔

(اللجنة الدائمة: 5068)

149- دیواروں پر تصویریں لگانا

جانداروں کی تصویروں کو دیواروں پر لگانا حرام ہے خواہ یہ مجسمے کی شکل میں ہوں یا عام تصویریں، مشہور و معروف بادشاہوں کی ہوں یا نیک لوگوں کی۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ احادیث کی رو سے ایسا کرنا حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا:

«لَا تَدَعْ صُورَةً إِلَّا طَمَسْتَهَا، وَلَا قَبراً مُشْرِفاً إِلَّا سَوَّيْتَهُ»[1]

"جہاں کہیں کوئی تصویر (مجسمہ) دیکھیں تو اسے ختم کر دیں اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دیں۔" (اللجنة الدائمة: 3059)

150- خطاطی کا حکم

رسم خطاطی کے دو معانی ہیں:

① جاندار چیزوں کی تصویریں بنانا۔ایسا کرنا حدیث کی رو سے حرام ہے، جیسا

[1] صحیح مسلم [969/93]

Marfat.com

کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ الَّذِيْنَ يُضَاهِئُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ »[1]

''قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔''

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

« إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ »[2]

'' تصویریں بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور ان کو حکم ہوگا کہ ان میں جان داخل کرو۔''

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سود کھانے اور کھلانے والے اور تصویریں بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا حرام ہے۔ اس کی وضاحت میں علماء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے مراد جانوروں، انسانوں اور پرندوں وغیرہ کی تصویریں ہیں۔

② بے جان چیزوں کی تصویر بنانا۔ یہ دوسرا معنی ہے اور یہ جائز ہے۔ اہل علم کے نزدیک درختوں، پہاڑوں اور جہاز وغیرہ کی تصویر بنانا درست ہے۔

تصویر کی جو حرام قسم ہے اس میں کچھ صورتیں مستثنیٰ قرار دی جائیں گی کہ ضرورت اور مجبوری کی بنا پر تصویر بنانا درست ہے، جیسا کہ کسی مجرم کو پہچاننے اور پکڑنے کے لیے اس کی تصویر (اخبار وغیرہ) میں دینا، اسی طرح انسانی دفاع

❶ صحيح مسلم، رقم الحديث [110/99]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5954] صحيح مسلم [2107/91]

Marfat.com

کے لیے تصویر کا ہونا جس کے بغیر ایسا کرنا ناممکن ہو، اس کے علاوہ جہاں ضرورت محسوس ہو تصویر بنائی جا سکتی ہے۔ حاکم وقت اگر اپنی رعایا کی حفاظت اور دفاع کی خاطر کسی شر سے بچنے کے لیے یا کسی اور سبب کی وجہ سے ضرورت محسوس کرے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ فرمان ربانی ہے:

﴿وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ﴾ [الأنعام: 119]

”حالانکہ بلاشبہ اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کر دی ہیں جو اس نے تم پر حرام کی ہیں، مگر جس کی طرف تم مجبور کر دیے جاؤ۔“

(ابن باز: نور علی الدرب: 302/1)

151- چٹائی وغیرہ پر بنی ہوئی تصویر کا کیا حکم ہے؟

چٹائی وغیرہ پر بنی ہوئی تصویر جائز ہے، کیونکہ چٹائی اور تکیہ دونوں نیچے ہوتے ہیں، اس میں تصویر کی کوئی تکریم وغیرہ مقصود نہیں ہوتی، بلکہ یہ تو روندی جاتی ہے۔ (ابن باز: نور علی الدرب: 311/1)

152- ویڈیو کے ذریعے سے تصویر بنانا کیسا ہے؟

ویڈیو کے ذریعے سے تصویر بنانے میں بنانے والے کا مقصد اور ارادہ دیکھا جائے گا کہ وہ کس مقصد کے لیے بنا رہا ہے۔ شادی بیاہ کی تقریبات کے موقع پر ویڈیو بنانا جیسا کہ آج کل یہ سلسلہ عام ہے، کبیرہ گناہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کو بعد میں ہر کوئی دیکھتا ہے، اس میں عورتیں اپنی زینت کا اظہار کرتی ہیں۔ کچھ کے چہرے ننگے ہوتے ہیں اور وہ ایک دوسرے سے باتیں کرتی ہوئی

Marfat.com

ہنس رہی ہوتیں ہیں جو فتنے کا سبب ہے، ایسا کرنا تو یقیناً حرام ہے۔

اور بعض اوقات ویڈیو سے مقصود علمی مواد کو اپنے لیے نقل کرنا، کسی چیز کی مشق کرنا، کسی چیز کو پیش کرنا وغیرہ اہم مقاصد ہوتے ہیں اور بعض دفعہ لوگوں کی تعلیم و تربیت کے وعظ کی صورت ہوتی ہے۔ ان مقاصد کے لیے ویڈیو بنانا جائز ہے۔ اصل چیز بنانے والے کی نیت پر منحصر ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 17/36)

153- قدرتی مناظر کی تصویر بنانا

قدرتی مناظر کی تصویر بنانا جائز اور درست ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو مفسر قرآن اور امت کے بہت بڑے عالم ہیں، انھوں نے اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث جو پہلے تصویر کے حکم میں گزر چکی ہے، اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے اوراس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تصویر کا سر ختم کرنے کے لیے کہا کہ اس کی حیثیت ایک درخت جیسی ہوجائے، لہٰذا یہ بات درخت وغیرہ کی تصویر کے جواز پر دلیل ہے اور الحمدللہ علماء بھی اس کے جائز ہونے پر متفق ہیں۔ لیکن افضل یہی ہے کہ جہاں تک بے جان چیزوں کی تصویروں سے بچنا ممکن ہو بچنا ہی چاہیے، کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو جانداروں کی تصویر بنانے تک لے جانے کا ذریعہ ہے۔ برائی کے ذرائع سے دور رہنا شریعت کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ناراضی کے اسباب سے محفوظ فرمائے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 4/307)

Marfat.com

فرشتوں پر ایمان

154- فرشتے افضل ہیں یا انسان؟

فرشتوں اور نیک انسانوں میں افضل کون ہے: انسان یا فرشتے؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں اہل علم کی رائے مختلف ہے۔ ہر ایک نے کتاب و سنت کے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی سمجھ کے مطابق اس مسئلے کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ نتیجے کے اعتبار سے نیک انسان فرشتوں سے افضل ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ جو اجر و ثواب نیک انسانوں کو عطا فرماتے ہیں، وہ فرشتوں کو نصیب نہیں ہوگا، بلکہ فرشتے تو انسانوں کی رہائش گاہ جنت میں ہر دروازے سے داخل ہونگے اور یہ کہیں گے:

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ [الرعد: 24]

''سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔''

لیکن ابتدا کے لحاظ سے فرشتے انسانوں سے افضل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے نگران فرشتوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

﴿عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ

Marfat.com

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ [التحریم: 6]

''بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ [الانبیاء: 19، 20]

''اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔''

اس مسئلے میں یہی فیصلہ کن بات ہے ورنہ فرشتوں اور نیک انسانوں میں افضلیت کے مسئلے پر بحث کرنا فضول کام ہے۔ انسان نہ تو اس کا مکلّف ہے اور نہ اس چیز کے علم اور فہم کی اسے کوئی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہی حامی و ناصر ہے۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 107)

155- فرشتے کس چیز سے پیدا کیے گئے ہیں؟

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا فرمایا ہے اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«خلقت الملائكة من النور، وخلق الجان من مارج من نار، وخلق آدم مم وصف لكم»[1]

''فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور جنوں کو شعلے مارنے والی آگ

[1] صحيح مسلم [2996/60]

Marfat.com

سے پیدا فرمایا ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔"

اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بھی ایسے ہی ہے۔

(ابن باز: نور علی الدرب: 74/1)

156- فرشتوں پر ایمان کی اہمیت

فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ یہ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے، جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اَلْإِيْمَانُ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهٖ، وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ »[1]

"اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا اور تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر ایمان لانا۔"

یہ بات باقی ہے کہ فرشتوں پر ایمان کیسے ہے؟ تو اس کی صورت یہ ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ فرشتے ہمیں نظر نہیں آتے اور یہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے پیغام رسانی اور بعض کو عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ انھیں بہت ہی طاقت و قوت حاصل ہے، خصوصاً جبرئیل علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ﴾ [التکویر: 19 تا 21]

[1] صحیح مسلم [8/1]

Marfat.com

''بے شک یہ یقیناً ایک ایسے پیغام پہنچانے والے کا قول ہے جو بہت معزز ہے۔ بڑی قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بہت مرتبے والا ہے۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے۔''

فرشتوں کے سپرد مختلف ذمہ داریاں ہیں۔ بعض فرشتے تو انسان کے دائیں بائیں رہتے ہیں اور اس کا ہر اچھا یا برا عمل تحریر کرتے ہیں۔ کچھ فرشتوں کی ذمہ داری انسان کی حفاظت کرنا ہے، یہ انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔ دن رات ان کی باری تبدیل ہوتی رہتی ہے، کبھی وہ رات کو اور کبھی وہ دن کو موجود ہوتے ہیں۔ نماز عصر اور نماز فجر میں وہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور کچھ فرشتوں کے ذمے روحوں کو قبض کرنا ہے اور کچھ مرنے کے بعد قبر میں انسان سے سوال کرنے پر مامور ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فرشتے ایک ایسی بڑی مخلوق ہیں جو ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ (ان کا اپنا ایک الگ جہان ہے) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«أَطَّتِ السَّمَاءِ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، لَيْسَ فِيْهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَفِيْهِ مَلَكٌ، قَائِمٌ لِلّٰهِ أَوْ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ»[1]

''آسمان آواز نکالتا ہے اور یہ اسی لائق ہے کہ آواز نکالے۔ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی جگہ خالی نہیں کہ ہر جگہ پر فرشتے کھڑے ہوکر رکوع کی حالت اور سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے آسمانوں میں بیت المعمور کے متعلق فرمایا:

[1] حسن. سنن الترمذی، رقم الحدیث [2312]

Marfat.com

''ساتویں آسمان پر ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں (جو ایک مرتبہ داخل ہو جاتے ہیں) ان کی باری قیامت تک دوبارہ نہیں آتی یا اس کے بعد دوبارہ نہیں آتی۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہیں جن کی تعداد اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں۔ فرشتوں میں سے جن کے ناموں کا ہمیں علم ہے، ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی خوبیوں کا ہمیں علم ہے ہم ان کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کی وہ ذمہ داریاں جن کا ہمیں علم ہے ان پر ایمان لاتے ہیں۔ باقی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ (ابن عثیمین : نور علی الدرب: 1/8)

157- کراماً کاتبین کو اللہ تعالیٰ نے کیوں مقرر فرمایا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے؟

ایسے معاملات میں ہم یہی کہیں گے کہ بعض اوقات تو کسی معاملے کی حکمت کا پتا چل جاتا ہے اور بعض دفعہ نہیں پتا چلتا۔ بہت سی چیزوں کی حکمت کا ہمیں علم ہی نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ [الاسراء: 85]

''اور وہ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں علم میں سے بہت تھوڑے کے سوا نہیں دیا گیا۔''

Marfat.com

اگر کوئی پوچھنے والا ہم سے مختلف مخلوقات کے متعلق سوال کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو ایسے اور گھوڑے کو ایسے اور گدھے کو ایسے کیوں بنایا ہے اور آدمی کو ایسی شکل کیوں دی ہے؟ تو ہمیں اس کی حکمت کا کوئی علم نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی یہ سوال کر دے کہ نماز ظہر کی چار، عصر کی چار، مغرب کی تین اور عشاء کی چار رکعتیں کیوں مقرر فرمائی گئی ہیں؟ تو ہم ان کی حکمت کو نہیں جان سکتے۔ اس سے ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ کتنے ہی کائنات اور شریعت سے متعلقہ امور ہیں جن کی حکمت کا ہمیں علم نہیں۔ جب یہ بات حقیقت پر مبنی ہے تو اگر کسی چیز کی حکمت کا علم اللہ تعالیٰ کے انعام کے ذریعے سے ہمیں معلوم ہو جائے تو یہ ایک بھلائی اور علم ہے اور اگر ہمیں علم نہ ہو سکے تو یہ کوئی نقص یا کمی بھی نہیں ہے۔
اب ہم مذکورہ بالا سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کراما کاتبین کو جو ہمارے ہر ہر فعل کو جانتے ہیں، کیوں پیدا فرمایا ہے؟

کراماً کاتبین کو پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو ایک منظم طریقے سے چلایا ہے اور ان کا ایک اندازہ مقرر فرمایا اور ایک مضبوط طریقے سے ان کو بنایا ہے۔ انسان کے ہر ہر فعل کو لکھنے کے لیے فرشتوں کو مقرر فرمایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو بندے کے کام کرنے سے پہلے ہی اس کام کا علم ہوتا ہے، اس کے باوجود ایسا کرنا یہ بندے کی مکمل حفاظت کے لیے اور نظام کائنات کو انتہائی مضبوط اور احسن طریقے کے ساتھ چلانے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی علیم اور حکمت و دانائی والا ہے۔[1] (ابن عثیمین: مجموع الفتاوی والرسائل: 89)

[1] نیز اس کی ایک حکمت یہ بھی ظاہر ہوتی ہے کہ قیامت کے دن انسان کے سامنے اس کے تمام اعمال لکھے ہوئے موجود ہوں گے اور وہ انھیں دیکھ کر اپنے گناہوں کے اعتراف سے راہِ فرار نہیں پا سکے گا۔

Marfat.com

جنوں اور شیطانوں کا بیان

158- جنوں اور شیطانوں میں کیا فرق ہے؟

ابلیس جنوں کا باپ ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ [الرحمٰن: 15]

''اور جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کا مکالمہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾

[الأعراف: 12]

''میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾

[الكهف: 50]

''تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمھارا دشمن ہے۔''

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جن شیطان کی اولاد ہیں، لیکن اس کی کیفیت ہمارے علم میں نہیں۔ اس کا تعلق ان چیزوں کے

Marfat.com

ساتھ ہے جن کا علم نہ ہونا نقصان دہ نہیں اور نہ جاننے ہی کا کوئی فائدہ ہے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/9)

159- جنوں کا انسانوں پر اثر انداز ہونا اور اس کا علاج

جن انسانوں کو مختلف انداز میں تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ ان کی اس حرکت کے ذریعے سے بعض دفعہ آدمی قتل بھی ہو جاتا ہے، اسی طرح پتھر مارنا اور خوف زدہ کرنا وغیرہ یہ چیزیں احادیث سے ثابت ہیں اور معاشرے میں پائی بھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:

''غزوہ خندق کے موقع پر ایک نوجوان جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، آپ ﷺ سے اجازت لے کر دوپہر کے وقت گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے کے پاس کھڑی ہے، اس حالت میں دیکھ کر وہ ناراض ہوا تو بیوی نے کہا: اندر آ کر دیکھو تو سہی۔ اس نوجوان نے دیکھا کہ اس کی چارپائی پر ایک بہت بڑا سانپ بیٹھا ہوا ہے۔ اس نوجوان نے سانپ کو تیر مارا، سانپ کے مرتے ہی وہ نوجوان بھی قتل ہو گیا۔ کس کی موت پہلے واقع ہوئی: سانپ کی یا آدمی کی؟ اس کا علم نہیں ہو سکا۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے گھروں میں رہنے والے بڑے بڑے سانپوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا سوائے دم کٹے اور (آنکھوں کے اوپر) دو نشان والے سانپوں کے۔''[1]

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [5235]

Marfat.com

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن انسانوں پر زیادتی کرتے اور ان کو تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں، جیسا کہ مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ یہ بات بڑی عام اور مشہور ہے کہ انسان بے آباد جگہ سے گذرتا ہے تو اس کے اوپر پتھر پڑتے ہیں، حالانکہ وہاں کوئی انسان بھی نظر نہیں آتا۔ اور بعض دفعہ آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں اور کبھی درختوں کی سرسراہٹ کی طرح بھی آواز معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح کی پریشان کن صورتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ بعض اوقات جن کسی آدمی کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے، یا تو اس کے ساتھ عشق اور محبت کی وجہ سے یا اسے تکلیف دینے یا کسی اور مقصد کے لیے ایسا کرتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ [البقرة: 275]

"وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔"

ایسی صورت حال میں جن انسان میں داخل ہو کر انسانوں سے ہم کلام ہوتا ہے اور دم کرنے والا جن سے عہد لیتا ہے کہ وہ دوبارہ اس آدمی میں نہیں آئے گا۔ اس طرح کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔ جنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے انسان کو تعوذ اور کتاب و سنت سے ثابت شدہ اذکار کی پابندی کرنی چاہیے، جیسا کہ آیت الکرسی کے بارے میں حدیث ہے:

"جو رات کو سوتے وقت اسے پڑھ لیتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر کر دیا جاتا ہے اور صبح ہونے تک شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔"[1] (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 8/9)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3101]

Marfat.com

160- کیا جن غیب کا علم رکھتے ہیں؟

جنوں کو غیب کا علم نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

[النمل: 65]

''اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی پڑھ لیں:

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ [سبا: 14]

''پھر جب ہم نے اس پر موت کا فیصلہ کیا تو انھیں اس کی موت کا پتا نہیں دیا مگر زمین کے کیڑے (دیمک) نے جو اس کی لاٹھی کھاتا رہا، پھر جب وہ گرا تو جنوں کی حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلیل کرنے والے عذاب میں نہ رہتے۔''

جو علم غیب کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے، اسی طرح علم غیب کا دعوی کرنے والے کی جو تصدیق کرے وہ بھی کافر ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

[النمل: 65]

''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔''

اللہ وحدہ لا شریک کے علاوہ زمین و آسمان کے غیب کو کوئی نہیں جان سکتا اور جو بھی مستقبل کی خبروں کو جاننے کا دعوی کرے وہ نجومی ہے، جبکہ نبی

Marfat.com

اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو کسی نجومی کے پاس جا کر سوال کرتا ہے (مستقبل کے حالات کے متعلق) تو چالیس دن تک اس کی نماز ہی قبول نہیں ہوتی۔''

اگر اس کو سچا بھی تسلیم کرے تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ وہ اسے سچا جان کر اللہ تعالیٰ کے فرمان کو جھٹلا رہا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

[النمل: 65]

''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 115)

161- جنوں سے (مستقبل کے متعلق) سوال کرنا اور ان کی تصدیق کرنا

اس مسئلے کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فتاوی میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

''جنوں سے سوال یا جو جنوں سے پوچھ کر بتائے اس سے سوال کرنا، ان کی بتائی ہوئی ہر بات کو سچا ماننا اور بتانے والے کی تعظیم کرنا بالکل حرام ہے۔ ہاں اگر اس آدمی کی حقیقت کو جاننے کے لیے اور اس کے سچا اور جھوٹا ہونے کو پہچاننے کے لیے پوچھا جائے تو جائز ہے۔''

اس کے بعد انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کو کوئی خبر پہنچے کافی دیر ہو چکی تھی تو انہوں نے ایک

Marfat.com

عورت جس کے پاس جن آتا تھا اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ صدقے کے جانور کو نشان لگا رہے تھے۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 114)

162- جنوں اور فرشتوں سے تعاون لینا اور (مصیبت کے وقت ان کو) پکارنے کا کیا حکم ہے؟

کسی نفع و نقصان کی خاطر یا کسی جن کی شرارتوں سے بچنے کے لیے فرشتوں اور جنوں کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا ایسا شرک ہے جس سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔

یہ کام خواہ فرشتوں اور جنوں کو پکار کر کیا جائے یا ان کے ناموں کو لکھ کر تعویذ کی شکل میں گلے میں لٹکایا جائے، یا اس سے غسل کیا جائے اور اس پانی کو پیا جائے، ایسا کرنے والے کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ تمام کام نفع مند ہیں اور ایسا کرنے سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں، یہ تمام امور شرک ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 200)

163- شیطان کے لیے دعا کرنا جائز ہے؟

شیطان کے لیے دعا کرنا جائز نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تقدیر کے بالکل الٹ ہے، اللہ تعالیٰ نے حکمت بالغہ کے لیے شیطان پر قیامت تک کے لیے لعنت فرمائی ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 112)

164- مرگی وغیرہ کے علاج کے لیے گرجے میں جانا؟

مرگی وغیرہ کی وجہ سے علاج کی خاطر کسی گرجے میں اور کسی جادوگر وغیرہ

Marfat.com

کے پاس جانا جائز نہیں۔ ہاں مباح طریقے سے دم اور قرآنی آیات کے ذریعے سے علاج کرنا جائز ہے، جیسا کہ سورت فاتحہ، سورت اخلاص، سورت فلق، سورت الناس اور آیت الکرسی کی تلاوت کرنا اور دیگر نبی اکرم ﷺ سے ثابت شدہ اذکار کو پڑھ کر علاج کرنا درست ہے۔ (اللجنة الدائمة: 8122)

165- کیا ابلیس فرشتہ ہے؟

ابلیس فرشتہ نہیں، کیونکہ ابلیس تو آگ کی پیداوار ہے جبکہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے، اس کی فطرت فرشتوں سے بالکل جدا ہے۔ فرشتوں کی صفت اور خوبی تو اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمائی ہے:

﴿لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

[التحریم: 6]

''جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ [الانبیاء: 19، 20]

''اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔''

جبکہ شیطان کا معاملہ تو اس کے بالکل الٹ ہے، یہ تو تکبر کرنے والا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

﴿ اِلَّآ اِبۡلِیۡسَ اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ وَ کَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ﴾ [البقرة: 34]

''مگر ابلیس، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں سے ہوگیا۔''

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس بھی وہاں موجود تھا اور ان کے ساتھ عبادت میں مصروف تھا، جبکہ اس کے دل میں کفر وتکبر بھرا ہوا تھا، لہٰذا یہ حکم سب کے لیے ہی ثابت ہو گیا، اسی وجہ سے تو اسے اس حکم سے خارج کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَسَجَدُوۡۤا اِلَّآ اِبۡلِیۡسَ﴾ [البقرة: 34]

''انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس۔''

ورنہ فرشتوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّآ اِبۡلِیۡسَ کَانَ مِنَ الۡجِنِّ فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہٖ﴾ [الكهف: 50]

''انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ جنوں میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 109)

166- کیا انسان جنوں سے خدمت کروا سکتا ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اپنے فتاوی کی گیارھویں جلد میں فرماتے ہیں کہ انسان جنوں سے جو خدمت لیتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں:

① پہلی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے کاموں میں خدمت لینا۔ مثال کے طور پر انسان کا تعلق کسی ایماندار جن کے ساتھ ہو تو اس سے علم حاصل کر کے دوسرے جنوں کو تبلیغ کرے یا دیگر شریعت سے

Marfat.com

ثابت شدہ معاملات میں تعاون کرنا، یہ جائز بھی ہے اور پسندیدہ بھی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا کام ہو تو اس کا تو ہمیں حکم ملا ہے۔ جن نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں آئے تو آپ ﷺ نے ان کو قرآن سنایا، وہ قرآن سن کر واپس گئے اور دوسروں کو اس کی تبلیغ کی۔ جنوں میں نیک، عبادت گزار اور زاہد اور اہل علم بھی ہیں، کیونکہ نذیر ہونے کے لیے عالم ہونا ضروری ہے۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ مباح اور جائز کاموں میں خدمت لینا درست ہے، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ خدمت کے لیے جو وسیلہ اور ذریعہ اختیار کیا جائے وہ جائز ہو اور اگر ذریعہ حرام ہے تو خدمت لینا جائز نہیں۔ اگر جن انسان کو شرک کرنے پر مجبور کرے کہ وہ اس کے نام پر جانور ذبح کرے، اس کے سامنے رکوع اور سجدہ کرے تو پھر جائز نہیں۔

③ تیسری صورت یہ ہے کہ ناجائز کاموں میں تعاون لینا، جیسا کہ لوگوں کے مال لوٹنے میں اور ان کو پریشان کرنے میں، ایسا کرنا چونکہ ظلم اور زیادتی ہے۔ اس لیے یہ حرام اور ناجائز ہے۔ اس کے ساتھ اگر خدمت لینے کا ذریعہ اور وسیلہ اگر حرام یا شرک ہو تو یہ بہت بڑا اور سخت گناہ ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاوی والرسائل: 113)

167- جن انسان میں داخل ہو جاتے ہیں؟

کتاب و سنت کے دلائل سے یہ ثابت ہے کہ جن انسان میں داخل ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ [البقرة: 275]

Marfat.com

''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔''

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قیامت کے دن قبروں سے اس انداز میں اٹھیں گے جیسا کہ بے ہوش اپنی بے ہوشی سے اٹھتا ہے اور شیطان نے اسے مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔''

حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ» (1)

''شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔''

مقالات میں علامہ اشعری فرماتے ہیں:

''اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ بے ہوش آدمی کے جسم میں جن داخل ہو جاتا ہے۔''

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے ابا جان سے عرض کی کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جن انسان میں داخل نہیں ہوسکتا تو امام صاحب نے فرمایا: ''یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ جن ہی انسان میں بولتا ہے۔''

مسند امام احمد اور بیہقی میں حدیث ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مجنون اور دیوانے بچے کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

«أُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ، أُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ» (2)

---

(1) صحيح البخاري، رقم الحديث [2038] صحيح مسلم [2175/24]

(2) سنن ابن ماجه، رقم الحديث:[3548]

Marfat.com

''اللہ کے دشمن! اس سے نکل جا۔ اللہ کے دشمن! اس سے نکل جا۔''

بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں۔

((أُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ)) [1]

''او اللہ کے دشمن! نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں۔''

چنانچہ وہ بچہ شفا یاب ہوگیا۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس مسئلے میں ایک دلیل قرآن سے اور دو دلیلیں سنت رسول ﷺ سے ثابت ہیں۔ اہل سنت اور ائمہ سلف کا بھی یہی کہنا ہے اور تجربہ بھی یہی بتاتا ہے۔ اس کے باوجود ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ جنون کے اور بھی اسباب ہوتے ہیں جیسا کہ اعصابی کمزوری اور دماغ میں خلل وغیرہ واقع ہو جانا۔ (ابن عثیمین۔ مجموع الفتاوی والرسائل: 117)

168- شیطانوں اور جنوں میں کیا فرق ہے؟

شیطان جنوں اور انسانوں دونوں میں پائے جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ [الأنعام: 112]

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔''

---

[1] صحیح. مسند أحمد [172/4]

Marfat.com

بلکہ شیطان تو جانوروں میں بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«اَلْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ» [1] ''سیاہ کتا شیطان ہے۔''

جن تو ابلیس کی اولاد ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ [الکھف: 50]

''تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں، وہ (شیطان) ظالموں کے لیے بطور بدل برا ہے۔'' (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/9)

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [702]

Marfat.com

کتابوں پر ایمان

169- قرآن مجید نے پہلی تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے؟

قرآن مجید نازل ہو جانے کے بعد پہلی تمام کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ مُہَیۡمِنًا عَلَیۡہِ﴾ [المائدة:48]

''اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں ﴿وَ مُہَیۡمِنًا عَلَیۡہِ﴾ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ قرآن مجید پہلی تمام کتابوں پر حاکم و نگران ہے اور غلبہ بھی اسی کا ہے، لہٰذا یہ پہلی تمام کتابوں کو منسوخ کرنے والا ہے۔ پہلی کتابوں کو ہدایت و راہنمائی کا ذریعہ سمجھ کر پڑھنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ حرام ہے، اس لیے کہ ایسا کرنے سے کتاب و سنت کی شان میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اگر پڑھنے والے کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ کتب قرآن مجید سے زیادہ جامع نہیں، ان کتابوں کو معلومات حاصل کرنے کے لیے اور اسلام کے مخالفین پر رد کرنے کے لیے پڑھا جائے تو جائز اور درست ہے۔ کبھی تو ایسا کرنا فرض ہو جاتا ہے، کیونکہ صحیح علاج تب ہی ممکن ہے اگر مرض کا

Marfat.com

صحیح علم ہو جائے، البتہ عامۃ الناس کے لیے ان کتابوں کو پڑھنا درست نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس معاملے میں لوگوں کی تین اقسام ہیں:

1. سابقہ کتابوں کو ذریعہ ہدایت سمجھ کر پڑھنا حرام ہے۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں، اس لیے کہ ایسا کرنے سے کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی شان میں کمی واقع ہوتی ہے۔
2. ان کتابوں کو پڑھنے کا مقصد حق کی معرفت اور اسلام دشمنوں کا رد کرنا مقصود ہو تو یہ جائز ہے، بلکہ بعض اوقات یہ واجب اور فرض ہوتا ہے۔
3. صرف ذاتی معلومات کے لیے پڑھنا، نہ تو اس سے راہنمائی مقصود ہو اور نہ رد کرنا۔ ایسا کرنا جائز تو ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ ایسا نہ کرے، تاکہ شیطان کے دھوکے سے محفوظ رہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/10)

170- آسمانی کتابوں میں تحریف کا علم ہونے کے باوجود ان کو پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

پہلے تو اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں جس کی تلاوت عبادت سمجھ کر کی جائے۔ آسمانی کتابوں میں ایک ہی کتاب ایسی ہے جس پر چلنا شریعت کا درجہ رکھتا ہے اور وہ قرآن ہے۔ تورات اور انجیل کا مطالعہ کرنا کسی کے لیے جائز نہیں، کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تورات کا صحیفہ پڑھتے دیکھا تو آپ ﷺ نے ناراضی کا اظہار فرمایا:

«أَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟»[1]

---

[1] مسند أحمد [387/3]

Marfat.com

''خطاب کے بیٹے! تجھے کوئی شک ہے؟''

اس حدیث کے صحیح ہونے میں اگرچہ کلام ہے، لیکن اسے صحیح ہی تسلیم کیا جائے گا، کیونکہ ہدایت کا ذریعہ صرف اور صرف قرآن ہی ہے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس جو اس وقت کتابیں موجود ہیں، کیا یہ آسمانی کتابیں ہیں؟ انہوں نے تو ان میں تحریف اور تبدیلی کر دی ہے؟ یہ یقین سے تو کہا ہی نہیں جاسکتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں اپنی اصلی حالت میں ہیں، لہٰذا ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسا غیرت مند طالب علم اور صاحب بصیرت ہو جو ان کتابوں کا مطالعہ یہودیوں اور عیسائیوں پر رد کرنے کے لیے کرے تو جائز ہے۔ اگر ایسی کوئی کتاب مل جائے تو اسے جلا دینا چاہئے۔ عیسائیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، یہ انجیل کو ایک خاص شکل (جو قرآن مجید سے مشابہت رکھتی ہے) میں پھیلا رہے ہیں۔ جس انسان کو قرآن مجید کے متعلق معلومات نہیں وہ اسے قرآن سمجھ کر پڑھتا ہے۔ ان کی یہ ساری خباشتیں اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے ہیں۔

مسلمان بھائی! جب بھی آپ اس طرح دیکھیں تو اس کو جلا دیں، یہ آپ کے لیے باعثِ ثواب ہوگا، کیونکہ یہ اسلام کا دفاع ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2/10)

171- قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے؟

یہ بات ہم سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ

Marfat.com

كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبۡلِغۡهُ مَاۡمَنَهٗ﴾ [التوبة: 6]

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دے۔''

یعنی وہ قرآن سنے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ پناہ لینے والا اللہ تعالیٰ کا کلام ڈائریکٹ سن رہا ہے، بلکہ وہ تو قرآن سنتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ قرآن تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ﴾ [الزمر: 1]

''اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ ۝ عَلٰى قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيۡنٍ﴾ [الشعراء: 190 تا 193]

''جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔ واضح عربی زبان میں۔''

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور پھر نازل بھی تھوڑا تھوڑا کر کے ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَةً وَّاحِدَةً ۛۚ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلۡنٰهُ تَرۡتِيۡلًا﴾ [الفرقان: 32]

''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ قرآن اس پر ایک ہی

Marfat.com

بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے اتارا) تا کہ ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر کر پڑھنا۔"

اور فرمایا:

﴿ وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾ [الإسراء: 106]

"اور عظیم قرآن، ہم نے اس کو جدا جدا کر کے (نازل) کیا، تا کہ تو اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور ہم نے اسے نازل کیا، (تھوڑا تھوڑا) نازل کرنا۔"

قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کے بہت سے فوائد ہیں، جیسا کہ اصول تفسیر میں اہل علم نے ان کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر: 1]

"بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔"

اس کے متعلق مختلف مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتدا لیلۃ القدر میں ہوئی، لہٰذا پہلی بار قرآن کریم لیلۃ القدر میں نازل ہوا، پھر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ قدر والی رات یہ سارا قرآن بیت العزت میں جمع ہو گیا، پھر نبی اکرم ﷺ کی طرف تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا، لیکن پہلی بات ہی زیادہ درست ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ﴿ اِنَّآ

Marfat.com

أَنْزَلْنٰهُ ﴾ ”ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا۔“ کا مقصد یہ ہے کہ اس کے نزول کی انتہا اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے اور یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ پورا قرآن ایک ہی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل نہیں ہوا، لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتدا شب قدر کو ہوئی، پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے موافق تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت نازل ہوتا رہا۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 9/10)

172- قرآن مجید کو مخلوق ماننے والے کا کیا حکم ہے؟

قرآن مجید کو مخلوق ماننے والا بدعتی اور گمراہ ہے، اس لیے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق نہیں۔ اہل سنت کے ائمہ نے قرآن مجید کو مخلوق ماننے والوں کا سختی سے رد کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے دور میں ایک بہت بڑا فتنہ برپا ہوا، بعض ائمہ کرام نے تو ایسا ماننے والوں کو کافر قرار دیا ہے، جس نے قرآن کو مخلوق سمجھا اس نے اوامر و نواہی کو فضول قرار دیا جس سے ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی یوں محسوس ہوگا جیسا کہ کسی دیوار میں کوئی چیز لکھی تھی، بس ختم ہوگئی، لیکن قرآن مجید کو محدث (جو پہلے نہ ہو) ماننے والے کو بدعتی اور گمراہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ یہ لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴾ [الأنبياء: 2]

”ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو مگر وہ اسے مشکل سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔“

Marfat.com

اگر مخاطب کا مطلب اس (محدث) سے مخلوق ہو تو ایسے اوقات میں یہ اصطلاح ناجائز ہے، تاکہ اس سے کوئی غلط مفہوم لینے کا احتمال نہ رہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 7/10)

173- انجیل کو اس غرض سے پڑھنا کہ وہ عیسی علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے؟

قرآن سے پہلے جتنی بھی کتابیں گزر چکی ہیں، ان کا پڑھنا دو وجوہات کی بنا پر ناجائز ہے:

① پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ان کتابوں میں جو مفید باتیں تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ قرآن مجید میں فرما دیا ہے۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید اتنا وسیع اور مفصل ہے کہ ان کتابوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾

[آل عمران: 3]

''اس نے تجھ پر یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے۔''

ایک اور مقام پر یوں فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾

[المائدة: 48]

Marfat.com

''اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا۔''

سابقہ تمام کتابوں میں جو خیر کی باتیں تھیں ساری کی ساری قرآن مجید میں موجود ہیں۔ رہا سائل کا یہ سوال کہ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے عیسی علیہ السلام سے کلام کیا ہے تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ قرآن مجید میں وہ تمام حصہ آچکا ہے جو ہمارے لیے مفید ہے، لہٰذا انجیل پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ویسے بھی انجیل اپنی اصلی حالت میں نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انجیل کے چار مختلف نسخے رائج ہیں اور چاروں ایک دوسرے کے مخالف ہیں، اس لیے کسی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

ہاں ایسا اہل علم جو حق و باطل کے درمیان فرق کی طاقت رکھتا ہو، اس کو ایسا کرنا جائز ہے تاکہ وہ باطل کا رد کر سکے اور اس کے ماننے والوں پر حجت قائم کر سکے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل:5)

Marfat.com

رسولوں پر ایمان

174: کیا تمام رسول مرتبہ و مقام میں برابر ہیں؟

تمام رسولوں علیہم السلام کا مرتبہ و مقام برابر نہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ [البقرة: 253]

''یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اس نے درجوں میں بلند کیا۔''

اس کی دوسری دلیل یہ ہے:

﴿ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [الإسراء: 55]

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت بخشی۔''

لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم تمام رسولوں پر ایمان لائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور ان کی طرف آنے والی وحی حق تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہے:

﴿ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ

Marfat.com

اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَ مَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ [البقرة: 136]

''کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔''

اور اس وجہ سے بھی کہ یہ نبی اکرم ﷺ اور مومنوں کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ [البقرة: 285]

''رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔''

اس بات میں تو ہم کوئی فرق نہیں کرتے کہ ہم سب انبیاء پر ایمان لاتے ہیں، ان کو صادق اور ان کی رسالت کو حق تسلیم کرتے ہیں، لیکن دو چیزوں میں فرق ضروری ہے:

Marfat.com

① پہلا فرق یہ ہے کہ بعض رسول بعض سے مرتبہ و مقام میں افضل ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کو دوسروں پر فضیلت بخشی ہے، لیکن اس فضیلت کا انداز فخر و تکبر والا ہوسکتا ہے اور نہ اس سے کسی کی شان میں کمی کا تصور ہوسکتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ایک واقعہ موجود ہے۔

ایک یہودی نے ان الفاظ میں قسم اٹھائی، ''اس ذات کی قسم! جس نے پوری انسانیت پر موسیٰ علیہ السلام کو فضیلت عطا فرمائی'' یہ بات سنتے ہی انصاری صحابی نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا اور بولا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے تو اس طرح کی بات کرنے کی جرأت کرتا ہے؟ وہ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میرا مسلمانوں سے معاہدہ اور ذمہ ہے، اس کے باوجود فلاں آدمی نے مجھے تھپڑ مار دیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری سے وجہ پوچھی تو اس انصاری نے سارا واقعہ سنا دیا۔ یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا:

«لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ»[1]

''ایک نبی کو دوسری پر (اس طرح) فضیلت نہ دو۔''

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ: أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُونُسَ بْنِ مَتّٰى»[2]

''کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متیٰ سے افضل ہوں۔''

② دوسرا فرق اتباع ہے۔ ہمارے اوپر اتباع صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3414] صحيح مسلم [2373/159]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [3395]

Marfat.com

اور واجب ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ کی شریعت سے پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ﴾ [المائدة: 48]

''اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 123)

175- نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

اہل علم کا خیال ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شریعت عطا کی ہو اور آگے لوگوں تک پہنچانے کا حکم صادر نہ فرمایا ہو، بلکہ خود اس پر کاربند ہو، دوسروں کو اس کا پابند بنانا ضروری نہ ہو اور رسول وہ ہوتا ہے جس کو شریعت عطا کر کے آگے پہنچانے اور خود اس پر کاربند رہنے کا حکم ملا ہو، لہٰذا ہر رسول نبی تو ہوتا ہے، لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ رسولوں کی کثیر تعداد ہے، کچھ کا تذکرہ تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرما دیا ہے اور کچھ کا ذکر نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [المؤمن: 78]

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے سنایا اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے نہیں سنایا۔ اور کسی رسول کا اختیار نہ تھا کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔''

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جن نبیوں کا قرآن میں تذکرہ ہوا ہے وہ سارے کے سارے رسول ہی ہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 124)

176- کیا یہ دعویٰ درست ہے کہ انبیاء علیہم السلام فوت ہو جانے کے بعد سنتے اور دیکھتے ہیں؟

تمام فوت شدگان جن میں انبیاء بھی شامل ہیں، پکارنے والوں کی پکار کو اس انداز میں نہیں سن سکتے کہ وہ ان کی بات سن کر جواب دیں اور ان کی ضرورت کو پورا فرما دیں۔ اس بات کی نفی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں کی ہے:

﴿ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ [الروم: 52]

''پس بے شک تو نہ مردوں کو سناتا ہے۔''

رہی یہ بات کہ بخاری و مسلم میں آتا ہے کہ جب میت کو قبر میں اتارا

Marfat.com

جاتا ہے تو اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّهُ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ حِينَ يُوَلُّونَ عَنْهُ»[1]

''جب میت کو دفن کر کے لوگ واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔''

اسی طرح جو آپ ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن ان کافروں کے متعلق، جو قتل ہو کر بدر کے کنویں میں پڑے تھے، ارشاد فرمایا:

«هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟»

''کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پا لیا ہے؟''

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّهُمْ يَسْمَعُونَ الْآنَ مَا أَقُولُ»[2]

''جو میں ان کو کہہ رہا ہوں یہ اس وقت سن رہے ہیں۔''

اسی طرح میت کا فرشتوں کی باتوں کو سننا جب وہ اس (میت) سے سوال کرتے ہیں:

''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟''[3]

یعنی مکمل سوال و جواب کا منظر جو قبر میں پیش آتا ہے۔ اسی طرح کے اور دلائل جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں، اس سماعت کا تعلق عالم برزخ کے ساتھ ہے، اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، یہ کیفیت بھی مستقل نہیں بلکہ اس کا تعلق خاص حالات کے ساتھ ہے، دنیا سے اس کا کوئی تعلق ہے اور نہ اس سے

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4753]

[2] سنن النسائي، رقم الحديث [2075]

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث [4753]

Marfat.com

دنیا والوں کو کوئی فائدہ اور نقصان ہوسکتا ہے، یہ تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ نبی اکرم ﷺ سے حدیث میں مروی ہے:

«مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ»[1]

"جو مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹاتے ہیں اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔"

یہ نبی اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، اس سے کسی زندہ آدمی کو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کوئی فائدہ اور نقصان نہیں مل سکتا، مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کا ثواب ضرور ملے گا۔ آپ ﷺ سے اس طرح کا سوال اور مطالبہ نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی پریشانیوں کا تذکرہ آپ ﷺ سے کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد صحابہ نے ایسا کام نہیں کیا، کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ اب ایسا کرنا جائز ہی نہیں۔

(اللجنة الدائمة: 20845)

177- کیا انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطا ہیں؟

تمام نبی اور رسول علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی کے ذریعے سے بولتے ہیں۔ وہ ہر اس خطا اور غلطی سے پاک ہیں جس سے ان کی سچائی اور امانت میں فرق واقع ہو، یہ ایک طے شدہ اور پکا اصول ہے۔ اجتہادی معاملات میں انبیاء

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2041]

Marfat.com

سے خطا و غلطی ممکن ہے، جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی نجات کے متعلق اللہ تعالیٰ سے سوال کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ [ھود: 46]

''بے شک وہ تیرے گھر والوں سے نہیں، بے شک یہ ایسا کام ہے جو اچھا نہیں، پس مجھ سے اس بات کا سوال نہ کر جس کا تجھے کچھ علم نہیں۔ بے شک میں تجھے اس سے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے ہو جائے۔''

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے حلال چیز (شہد) کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ﴾ [التحریم: 2,1]

''اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ بے شک اللہ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمھارا مالک ہے۔''

کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہم جہاد میں شرکت نہیں کر سکتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد کے ذریعے سے اجازت دے دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کر دیا۔ ارشاد فرمایا:

Marfat.com

﴿ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ [التوبة: 43]

''اللہ نے تجھے معاف کر دیا، تو نے انھیں کیوں اجازت دی، یہاں تک کہ تیرے لیے وہ لوگ صاف ظاہر ہو جاتے جنھوں نے سچ کہا اور تو جھوٹوں کو جان لیتا۔''

لیکن (انبیاء کا دوسرے لوگوں سے فرق یہ ہے کہ) اگر ان سے اجتہادی غلطی ہو جائے تو وہ اس پر اصرار نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ فوراً ان کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔ یہ اعزاز صرف انبیاء ہی کو حاصل ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 6/11)

178- سب سے پہلے رسول کون ہیں؟

سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام اور سب سے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نوح علیہ السلام سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا گیا۔ اس بات سے ان مؤرخین کی یہ غلطی واضح ہو جاتی ہے، جن کا یہ خیال ہے کہ ادریس علیہ السلام تو نوح علیہ السلام سے پہلے مبعوث ہوئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ [النساء: 163]

''بلا شبہ ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) نبیوں کی طرف وحی کی۔''

اور وہ صحیح حدیث جو (قیامت کے دن) شفاعت (عظمیٰ) کے متعلق ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

Marfat.com

« فَيَأْتُونَ نُوحاً فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ! أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ »[1]

''لوگ نوح علیہ السلام کے پاس سفارش کے لیے آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہی سب سے پہلے رسول ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔''

(اس سے معلوم ہوا کہ) نوح علیہ السلام سے پہلے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾ [الأحزاب: 40]

''محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں اور لیکن وہ اللہ کا رسول اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے۔''

رہا عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت نازل ہونا تو یہ ایک مستقل نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حاکم اور فیصل کی حیثیت سے آئیں گے، اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء پر لازم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ [آل عمران: 81]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2434]

Marfat.com

"اور جب اللہ نے سب نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں کتاب و حکمت میں سے جو کچھ تمھیں دوں، پھر تمھارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمھارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ انھوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو گواہ رہو اور تمھارے ساتھ میں بھی گواہوں سے ہوں۔"

اس آیت میں تصدیق کرنے والے جس رسول کا تذکرہ ہے، وہ حضرت محمد ﷺ ہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند سے ثابت ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 126)

179- آدم علیہ السلام نبی تھے یا رسول؟

آدم علیہ السلام رسول نہیں بلکہ نبی تھے، جیسا کہ صحیح ابن حبان میں حدیث ہے، نبی اکرم ﷺ سے سوال ہوا: "آدم علیہ السلام نبی تھے؟" فرمایا: "ہاں، وہ نبی اور کلیم تھے۔" لیکن رسول نہیں تھے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ﴾ [البقرة: 213]

"لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے۔"

اسی طرح حدیث شفاعت میں یہ الفاظ ہیں:

« إِنَّ النَّاسَ يَذْهَبُوْنَ إِلٰى نُوْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ أَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ

Marfat.com

اللّٰہُ إِلٰی أَھْلِ الْأَرْضِ》[1]

''لوگ جمع ہو کر نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: آپ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔''

یہ واضح دلیل ہے کہ نوح علیہ السلام ہی پہلے رسول ہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 127)

180- عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ انتہائی باوقار رسولوں میں سے ایک رسول ہیں، بلکہ وہ پانچ اولو العزم رسولوں میں سے ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورت احزاب اور سورت شوریٰ میں فرمایا ہے۔ ان پانچ رسولوں کے نام یہ ہیں:

① محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ② ابراہیم۔ ③ نوح۔ ④ موسیٰ۔ ⑤ عیسیٰ علیہم السلام۔

سورت احزاب میں فرمایا:

﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [الأحزاب: 7]

''اور جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے بہت پختہ عہد لیا۔''

[1] مسند أحمد [116/3]

Marfat.com

سورت شوریٰ میں فرمایا:

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ [الشوریٰ: 13]

''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تیری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔''

عیسیٰ علیہ السلام اولادِ آدم میں سے ایک انسان ہیں اور (اللہ تعالیٰ نے ان کو) صرف ماں سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، نہ تو ان کی عبادت کی جا سکتی ہے اور نہ ان کو جھٹلایا ہی جا سکتا ہے، کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت بھی ان میں نہیں پائی جاتی، بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق ہیں:

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ [الزخرف: 59]

''نہیں ہے وہ مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا۔''

انھوں نے اپنی قوم کو یہ حکم تو نہیں دیا تھا کہ وہ انھیں اور ان کی والدہ محترمہ کو اپنا الٰہ و معبود مان لیں، بلکہ انھوں نے تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا حکم ان تک پہنچایا تھا:

Marfat.com

﴿ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَ رَبَّكُمۡ ﴾ [المائدة: 117]

''اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔''

ان کو تو اللہ نے پیدا ہی اپنے کلمہ ''کن'' سے کیا تھا، جیسا کہ فرمانِ ربانی ہے:

﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ‌ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴾ [آل عمران: ٥٩]

''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔''

عیسیٰ اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان اور کوئی رسول نہیں آیا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَاِذۡ قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ‌ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴾ [الصف: 6]

''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! بلاشبہ میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات کی صورت میں ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔''

عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا، جب تک ان کو اللہ کا بندہ اور رسول نہ مانا جائے اور یہودیوں کے جو الزامات ان پر عائد ہیں کہ وہ

Marfat.com

نعوذ باللہ زنا کی پیداوار ہیں، ان سے انھیں بَری اور پاک صاف نہ مانا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان تمام عیوب سے بَری اور پاک رکھا ہے، جیسا کہ مسلمان عیسائیوں کے گمراہ کن عقیدہ سے براءت کا اظہار کرتے ہیں کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کو پہچاننے میں گمراہی کا شکار ہوگئے کہ ان کو اور ان کی والدہ کو الٰہ بنا لیا اور بعض نے یہ کہہ دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور بعض نے کہہ دیا کہ تینوں کے تیسرے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک (عیسیٰ علیہ السلام) مریم اور اللہ تعالیٰ مل کر الٰہ و معبود بنتا ہے۔

رہا عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور انھیں سولی پر چڑھا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس عقیدے کی دو ٹوک الفاظ میں واضح نفی فرما دی ہے:

﴿ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴾ [النساء: 157 تا 159]

”حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس (مسیح) کا شبیہ بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر غالب، کمال حکمت

Marfat.com

والا ہے۔ اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔''

اب بھی جو عقیدہ رکھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا یا سولی چڑھا دیا گیا تو وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور قرآن کی تکذیب کفر ہے۔ ہمارا یہ پختہ ایمان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ تو قتل ہوئے ہیں اور نہ ان کو سولی ہی چڑھایا گیا ہے۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہودیوں کا یہ گمان ہے کہ انھوں نے ایسا کیا ہے تو اس کا وبال و گناہ ان کے ذمے ہے۔ حقیقت میں انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں بلکہ ان سے (شکل وصورت میں) مشابہت رکھنے والے آدمی کو قتل کیا تھا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو محفوظ فرمایا اور آسمانوں پر اپنے پاس بلا لیا، قیامت کے قریب وہ دنیا پر نزول فرمائیں گے اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، اس کے بعد اسی زمین پر فوت ہوں گے، اسی میں دفن اور اسی زمین سے دوسرے تمام انسانوں کی طرح اٹھیں گے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَ فِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى﴾ [طٰهٰ: 55]

''اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمھیں ایک اور بار نکالیں گے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ فِيۡهَا تَحۡيَوۡنَ وَ فِيۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ وَ مِنۡهَا تُخۡرَجُوۡنَ﴾ [الأعراف: 25]

''تم اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 128)

Marfat.com

181- "حبیب اللہ" نبی اکرم ﷺ کا وصف ہے؟

نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، اس میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اور اللہ کے محبوب ہیں، لیکن احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا اس سے بڑا اور اعلیٰ وصف ذکر ہوا ہے، وہ وصف ہے خلیل اللہ۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا»[1]

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے۔"

لہٰذا جس نے آپ ﷺ کا وصف صرف محبت ذکر کیا، اس نے آپ ﷺ کو اعلیٰ مرتبے سے نیچے گرا دیا، کیونکہ خلت یا خلیل ہونا محبوب ہونے سے اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ سارے مومن ہی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں، لیکن نبی اکرم ﷺ خلیل اللہ اور رسول اللہ ہیں، لہٰذا یہ اعلیٰ درجہ ہے اور یہ محبت کا مطلوب ومقصود اور نتیجہ ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 129)

182- نبی اکرم ﷺ کی مدح کو ذریعہ آمدنی بنانا؟

نبی اکرم ﷺ کی مدح وتعریف کو آمدنی کا ذریعہ بنانا حرام ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی مدح کی دو قسمیں ہیں:

① مدح کی پہلی قسم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وہ مدح کی جائے جو آپ ﷺ کی شان کے لائق ہے۔ اس میں کسی قسم کا غلو نہ ہو تو یہ جائز اور درست

---

[1] صحیح مسلم [532/23]

Marfat.com

ہے۔ آپ ﷺ کے عمدہ اوصاف، اخلاق اور آپ ﷺ کے ذریعہ ہدایت ہونے کا ذکر کیا جائے۔

② مدح کی دوسری قسم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مدح وتعریف میں غلو سے کام لیا جائے جبکہ ایسا کرنے سے آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُولُوا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ» ❶

''میری اس طرح بڑھا چڑھا کر تعریف نہ کرنا جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا (ان کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا) میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں، مجھے یہی کہنا۔''

جس نے نبی اکرم ﷺ کی مدح اس انداز میں کی کہ آپ ﷺ تو ہر مدد مانگنے والے کی مدد کرتے اور ہر مجبور ولاچار کی پریشانیوں کو دور کرتے ہیں۔ دنیا وآخرت کے سارے اختیارات تو آپ ﷺ ہی کے پاس ہیں، آپ ﷺ عالم الغیب ہیں تو ایسا کرنا حرام بلکہ یہ شرک تک پہنچا دیتا ہے، جو انسان کو دائرۂ اسلام ہی سے نکال دیتا ہے، لہٰذا اس طرح کی تعریف کرنا بالکل ناجائز ہے۔

اب ہم مدح کی اس جائز صورت پر بحث کرتے ہیں جس کو تجارت کا ذریعہ بنایا جاتا ہے تو یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔ نبی اکرم ﷺ اوصاف حمیدہ اور عمدہ اخلاق کے مالک اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے ان اوصاف کو ذکر کرنا یہ ایسی عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے، لہٰذا عبادت کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بنانا درست نہیں۔

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [3445]

Marfat.com

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [ھود: 16,15]

''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی (دنیا) میں پورا دے دیں گے اور اس (دنیا) میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہوگیا جو کچھ انھوں نے اس میں کیا اور بے کار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔''

اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی توفیق دینے والا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 130)

183- ایک مسئلے کی وضاحت

سوال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو مخاطب کر کے کیوں فرمایا ہے:

﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ﴾

[یونس: 106]

''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے۔''

حالانکہ آپ ﷺ تو شرک سے بالکل بَری اور پاک ہیں؟

جواب اس مسئلے کے متعلق بعض اہل علم کی یہ رائے ہے کہ یہ خطاب نبی

Marfat.com

اکرم ﷺ کو نہیں ہے، یا اس کا مخاطب نبی اکرم ﷺ کو تسلیم کرنا درست نہیں، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ سے شرک ہوجائے، یہ ناممکن بات ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ یہاں لفظ "قُلْ" (اے نبی ﷺ ! کہہ دو) نکالنا پڑے گا، لیکن ایسا کرنا بھی درست نہیں کیونکہ اس سے آیت کا مفہوم ہی تبدیل ہوجائے گا۔

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ یہ خطاب تو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے، لیکن اس حکم میں آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شامل ہیں۔ یا (دوسری صورت یہ ہے کہ) یہ خطاب تو عام ہے، اس میں نبی ﷺ بھی شامل ہیں۔ اس طرح کے خطاب کا آپ ﷺ کی طرف منسوب ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ سے ایسا صادر ہونا ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ [الزمر: 65]

"اور بلا شبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔"

(اس آیت مبارکہ میں) آپ ﷺ اور تمام رسولوں کو مخاطب کر کے فرما دیا ہے، حالانکہ ایسا ہونا ناممکن ہے، یہ تو دوسروں کو عبرت سکھانے کے لیے ہے۔ اگر ان ہستیوں کی طرف اس خطاب کی نسبت کا ہونا ممکن ہے جن سے شرک کسی حال میں بھی ممکن نہیں تو جن سے شرک کا امکان ہو ان کی طرف منسوب ہونا بالاولیٰ ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 132)

Marfat.com

184- ان آیات کے درمیان تطبیق کس طرح ممکن ہے؟

سوال اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [البقرة: 253]

''یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔''

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:

﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ [آل عمران: 84]

''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔''

جواب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [البقرة: 253]

''یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مانند ہے:

﴿ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [الإسراء: 55]

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت بخشی۔''

اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ انبیاء اور رسولوں کے درجات مختلف ہیں۔ رسول انبیاء سے افضل ہیں اور اولو العزم رسول باقی رسولوں سے افضل ہیں۔ ان کا تذکرہ قرآن کے دو مقامات پر ہوا ہے، ایک تو سورت احزاب میں:

﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ [الأحزاب: 7]

''اور جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے اور

Marfat.com

نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے۔''

دوسری آیت مبارکہ سورت شوریٰ میں ہے:

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾ [الشوریٰ: 13]

''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تیری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا۔''

یہ پانچ رسول باقی تمام رسولوں سے افضل ہیں۔

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جس میں مومنوں کی اس بات کا تذکرہ موجود ہے:

﴿ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ﴾ [البقرة: 285]

''ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور یہی تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب ہے:

﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ﴾ [البقرة: 285]

''ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔''

Marfat.com

یعنی ان پر ایمان لانے میں کوئی فرق نہیں، سب کے سب اللہ کے سچے رسول ہیں، لیکن ایسا ایمان جس میں اتباع بھی شامل ہو، یہ آپ ﷺ کے آ جانے کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، اتباع صرف آپ ﷺ کی ہی کی جائے گی، اس لیے کہ آپ ﷺ کے آنے سے باقی تمام شریعتیں منسوخ ہوچکی ہیں اور آپ ﷺ کی شریعت کے بعد سابقہ تمام دین ختم ہو چکے ہیں، اب ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ ہی پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تائید و نصرت کرے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الأعراف: 158]

''کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

پہلے تمام دین تو منسوخ ہو چکے ہیں، لیکن پہلے انبیاء اور رسولوں پر ایمان لانا ان کا حق ہے، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 134)

Marfat.com

185- نبی اکرم ﷺ کے معجزات سے کیا مراد ہے؟

نبی اکرم ﷺ کے معجزات سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو آپ ﷺ کی رسالت پر دلالت اور راہنمائی کرتی ہیں اور جن سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے معجزات کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سب سے بڑا معجزہ تو قرآن ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [العنكبوت: 51,50]

''اور انھوں نے کہا اس پر اس کے رب کی طرف سے کسی قسم کی نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں؟ کہہ دے نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو صرف ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور کیا انھیں یہ کافی نہیں ہوا کہ بے شک ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔''

آپ ﷺ کے وہ معجزات جن کا تعلق حس اور مشاہدے کے ساتھ ہے، جو (آپ ﷺ کی زندگی میں) گزر چکے ہیں، یا مسلسل ان کا ظہور ہوتا رہے گا، وہ بے شمار ہیں۔ ان کی ایک اچھی خاصی تعداد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی ایک کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" کے آخر میں ذکر کی ہے۔ ہر طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھے، کیونکہ شیخ

Marfat.com

الاسلام نے اس کتاب میں عیسائیوں کی دین کے متعلق جو بکواس اور بے حیائی ہے، اس کا تذکرہ فرمایا ہے کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور دین کو بالکل بدل کر رکھ دیا اور اس میں تحریف کی۔ یہ کتاب مارکیٹ میں آسانی سے دستیاب ہے اور بہت ہی فوائد پر مبنی ہے۔ کچھ کی طرف میں نے اشارہ بھی کر دیا ہے، اسی طرح علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "البداية والنهاية" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات کا ذکر فرمایا ہے، اس سے بھی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 135)

186- بعثتِ انبیاء کی حکمت

سوال کیا انسان فطری طور پر صاحب عقل و شعور ہونے کے باوجود رسولوں کا محتاج ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں رسول کیوں بھیجے ہیں؟

جواب انسان صاحب عقل و شعور ہونے کے باوجود انبیاء و رسل کی ہدایت و راہنمائی کا محتاج ہے، کیونکہ انسانی عقل میں بہت تفاوت پایا جاتا ہے۔ عقل کو یہ مستقل حیثیت حاصل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور ناراض کرنے والے اعمال، اقوال اور عقائد کی معرفت حاصل کر سکے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کا سلسلہ نوح علیہ السلام سے شروع کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل و اکمل اور ہمیشہ رہنے والا دین، جو ساری انسانیت کے لیے (ہدایت کا ذریعہ) ہے، عطا فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اس ساری کائنات کا وارث ہوگا اور وہ ہی بہترین وارث ہے۔

ہماری یہ آپ کو نصیحت ہے کہ آپ کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کریں، خاص طور پر وہ آیات جن میں انبیاء کے واقعات اور ان کے مبعوث

Marfat.com

کرنے کے مقاصد کا ذکر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [الأنبياء: 25]

”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔“

رہا یہ مسئلہ کہ انسانوں کو رسول کیوں بنایا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے حجت مکمل طور پر قائم ہو جاتی ہے۔ جنس ایک ہونے کی وجہ سے انبیاء و رسل اور دیگر لوگوں کا مل جل کر رہنا اور بات کو سمجھنا آسان ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ [الإسراء: 95,94]

”اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا کیا اللہ نے ایک بشر کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے؟ کہہ دے اگر زمین میں فرشتے ہوتے، جو مطمئن ہو کر چلتے (پھرتے) تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام پہنچانے والا اتارتے۔“

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

Marfat.com

﴿ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ﴾

[إبراهيم: 4]

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں، تاکہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کرے۔'' (اللجنة الدائمة: 7289)

187- انبیاء اور رسولوں کو مختلف اوقات میں بھیجنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی حکیم و دانا ہے، اسی حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسولوں کو مختلف اوقات میں مبعوث فرمایا ہے۔ جس وقت انسانوں کی اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی، رسول بھیج دیا جاتا، تاکہ ان کو شرک کی دلدل سے باہر نکال لائیں اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی وقت میں کئی انبیاء مثلاً داود، سلیمان، ابراہیم، لوط، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو اکٹھے مبعوث فرمایا۔

(اللجنة الدائمة: 838)

188- انبیاء اور رسولوں کی کتنی تعداد ہے؟

انبیاء اور رسولوں کی تعداد کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ﴾ [المؤمن: 78]

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے سنایا اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے نہیں سنایا۔''

Marfat.com

معروف و مشہور وہ انبیاء ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں یا صحیح حدیث میں آچکا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 5611)

189- رسولوں کی وفات کے بعد ان کے جسم قائم رہتے ہیں؟

جب بھی کسی انسان کی موت واقع ہوتی ہے، خواہ ولی ہو یا کوئی عام انسان تو اس کا جسم آسمان پر نہیں بلکہ مومن کی روح آسمانوں کی طرف چڑھتی ہے، جسم تو زمین ہی پر رہتے ہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى﴾ [طٰهٰ: 55]

”اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمھیں ایک اور بار نکالیں گے۔“

انبیاء کے جسموں کے علاوہ باقی سب کو مٹی کھا جاتی ہے۔ حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُم يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ »

”تمام دنوں پر جمعہ کو فضیلت حاصل ہے، آدم علیہ السلام کی پیدائش اسی دن ہوئی اور وفات بھی اسی دن، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن لوگ بے ہوش ہوجائیں گے۔ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ تمھارا یہ پڑھا ہوا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔“

Marfat.com

تو صحابہ نے سوال کیا کہ آپ ﷺ کا جسم تو مٹی ہو چکا ہوگا، پھر آپ ﷺ پر درود کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ»[1]

''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔''

یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ، آسمانوں میں ہیں اور قربِ قیامت نازل ہوں گے، پھر انھیں موت آئے گی، یہ مسئلہ تو نبی اکرم ﷺ کی متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ (اللجنة الدائمة: 8257)

190- انبیاء اور رسولوں کی تصاویر بنانا جائز ہے؟

انبیاء اور رسولوں کی تصاویر اور مجسمے بنانا ناجائز ہے، اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، سعودی عرب کے دار الافتاء کے سب علماء کے نزدیک ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ (اللجنة الدائمة: 4054)

191- انبیاء اور رسولوں کے علاوہ بھی کسی پر وحی نازل ہو سکتی ہے؟

ہمارے علم میں تو یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے انداز میں وحی کسی نبی اور رسول کے علاوہ کسی عام انسان کی طرف کی ہو، لیکن وحی بمعنی الہام تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف، اسی طرح شہد کی مکھی کی طرف نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [1047] سنن النسائي، رقم الحديث [1374]

Marfat.com

فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ [القصص: 7]

''اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تو اس پر ڈرے تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر، بے شک ہم اسے تیرے پاس واپس لانے والے ہیں اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ﴾ [النحل: 68]

''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ کچھ پہاڑوں میں سے گھر بنا اور کچھ درختوں میں سے اور کچھ اس میں سے جو لوگ چھپر بناتے ہیں۔'' (اللجنة الدائمة: 6893)

192- خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں؟

صحیح ترین قول کے مطابق خضر علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل وفات پا چکے تھے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ [الأنبياء: 34]

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لیے ہمیشگی نہیں رکھی، سو کیا اگر تو مر جائے تو یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

Marfat.com

اور اگر یہ مان لیا جائے کہ ان کی ملاقات نبی اکرم ﷺ سے ہوئی تو پھر بھی آپ ﷺ کی وفات کے تھوڑی دیر بعد ان کی وفات ہوگئی۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث ہے:

«أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ فَإِنَّهُ عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مِمَّنْ هُوَ عَلَيْهَا الْيَوْمَ أَحَدٌ»[1]

''آج کے سو سال بعد جو انسان زندہ ہیں وہ فوت ہو جائیں گے، ان میں کوئی باقی نہیں رہے گا۔''

اس حدیث کی رو سے خضر علیہ السلام کی حیثیت عام مُردوں کی طرح ہے، وہ پکارنے والے کی پکار سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں اور جو راہ سے بھٹکا ہوا، ان سے ہدایت کا مطالبہ کرے تو اس کی راہنمائی نہیں کر سکتے۔ اور اگر انھیں زندہ بھی مان لیا جائے، تب بھی وہ غائب ہیں سامنے نہیں، لہٰذا ان کو خوشی و غمی میں پکارنا درست نہیں، کیونکہ فرمانِ ربانی ہے:

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ [الجن: 18]

''پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

اس طرح کی دیگر آیات کا بھی یہی تقاضا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 1727)

193- کیا خضر علیہ السلام نبی تھے؟

صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ خضر علیہ السلام نبی تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ سورت کہف میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کا واقعہ ذکر فرمایا ہے، اس

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4284] سنن الترمذي، رقم الحديث [2251]

Marfat.com

میں کشتی کو توڑنے، بے قصور بچے کو قتل کرنے اور دو یتیموں کی دیوار کو بنانے کا واقعہ موجود ہے، حالانکہ بستی والوں نے ان کو کھانا نہیں دیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان تینوں کاموں پر رد فرمایا تو خضر علیہ السلام نے اس واقعہ کے آخر میں جو سبب بیان فرمایا، وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے:

﴿ وَ مَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴾ [الكهف: 82]

''اور میں نے یہ اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ یہ ہے اصل حقیقت ان باتوں کی جن پر تو صبر نہیں کر سکا۔'' (اللجنة الدائمة: 5513)

194- جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہو جانے کا عقیدہ رکھے؟

کتاب و سنت کے صحیح ترین دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل اور نہ فوت ہی ہوئے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ ہی آسمانوں پر بلا لیا ہے۔ قیامت کے نزدیک وہ عادل حکمران کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فوت ہونے اور دوبارہ نہ آنے کا عقیدہ قرآن مجید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بالکل خلاف ہے اور یہ بہت بڑی غلطی ہے، ایسے آدمی کو پہلے کتاب و سنت کے دلائل کے ذریعے سے بتایا جائے گا، اگر پھر بھی نہ مانے تو وہ کافر ہے۔ (اللجنة الدائمة: 2190)

195- دیگر انبیاء کے علاوہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کو ہی کیوں اللہ نے (زندہ) اٹھایا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز پر غالب ہے۔ وہ علیم و قدیر ہے۔ ہر چیز پر اسی

Marfat.com

کا قبضہ و غلبہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ بڑا ہی حکیم ہے، جو چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے۔ انسانوں میں سے جسے چاہا نبی اور رسول منتخب فرمایا اور انھیں بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا اور درجات میں ایک دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی۔ ہر ایک کو اپنے فضل و رحمت سے الگ الگ خوبیوں سے نوازا۔ ابراہیم علیہ السلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلت جیسا عظیم مرتبہ عطا فرمایا۔ ہر نبی کو وقت کی ضرورت کے مطابق معجزے عطا فرمائے، تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہوجائے۔ اس کے فیصلے کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ وہ غالب حکمت والا اور لطیف و خبیر ہے۔ کوئی ایک خوبی یا معجزہ یا خصوصیت افضل ہونے کا سبب نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لینا یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے، یہ نہیں کہ وہ باقی پیغمبروں: ابراہیم، محمد، موسیٰ اور نوح علیہم السلام سے افضل ہیں۔ ان کے کئی ایک معجزات و خصائص ہیں، جن سے ان کا عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مکمل اختیار ہے اور اس کی حکمت اور علم بھی کامل ہے، اس لیے اس سے کوئی سوال نہیں کرسکتا۔ ایسے سوال کے نتیجے میں نہ تو کوئی عمل اور عقیدہ وجود پاتا ہے، بلکہ ایسا کرنے والا شکوک و شبہات کا شکار ہوجاتا ہے۔ مومن کا عقیدہ یہ ہونا ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرے، اپنے عمل اور عقیدے کو مضبوط بنانے میں خوب محنت کرے۔ انبیاء اور تمام رسولوں، خلفاء راشدین اور سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ ہے۔

(اللجنة الدائمة: 1621)

196- عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کیوں کہا جاتا ہے؟

عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہنے کی کئی وجوہات ہیں:

Marfat.com

① عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جس بیمار اور مصیبت زدہ پر ہاتھ پھیرتے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ صحت یاب ہو جاتا۔

② کچھ سلف صالحین کے نزدیک مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دین کی دعوت کو پھیلانے کے لیے بہت سے سفر کیے۔ ان دونوں صورتوں میں مسیح "ماسح" یعنی "ہاتھ پھیرنے والا یا چلنے والا" کے معنی میں ہے، یعنی اسم فاعل ہے۔

③ تیسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاؤں نیچے سے بالکل برابر تھے۔

④ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر برکتوں کا نزول تھا یا وہ گناہوں سے پاک تھے۔ ان دونوں صورتوں میں مسیح بمعنی "ممسوح" یعنی اسم مفعول کے معنی میں ہے، لیکن پہلی بات ہی زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا تمام صورتوں کا کسی عمل اور عقیدے سے کوئی تعلق نہیں۔

(اللجنة الدائمة: 1621)

197- دنیاوی معاملات میں نبی اکرم ﷺ بھول سکتے ہیں؟

دنیاوی معاملات میں نبی اکرم ﷺ کو بھول لگ جانا ممکن ہے، مگر جن معاملات کا تعلق دین سے ہے تو ان میں آپ ﷺ کی بھول کو برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ فوراً اصلاح کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو فوراً بتا دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کے بھولنے کا تذکرہ بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُوْنِي» ❶

''میں بھی آپ لوگوں کی طرح ایک انسان ہوں، تمھاری طرح مجھے بھی بھول لگ جاتی ہے، جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دہانی کرا دیا کرو۔''

یہ آپ ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمایا جب آپ ﷺ عصر کی نماز میں بھول گئے تھے۔ (اللجنة الدائمة: 6959)

198- ''کشف الغمة'' کے لقب کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی صفت بیان کرنا درست ہے؟

''کشف الغمة'' کے نام سے آپ ﷺ کی خوبی اور وصف بیان کرنا صحیح اور درست ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرما کر لوگوں کو جہنم سے محفوظ فرمایا اور شرک و جہالت کے اندھیروں سے نکال کر توحید اور علم کی روشنی نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا وصف کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ [إبراهيم: 1]

''الٓرٰ۔ ایک کتاب ہے جسے ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے، تا کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے، ان کے رب کے اذن سے، اس کے راستے کی طرف جو سب پر غالب، بے حد تعریف والا ہے۔''

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [401] صحيح مسلم [572/89]

Marfat.com

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [آل عمران: 164]

''بلاشبہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔''

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ مصیبتیں دور کرتے ہیں، اللہ کو چھوڑ کر آپ ﷺ ہی کو پکارنا شروع کر دیا جائے، ایسا کرنا شرک اکبر ہے، جس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ (اللجنة الدائمة: 20482)

199- نبی اکرم ﷺ کے ناموں کی تعداد

صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے پانچ ناموں کا ذکر موجود ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُوا اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ »[1]

''میرے پانچ نام ہیں: میرا نام محمد، احمد اور ماحی ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو ختم کر دے گا اور میرا نام حاشر ہے، جس

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [3532] صحیح مسلم [2354/124]

Marfat.com

کے پاس تمام لوگ جمع ہو کر آئیں گے اور میرا نام عاقب (بعد میں آنے والا) بھی ہے۔''

ان کے علاوہ باقی جتنے نام ذکر کیے جاتے ہیں، درست نہیں یا پھر وہ آپ ﷺ کے اوصاف ہیں نام نہیں، صحیح حدیث سے ثابت شدہ پانچ ناموں کے علاوہ آپ ﷺ کا کوئی نام ذکر کرنا درست نہیں۔ (اللجنة الدائمة: 19272)

200- یہ کہنا درست ہے کہ ساری دنیا نبی اکرم ﷺ کی خاطر پیدا کی گئی ہے؟

یہ عقیدہ رکھنا درست نہیں کہ کائنات کا وجود صرف نبی اکرم ﷺ کی خاطر بنایا گیا ہے اور آپ ﷺ نہ ہوتے تو کائنات بھی نہ ہوتی۔ یہ تو عام لوگوں کی بات ہے، جن کو کوئی عقل و شعور نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو ایسی بات ہے جس کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کائنات کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچانیں، اس کے اسماء و صفات کا لوگوں کو علم ہو، اس کی قدرت کی پہچان ہو اور اس اکیلے اللہ کی، جو وحدہ لا شریک ہے، عبادت ہو اور اسی کی اطاعت کی جائے۔ اس کائنات کو انبیاء میں کسی نبی کے لیے نہیں اور نہ محمد ﷺ، نوح، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

کائنات کو پیدا کرنے کا مقصد تو یہ ہے کہ سب کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے، اسی کی عظمت ہے اور وہی ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے اور عبادت بھی اسی کی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: 56]

Marfat.com

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اس آیت مبارکہ میں یہ وضاحت فرما دی کہ ان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے نہ کہ محمد ﷺ کے لیے پیدا کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ بھی ان جملہ انسانوں میں شامل ہیں، آپ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت ہی کی خاطر پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ [الحجر: 99]

''اور اپنے رب کی عبادت کر، یہاں تک کہ تیرے پاس یقین آجائے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [الطلاق: 12]

''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا﴾ [ص: 27]

''اور ہم نے آسمان و زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو

Marfat.com

بے کار پیدا نہیں کیا۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خالقِ کائنات نے مخلوق کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے، عبادت بھی اسی کی ہو اور تعظیم بھی اور اطاعت بھی اسی کی ہو اور سب یہ عقیدہ رکھیں کہ علیم وقدیر وہی ذات ہے۔ (ابن باز: نور علی الدرب: 99/1)

201- نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سچی محبت کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ سے محبت کا اصل ذریعہ نبی کریم ﷺ کی اتباع و پیروی ہے۔ جو بھی اتباع کو لازم پکڑتا ہے، اسے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت نصیب ہو جاتی ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

[آل عمران: 31]

"کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔"

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کی ایک علامت اور نشانی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سنت طریقے کو تلاش کر کے اس پر کاربند ہو جائے، اس میں نہ تو کمی کرے اور نہ اضافہ ہی۔ اس اصول کے مطابق بدعتی لوگ بدعتیں ایجاد کر کے آپ ﷺ کے ساتھ جو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، حقیقت میں انھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ محبت کی ہے نہ آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کی ہے۔ کمال محبت وتوقیر اور تعظیم تو یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ سے آگے نہ نکلا جائے اور آپ ﷺ کی شریعت کی پابندی کی جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۞ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ [الحجرات: 2,1]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو، تمھارے بعض کے بعض کے لیے آواز اونچی کرنے کی طرح، ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔''

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 17/11)

202- کیا نبی اکرم ﷺ پڑھے لکھے نہیں تھے؟

نبی اکرم ﷺ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ﴾ [الأعراف: 158]

''پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ

Marfat.com

إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ [العنکبوت: 48]

''اور تو اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا، اس وقت باطل والے لوگ ضرور شک کرتے۔''

قرآن کے نازل ہونے سے پہلے آپ ﷺ کو پڑھنا بھی نہیں آتا تھا، نزول قرآن کے بعد آپ ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا، لیکن یہ بات باقی ہے کہ کیا آپ ﷺ لکھتے بھی تھے؟ یہ مسئلہ اہل علم کے درمیان مختلف فیہ ہے، بعض کا خیال ہے کہ نزولِ وحی کے بعد آپ ﷺ نے پڑھنا اور لکھنا شروع کر دیا تھا، اس لیے کہ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لکھنے کی نفی کی ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ﴾ [العنکبوت: 48]

''اور تو اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا۔''

لہٰذا اس کے بعد آپ ﷺ نے لکھنا بھی شروع کر دیا، جبکہ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی وفات تک لکھنا نہیں جانتے تھے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 19/11)

203- نبی اکرم ﷺ کو معراج کیسے کروایا گیا؟

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معراج روح اور جسم سمیت کروایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى﴾ [الإسراء: 1]

Marfat.com

''پاک ہے وہ جو رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو حرمت والی مسجد سے بہت دور کی اس مسجد تک لے گیا۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۞ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۞ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۞ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۞ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۞ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۞ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۞ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۞ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴾ [النجم: 1 تا 10]

''قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے! کہ تمھارا ساتھی (رسول) نہ راہ بھولا ہے اور نہ غلط راستے پر چلا ہے۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔ اسے نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے سکھایا۔ جو بڑی طاقت والا ہے، سو وہ بلند ہوا۔ اس حال میں کہ وہ آسمان کے مشرقی کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا، پس اتر آیا۔ پھر وہ دو کمانوں کے فاصلے پر ہو گیا، بلکہ زیادہ قریب۔ پھر اس نے وحی کی اس (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی کی۔''

لفظ ''عبد'' اور ''صاحب'' روح اور جسم دونوں پر بولا جاتا ہے، لہٰذا آپ ﷺ کو معراج روح اور جسم سمیت کروایا گیا اور آپ کو آسمانوں کی سیر کروائی گئی، اگر یہ صرف خواب ہی ہوتا تو قریش کو آپ ﷺ پر اعتراض کی کوئی ضرورت نہ پڑتی، خواب میں تو اس طرح کے واقعات پیش آتے ہی رہتے ہیں۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 27/11)

Marfat.com

آخرت پر ایمان

204- قیامت کی چھوٹی نشانیاں کون سی ہیں؟

قیامت کی وہ علامات جو گزشتہ زمانے میں گزر چکی ہیں، ان میں سے ایک علامت آپ ﷺ کی بعثت اور آپ ﷺ کا خاتم الانبیاء بن کر آنا ہے۔ یہی قیامت کے قریب ہونے کی علامت ہے اور یہ حقیقت ہے۔ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو دن کے آخری حصے میں خطاب فرمایا اور اس میں یہ ارشاد فرمایا:

«إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مِثْلُ مَا بَقِيَ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا»[1]

''جس طرح یہ دن کا حصہ باقی ہے، اتنی ہی دنیا باقی رہ گئی ہے۔''

اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ انھیں علامات کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا، جب جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ»

''مجھے سائل (سوال کرنے والے) سے زیادہ علم نہیں ہے۔''

جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آپ ﷺ اس کی علامتیں ہی بتا دیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2191]

Marfat.com

«أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ» [1]

''لونڈی اپنے مالک کو جنم دے گی اور آپ ﷺ دیکھیں گے کہ ننگے پاؤں والے، ننگے بدن والے اور بھوکے بکریوں کے چرواہے بڑی بڑی بلڈنگوں میں عیش و عشرت والی زندگی گزار رہے ہوں گے۔''

علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ سود عام ہو جائے گا، جیسا کہ امت مسلمہ میں سود پھیل چکا ہے۔ قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ حالات بگڑ جائیں گے، جیسا کہ اس وقت بہت سے اسلامی ممالک میں شر و فساد عام ہے اور علانیہ گناہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے۔ اس موضوع پر علمائے کرام نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، اور ضمنی طور پر بھی بہت سی کتب میں تذکرہ موجود ہے ہماری یہ نصیحت ہے کہ سائل کو ایسی کتابوں کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2/12)

205- دجال کے فتنے سے کیا مراد ہے؟

نبی اکرم ﷺ کے فرامین سے ثابت ہے کہ قربِ قیامت مسیح دجال کا ظہور ہوگا۔ اس کے کہنے پر آسمانوں سے بارش اور زمین سے انگوریاں نکلیں گی۔ ایک مسلمان و مومن کو وہ قتل کر کے زندہ کرے گا اور اس کو کہے گا کہ میں تیرا رب ہوں تو مومن جواباً کہے گا تو جھوٹا ہے تُو تو وہی کانا ہے، جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے، میری بصیرت میں اور اضافہ ہو چکا ہے، وہ دوبارہ اسے قتل کرنے کی کوشش کرے گا، لیکن کر نہیں سکے گا۔ وہ معبود ہونے کا

[1] صحیح مسلم [8/1]

Marfat.com

دعویٰ بھی کرے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے دجال کی تین نشانیاں بیان فرمائیں جو اس کے جھوٹ کو بالکل واضح کر دیں گی:

① اس کی دائیں آنکھ خراب ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بالکل بے عیب ہے۔

② اس کے چہرے پر کافر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ مومن پڑھ لے گا۔

③ لوگ دنیا میں اس کو دیکھیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کی زیارت موت سے پہلے نہیں ہوسکتی۔ [1]

اس کی تائید سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے دجال کے فتنہ کے متعلق ذکر کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ »

''ایک قوم میں (دجال) کا ظہور ہوگا، وہ انھیں اپنی طرف بلائے گا، وہ اس پر ایمان لے آئیں گے، اس کی بات تسلیم کریں گے، آسمان اس کے کہنے پر بارش برسائے گا، اور زمین اس کے حکم سے سرسبز و شاداب ہوجائے گی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

« ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ » [2]

---

[1] صحیح مسلم [2938/113]

[2] صحیح مسلم [2137/110]

Marfat.com

''وہ ایک خوبصورت نوجوان کو بلا کر قتل کرے گا، اس کے جسم کے درمیان سے دو ٹکڑے کر دے گا، پھر اسے زندہ ہونے کا حکم جاری کرے گا تو وہ خوش وخرم ہنستا ہوا اس کے سامنے کھڑا ہوگا۔''

صحیح مسلم ہی میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ، أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُولُ لَهُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَدِيثَهُ، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ أَتَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُولُونَ: لَا، فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ: وَاللّٰهِ! مَا كُنْتُ قَبْلُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْآنَ، قَالَ فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ، فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ» [1]

''ایک بہت ہی عمدہ اور اچھا انسان دجال کے سامنے آ کر کہے گا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ دجال لوگوں کو مخاطب کر کے کہے گا کہ اگر میں اس کو تمھارے سامنے قتل کر کے دوبارہ زندہ کروں تو تم میرے معاملے میں شک کرو گے؟ لوگوں کا جواب نفی میں ہوگا تو دجال اس آدمی کو قتل کر کے دوبارہ اسی وقت زندہ کرے گا وہ آدمی کہے گا کہ اب تو مجھے مکمل یقین ہو چکا ہے کہ تو وہی دجال ہے۔ دجال اسے دوبارہ قتل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن قتل نہیں کر سکے گا۔''

---

[1] صحیح مسلم [2137/110]

Marfat.com

صحیح مسلم ہی میں ایک اور حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

«مَعَ الدَّجَّالِ مَاءٌ وَّنَارٌ، فَنَارُهُ مَاءٌ بَارِدٌ وَّمَاؤُهُ نَارٌ فَلَا تَهْلِكُوْا» [1]

''دجال کے پاس آگ اور پانی ہوگا، اس کی آگ (حقیقت میں) ٹھنڈا پانی ہوگا اور اس کا پانی (حقیقت میں) آگ ہوگی، پس ہلاکت میں نہ پڑنا۔''

اس آخری بات کا تعلق صرف انسانی تصور سے ہے، یعنی وہ ایک خیالی چیز ہوگی، اس کے باقی تمام امور حقیقت پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دجال کے الوہیت کے دعوے کو باطل کرنے کے لیے اس کے ہاتھ پر جاری فرمائیں گے، اس کے ساتھ یہ ایک آزمائش بھی ہوگی، جس سے مومن اور کافر میں فرق بھی واضح ہو جائے گا۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان فرمائی ہے:

« فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهِ، وَيَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًّا، وَأَسْبَغَهُ ضُرُوْعًا، وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِأَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ» [2]

''دجال لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اس کے کہنے پر آسمانوں سے بارش برسے گی اور دیکھتے ہی دیکھتے زمین لہلہانے لگے گی۔ جب چرواہے شام کو جانور لے کر

[1] صحیح مسلم [2934/105]

[2] صحیح مسلم [2934/105]

Marfat.com

واپس آئیں گے تو وہ خوب موٹے تازے ہوں گے، اس کے بعد دجال ایک دوسری قوم کو دعوت دے گا وہ اس کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے، اس کے نتیجہ میں وہ انتہائی نادار ہوجائیں گے، ان کے پاس کچھ نہیں بچے گا۔"

نیز اس حدیث میں مذکور ہے:

« ثُمَّ يَدْعُوْ رَجُلاً مُمْتَلِئاً شَبَاباً فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ »[1]

"وہ ایک بڑے مضبوط طاقتور نوجوان کو تلوار سے دو ٹکڑے کر کے فوراً صحیح ہونے کا حکم دے گا تو وہ اسی وقت ہنستا ہوا زندہ ہوجائے گا۔"

مسلم میں ایک حدیث ہے جسے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ، أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُوْلُ لَهُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِيْ أَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثَهُ، فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ أَتَشُكُّوْنَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا، فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيْهِ، فَيَقُوْلُ حِيْنَ يُحْيِيْهِ: وَاللّٰهِ! مَا كُنْتُ قَبْلُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيْرَةً مِنِّي الْآنَ، قَالَ فَيُرِيْدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ، فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ »[2]

"ایک بہت ہی عمدہ اور اچھا انسان دجال کے سامنے آ کر کہے گا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے

---

[1] صحیح مسلم [2137/110]

[2] صحیح مسلم [2137/110]

Marfat.com

متعلق نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا۔ دجال لوگوں کو مخاطب کر کے کہے گا کہ اگر میں اس کو تمھارے سامنے قتل کر کے دوبارہ زندہ کروں تو تم مجھے مان لو گے؟ لوگوں کا جواب نفی میں ہوگا تو دجال اس آدمی کو قتل کر کے دوبارہ اسی وقت زندہ کرے گا، وہ آدمی کہے گا: اب تو مجھے مکمل یقین ہو چکا ہے کہ تو وہی دجال ہے۔ دجال اسے دوبارہ قتل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن قتل نہیں کر سکے گا۔''

(اللجنة الدائمة: 1785)

206- کیا عبداللہ بن صیاد دجال تھا؟

نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں عبداللہ بن صیاد کا ظہور ہوا، جس کے متعلق بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ ہے کہ یہی دجال ہے۔ آپ ﷺ نے ابتدا میں اس کے متعلق خاموشی اختیار فرمائی، لیکن بعد میں ارشاد فرمایا کہ وہ دجال نہیں، لیکن اس کا تعلق کاہنوں کے ساتھ ہے (جو غیب کی خبروں کے علم کا دعویٰ کرتے ہیں) آپ ﷺ نے اس کو امتحان کی غرض سے فرمایا:

''میں نے دل میں ایک بات سوچی ہے۔''

آپ ﷺ نے سورت دخان سوچ رکھی تھی، وہ کہنے لگا: ''الدخ'' یعنی دھواں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ»

''تو ناکام رہے، اس سے زیادہ تجھے علم نہیں ہو سکتا۔''

کاہنوں کو شیطان (جن) غیب کے متعلق کچھ خبر دے دیتے ہیں، جو وہ

Marfat.com

آسمانوں سے چوری چھپے سن لیتے ہیں، کاہن اس کے متعلق کئی جھوٹ ملا کر آگے بیان کرتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَنَزَّلُ فِي الْعَنَانِ ـ وَهُوَ السَّحَابُ ـ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ، فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِينُ السَّمْعَ، فَتُوحِيهِ إِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ»[1]

”فرشتے نیچے بادلوں میں آکر آسمانوں کے اوپر ہونے والے فیصلوں کا ذکر کرتے ہیں تو جن (شیاطین) چوری چھپے سن کر کاہنوں کو بتاتے ہیں، وہ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں۔“

(اللجنة الدائمة: 17521)

207- یاجوج ماجوج کون ہیں؟

یاجوج اور ماجوج آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے دو بڑی بڑی جماعتیں ہیں، جو قیامت کے نزدیک آئیں گی اور فساد برپا کر دیں گی، اللہ تعالیٰ ان کو ایک ہی رات میں ختم فرما دیں گے۔ اور ایسا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگا۔ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے یاجوج ماجوج بھی شامل ہیں۔ یاجوج ماجوج کے آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی دلیل سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا آدَمُ! يَقُولُ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ. فَيُنَادِي بِصَوْتٍ: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ. قَالَ: يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3210]

Marfat.com

كُلِّ أَلْفٍ۔ أُرَاهُ قَالَ:۔ تِسْعُمِائَةٍ وَّتِسْعَةٌ وَّتِسْعِينَ. فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا، وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ، وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ »

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آدم علیہ السلام کو مخاطب فرمائیں گے: اپنی اولاد میں سے جہنم کا حصہ الگ کر دو۔ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے پوچھیں گے کہ جہنم کا حصہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ہزار میں سے ایک جنت میں، باقی جہنم میں۔ یہ سنتے ہی حمل ضائع ہوجائیں گے، بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی سختی کی وجہ سے ایسے معلوم ہوگا کہ لوگوں نے نشہ کیا ہوا ہے۔''

یہ بات اتنی گراں گزرے گی کہ چہرے ہی تبدیل ہوجائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعُمِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَّتِسْعُونَ، وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ »[1]

''یاجوج ماجوج میں سے نوسوننانوے اور تم میں سے ایک ہوگا۔''

(اللجنة الدائمة: 18645)

208- اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے؟

﴿ وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ [النمل: 82]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4741]

Marfat.com

''اور جب ان پر بات واقع ہو جائے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے، جو ان سے کلام کرے گا کہ یقیناً فلاں فلاں لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔''

نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ قیامت کے نزدیک سورج مغرب سے طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد یا پہلے ایک جانور کا ظہور ہوگا جو لوگوں سے کلام کرے گا۔ زمین پر کتنی دیر رہے گا؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، اس کی تفصیل کہ وہ کیا ہے، کیسا ہے؟ اس کے متعلق ہمارے علم کے مطابق کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں۔ (ابن باز: نور علی الدرب: 114/1)

209- مندرجہ ذیل دو چیزوں کے درمیان تطبیق کیسے ممکن ہے؟

سوال اکثر یہ بات سننے میں آتی ہے کہ قربِ قیامت اسلام عام ہو جائے گا، اور دوسری طرف یہ بھی سنتے ہیں کہ قیامت کے وقت کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ ہوگا؟

جواب مذکورہ بالا دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں، اس لیے کہ دونوں کا اپنا الگ الگ زمانہ اور وقت ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ اسلام کا بول بالا ہوگا، پھر اس (عروج) کے بعد اسلام ختم ہونا شروع ہوگا، سارے ایمان والے فوت ہو جائیں گے، بدترین لوگ رہ جائیں گے اور انھیں پر ہی قیامت برپا ہوگی۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 8/12)

Marfat.com

قبر کے حالات کا بیان

210- عذابِ قبر اور قبر کی نعمتیں

نبی اکرم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[1]

"انسان کے فوت ہوجانے کے بعد صبح و شام اس کو جنت یا جہنم میں ملنے والا مقام دکھایا جاتا ہے، اگر جنتی ہے تو جنت والا اور اگر جہنمی ہے تو جہنم والا مقام دکھایا جاتا ہے، اور یہ (سلسلہ) قیامت تک جاری رہتا ہے۔" یہ الفاظ بخاری شریف کے ہیں۔

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ قبر میں جزا و سزا اصل میں روح کو ہوگی، لیکن جسم بھی روح کے تحت شامل ہے۔ جزا و سزا انسان کو ملتی ہی رہتی ہے، خواہ انسان کا جسم باقی ہو یا ختم ہوجائے۔ یہ ہوتا کیسے ہے؟ اس کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں، یہ برزخ ہے اور اس کا تعلق غیب کے امور سے ہے، جس کا علم ہمیں ہو نہیں سکتا۔ یہ کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ مسئلہ ہے، لہٰذا اس کو ماننا اور تسلیم کرنا ہمارے اوپر فرض ہے۔ (اللجنة الدائمة: 13059)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1379] صحيح مسلم [2866/65]

Marfat.com

211- عذابِ قبر مستقل ہے یا ختم بھی ہوسکتا ہے؟

کافر کو مسلسل عذاب ہوگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا اور نہ اس کو کسی قسم کی کوئی نعمت و سہولت میسر آئے گی، لیکن گناہ گار مومن کو گناہ کے برابر عذاب ہوگا، جس کے گناہ کم ہوں گے تو اس کا عذاب قیامت سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 157)

212- گناہ گار مومن کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے؟

گنہگار مومن کے عذاب میں کمی واقع ہونا ثابت اور درست ہے۔ نبی اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، بَلَى إِنَّهُ كَبِيرٌ، أَمَّا أَحَدُهُمَا: فَكَانَ لَا يَسْتَبْرِئُ ـ أَوْ قَالَ ـ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ: فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ » ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً، فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ، فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، وَقَالَ: « لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا »[1]

''ان (دونوں) قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے، اس کی وجہ تو کوئی بڑی نہیں لیکن وہ بہت بڑی بھی ہے۔ ایک آدمی کو تو عذاب اس لیے ہو رہا ہے کہ وہ پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرے کو چغل خوری کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک سبز ٹہنی کو دو حصوں میں ٹکڑے کر کے دونوں قبروں پر لگا دیا اور فرمایا: جب تک

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [218] صحيح مسلم [292/111]

Marfat.com

یہ خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں کمی رہے گی۔''

اس سے یہ ثابت ہوا کہ عذاب میں کمی واقع ہوجاتی ہے، لیکن ان شاخوں کی عذاب میں کمی کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟

اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

① سبز شاخ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور یہ میت کے عذاب میں کمی کا سبب ہے، اسی سے استدلال کرتے ہوئے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ قبرستان میں جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے تا کہ عذاب میں کمی واقع ہو۔

② بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ اس کو سبب قرار دینا درست نہیں، اس لیے کہ شاخ سبز ہو یا خشک وہ تو ہر حال میں اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ﴾ [الإسراء: 44]

''ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔''

جبکہ کنکریوں کا تسبیح بیان کرنا بھی ثابت ہے تو پھر اصل سبب کیا ہے؟

اصل سبب اور وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ شاخوں کے سبز رہنے تک عذاب میں کمی ہوجائے اور یہ زیادہ دیر کے لیے نہیں، کیونکہ یہ بہت بڑا کام ہے، لوگ اس سے بچنے کی کوشش کریں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ وہ گناہ بڑا ہی تو ہے۔ ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور اس کی نماز

Marfat.com

وضو کے بغیر ہوتی تھی، جبکہ دوسرا چغلی کے ذریعے سے اللہ کے بندوں کے درمیان خرابی کا باعث تھا اور لوگوں میں بغض اور دشمنی پیدا کرتا، لہٰذا یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ قرین قیاس یہی بات ہے کہ یہ سفارش ایک مخصوص وقت کے لیے تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ اس گناہ سے بچ جائیں، ورنہ آپ ﷺ کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا کہ عذاب میں کمی کی مستقل طور پر دعا فرما دیتے۔

بعض اہلِ علم (اللہ ان کو معاف فرمائے) کا خیال ہے کہ قبر پر شاخ یا درخت لگانا مسنون ہے تا کہ عذاب میں کمی ہو جائے، یہ استدلال درست نہیں اور کئی ایک وجوہات کی بنا پر ایسا کرنا ناجائز ہے:

① پہلی بات تو یہ کہ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ فلاں کو عذاب ہو رہا ہے، جبکہ آپ ﷺ کو علم ہو گیا۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ میت کے ساتھ یہ کوئی اچھا سلوک نہیں، کیونکہ ہم نے تو عذاب ثابت کر کے حسن ظن کو ختم کر دیا اور عین ممکن ہے کہ میت نعمتوں میں مصروف ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میت کو اپنے احسان اور مغفرت کی وجہ سے موت سے پہلے ہی معاف فرما دیا ہو۔

③ تیسری وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنا سلف صالحین کے طریقے کے مخالف ہے۔ ہمارے مقابلے میں ان کو دین کا علم زیادہ تھا اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔

④ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس سے بہتر ذریعہ عطا فرمایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ دفن سے فارغ ہونے کے بعد اک قبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے:

Marfat.com

«اِسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ وَاسْأَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ» [1]

''اپنے بھائی کے لیے بخشش اور ثابت قدمی کی دعا کرو، کیونکہ ابھی اس سے سوال ہو رہے ہیں۔'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 158)

213- یہ بات کس حد تک درست ہے کہ رمضان یا جمعہ کے دن فوت ہونے والے کو عذاب نہیں ہوتا؟

قبر کا عذاب حق اور ثابت ہے۔ اس کے مستحق کو عذاب ضرور ہوگا، خواہ اس کی موت رمضان میں، جمعہ کے دن یا کسی اور وقت میں واقع ہو، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ہر نماز کے تشہد میں یہ دعا ضرور کرتے ہیں:

''اے اللہ میں قبر اور جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں، موت اور زندگی کے فتنہ اور مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے والے مجاہد سے یہ سوالات نہیں ہوتے، کیونکہ تلوار کی چمک ہی بہت بڑا امتحان ہے اور اس کے ایمان کی دلیل بھی، ورنہ وہ کبھی دشمنوں کے سامنے نہ آتا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 8/12)

214- موت کے بعد میت پر کیا گزرتی ہے؟

میت کا جسم قیامت تک اسی قبر میں رہتا ہے جس میں اسے دفن کیا گیا ہو۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ﴾

[یٰس: 51]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3221]

Marfat.com

''اور صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمِنْ وَرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ [المؤمنون: 100]

''اور ان کے پیچھے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے، ایک پردہ ہے۔''

انسانی جسم تو زمین ہی میں رہتا ہے جبکہ روح جنت میں یا جہنم میں ہوتی ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [النحل: 32]

''جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ پاک ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں سلام ہو تم پر، جنت میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔''

معلوم ہوا یہ بات وفات کے وقت کہی جاتی ہے، لہٰذا جنت میں داخلہ موت کے دن ہی ہو جاتا ہے جو صرف روح کے لیے ہے نہ کہ بدن کے لیے۔ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ میت اگر مومن ہو تو قبر میں اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جنت کی خوشبوئیں اور نعمتیں اسے نصیب ہوتی ہیں، جبکہ کافر کی روح عذاب میں مبتلا کر دی جاتی ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کے متعلق ارشاد فرمایا:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4735]

Marfat.com

﴿ اَلنَّارُ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَیۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ﴾ [المؤمن: 46]

''جو آگ ہے، وہ اس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔''

اس میں ایک قراءت یہ بھی ہے:

«وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أُدْخُلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ»

''قیامت کے دن آل فرعون کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم ملے گا۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً﴾ [النساء: 97]

''بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی۔''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذۡ یَتَوَفَّی الَّذِیۡنَ کَفَرُوا الۡمَلٰٓئِکَةُ یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡهَهُمۡ وَ اَدۡبَارَهُمۡ وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ﴾ [الأنفال: 51,50]

''اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں

Marfat.com

جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔ اور جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ اس کے بدلے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اس لیے کہ یقیناً اللہ بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مومن وفات کے دن ہی سے جنت کی نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے، جبکہ کافر موت کے دن ہی سے جہنم کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کا تعلق صرف روح کے ساتھ ہے جبکہ جسم تو زمین پر ہی ہوتا ہے لیکن جسم اور روح کا تعلق قائم رہتا ہے، جیسا کہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 10/12)

215- حیاتِ برزخ کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ

حیات برزخ کے متعلق کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کے لحاظ سے جزا و سزا پاتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ [المؤمن: 46]

''جو آگ ہے، وہ اس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ

Marfat.com

الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ [الأنعام: 93]

''اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔''

نیز ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾

[الواقعة: 83 تا 96]

''پھر کیوں نہیں کہ جب وہ (جان) حلق کو پہنچ جاتی ہے۔ اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔ اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں اور لیکن تم نہیں دیکھتے۔ سو اگر تم (کسی کے) محکوم نہیں تو کیوں

Marfat.com

نہیں تم اسے واپس لے آتے، اگر تم سچے ہو۔ پس لیکن اگر وہ ان لوگوں سے ہوا جو قریب کیے ہوئے ہیں۔ تو (اس کے لیے) راحت اور خوشبو دار پھول اور نعمت والی جنت ہے۔ اور لیکن اگر وہ دائیں ہاتھ والوں سے ہوا۔ تو (کہا جائے گا) تجھ پر سلام (کہ تو) دائیں ہاتھ والوں سے ہے۔ اور لیکن اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں سے ہوا۔ تو اس کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی ہے۔ اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے۔ بلاشبہ یقیناً یہی ہے وہ سچ جو یقینی ہے۔ سو تو اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کر۔''

اس جزا و سزا والی برزخی زندگی کا دنیاوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس زندگی میں کھانے پینے، سردی و گرمی سے دفاع کی ضرورت نہیں پڑتی اور نہ پانی ہی کی ضرورت ہے۔ یہ تو ایسی زندگی ہے کہ ہم اس کی کیفیت جان ہی نہیں سکتے، بلکہ اس کا تعلق تو غیب کے معاملات سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا یا پھر اس زندگی میں رہنے والا ہی جان سکتا ہے، جسے حق الیقین حاصل ہو چکا ہو، جبکہ ہم نماز میں یہ دعا کرتے ہیں:

«أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ»

''جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب سے، میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔ زندگی اور موت کے فتنے اور دجال کے فتنے سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔'' (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 21/12)

Marfat.com

216- قبر کے عذاب سے نجات کیسے ممکن ہے؟

قبر کے عذاب سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کی موت اسلام پر آئے تو اللہ تعالیٰ عذاب سے نجات عطا فرما دیں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ (قبر میں ہونے والے) سوالوں کے درست جواب دینے سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر منافقت کی حالت میں موت آئی (اللہ ہمیں اور سب مسلمانوں کو نفاق سے محفوظ فرمائے) تو وہ ''تیرا رب کون ہے؟''، ''تیرا دین کیا ہے؟''، سوالوں کے جواب میں کہے گا: مجھے کچھ معلوم نہیں، میں تو لوگوں سے جو سنتا کہہ دیتا تھا۔ ایسے آدمی کو عذابِ قبر ہوگا، وہ اس سے بچ نہیں سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 28/12)

Marfat.com

آخرت کے حالات کا بیان

217- مسلمان کے عقیدہ پر آخرت کے اوپر ایمان کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

آخرت پر ایمان لانا ارکان ایمان میں سے ہے، جو آپ ﷺ نے جبریل کو اس وقت بتائے جب انھوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ایمان یہ ہے:

«أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ»

''تو اللہ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت پر ایمان لائے۔''

مومن آدمی کے دل اور عمل پر ایمان کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور اسی کے مطابق انسان عمل کرتا ہے۔ آخرت کے متعلق عمل کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کی جائے اور جن کاموں سے اللہ و رسول ﷺ نے منع کیا ہو، رک جائے۔ اگر ایمان بالآخرت نہیں تو ایمان ہی نہیں، کیونکہ آخرت پر ایمان ارکانِ ایمان میں سے ہے۔ تمام ارکان کو ماننا ضروری ہے۔ آخرت پر ایمان کی بہت زیادہ تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان کے ساتھ ہی ایمان بالآخرت کا تذکرہ فرمایا ہے کیونکہ اس سے انسان کو عمل کی ترغیب ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ آخرت کا انکار کفر ہے:

Marfat.com

﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ﴾ [التغابن: 7]

''وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز اٹھائے نہیں جائیں گے۔ کہہ دے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمھیں ضرور بالضرور بتایا جائے گا جو تم نے کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ قسم کھا کر کہہ دیں کہ آخرت یقینی ہے اور یہ بھی وضاحت فرمائی کہ یہ آسان بھی ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ [التغابن: 7]

''اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الروم: 27]

''اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/12)

218- روزِ قیامت لوگ قبروں سے کیسے زندہ ہوں گے؟

روزِ قیامت لوگ قبروں سے ننگے پاؤں (کوئی جوتا، موزہ یا جراب نہیں

Marfat.com

پہنے ہوں گے) ننگے بدن (جسم پر کوئی لباس نہیں ہوگا ستر ننگے ہوں گے) جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح زمین سے برآمد ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ ﴾ [الأنبياء: 104]

"جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔"

ختنہ کے بغیر یعنی جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، اسی طرح قبروں سے نکلیں گے اور بغیر مال و متاع کے یعنی ان کے پاس درہم و دینار نہیں، بلکہ صرف نیک اعمال ہوں گے۔ یہ وہ کیفیت ہے جس کے مطابق لوگ قبروں سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔

(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 29/12)

219- شفاعت کی کتنی اقسام ہیں؟

شفاعت کا لفظ "شَفْعٌ" سے نکلا ہے اور یہ وتر (طاق) کے الٹ ہے۔ یہ ایک کو جوڑا بنا دینے کا نام ہے، یہ اس کا لغوی معنی ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں شفاعت کسی دوسرے آدمی کو فائدہ پہنچانے یا نقصان سے بچانے کے ذریعے کو کہتے ہیں، یعنی سفارش کرنے والا جس کے حق میں سفارش کرتا ہے، اس کے اور جس کے پاس سفارشی بن کر جاتا ہے اس کے درمیان فائدہ پہنچانے اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ ہوتا ہے۔

شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

① سفارش کی یہ صورت جائز ہے جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اور حدیث

Marfat.com

میں نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہے، اس کے حقدار تو صرف مخلص اور توحید والے ہوں گے، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا: آپ ﷺ کی سفارش کے سب سے زیادہ حقدار کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ»[1]

''جس نے خلوص نیت کے ساتھ ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کی گواہی دی۔''

یہ سفارش تین شرائط کے ساتھ ہوگی:

1. سفارشی کو اللہ تعالیٰ پسند فرمائیں۔
2. جس کے حق میں سفارش ہو، اسے بھی اللہ تعالیٰ چاہتے ہوں۔
3. اللہ تعالیٰ سفارش کی اجازت دیں۔

ان تینوں شرطوں کا اجمالی ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے:

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾ [النجم: 26]

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔''

نیز فرمایا:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [البقرة: 255]

''کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [99]

Marfat.com

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿ یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ﴾ [طٰهٰ: 109]

''اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی ﴾ [الأنبياء: 28]

''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسی کے لیے جسے وہ پسند کرے۔''

مذکورہ بالا تین شرطوں کے بغیر شفاعت کا وجود ہی ناممکن ہے۔

کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت شدہ شفاعت کی بھی اہلِ علم رحمہم اللہ نے دو قسمیں بیان کیں ہیں:

1 عام سفارش:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اپنی مرضی کے مطابق لوگوں کی شفاعت کی اجازت دیں گے، اس طرح کی سفارش نبی اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء، صدیق، شہید اور صالحین کریں گے، ان کی سفارش سے گناہ گار مومنوں کو جہنم سے نکال دیا جائے گا۔

2 خاص سفارش:

اس سے مراد شفاعت عظمیٰ ہے جو نبی اکرم ﷺ ہی فرمائیں گے۔ تمام لوگوں کی یہ خواہش ہوگی کہ محشر کی سختی اور ہولنا کی سے نجات مل جائے۔ سارے لوگ جمع ہو کر پہلے آدم، پھر نوح، پھر ابراہیم، پھر موسیٰ اور پھر عیسیٰ علیہم السلام کے پاس

Marfat.com

باری باری جائیں گے، کوئی نبی بھی سفارش کے لیے تیار نہیں ہوگا، آخر کار سارے لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ ﷺ اللہ کے دربار میں سفارش کریں گے کہ ان کی اس سختی کو دور کیا جائے تو اللہ رب العزت آپ ﷺ کی سفارش کو قبول فرمائیں گے۔ یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے نبی سے وعدہ فرمایا ہے:

﴿ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ [الإسراء: 79]

''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔''

ایک خاص سفارش آپ ﷺ یہ بھی فرمائیں گے کہ جنت کے حقداروں کو جنت میں جانے کی اجازت مل جائے، پل صراط کو پار کرنے کے بعد جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا، تمام لوگوں کے دلوں کو حسد اور کینے سے پاک صاف کر کے آپ ﷺ کی سفارش کے ذریعے سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

(3) غلط اور جھوٹی سفارش:

مشرکینِ مکہ کا عقیدہ تھا کہ ہمارے معبود اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ یہ سفارش کوئی فائدہ مند نہیں ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ﴾ [المدثر: 48]

''پس انھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔''

Marfat.com

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو پسند نہیں کرتے، لہٰذا ایسے لوگوں کے حق میں سفارش کی اجازت بھی نہیں دیں گے اور اجازت کے بغیر کوئی سفارش کر بھی نہیں سکے گا، جبکہ کافر کہا کرتے تھے:

﴿هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [یونس: 10]

''یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

مشرکوں کا اپنے معبودوں سے یہ ایسا تعلق ہے جو غلط اور غیر مفید بھی ہے، اس سے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ دور ہو جاتے ہیں۔ مشرکین مکہ کی یہ جہالت اور بیوقوفی کی انتہا تھی کہ وہ بتوں کے متعلق سفارش کا عقیدہ بنا کر (جبکہ سفارش کا عقیدہ رکھنا بتوں کی عبادت ہے) اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے، حالانکہ اس سے تو دوری میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 169)

220- قیامت میں حساب کیسے ہوگا؟

قیامت کے دن حساب و کتاب ایک ہی دن میں ہو جائے گا لیکن یہ ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْكٰفِرِينَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ [المعارج: 1 تا 4]

''ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اللہ کی

Marfat.com

طرف سے، جو سیڑھیوں والا ہے۔ فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) ایک ایسے دن میں (ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے۔''

کافروں کو عذاب ایک ہی دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔ صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد نے فرمایا:

«مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ، وَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوىٰ بِهَا جَنْبُهُ، وَجَبِينُهُ، وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضىٰ بَيْنَ الْعِبَادِ» [1]

''سونے چاندی کا مالک اگر دنیا میں اس کی زکوۃ نہیں دے گا تو اسی سونے اور چاندی کو گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور کمر کو داغ لگائے جائیں گے یعنی جلایا جائے گا۔ جب ٹھنڈا ہونے لگے گا تو دوبارہ گرم کرلیا جائے گا۔ یہ کام ایک ہی دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، یہاں تک کہ تمام لوگوں کا فیصلہ ہوجائے گا۔''

اتنی مقدار والا یہ طویل دن کافروں کے لیے انتہائی مشکل اور سخت ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴾ [الفرقان: 26]

''اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔''

---

[1] صحیح مسلم [987/24]

Marfat.com

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴾

[المدثر: 10,9]

''تو وہ اس دن، ایک مشکل دن ہے۔ کافروں پر آسان نہیں۔''

ان دونوں آیات سے یہ بات سمجھ آئی کہ قیامت کا وہ طویل اور ہولناک دن مومن کے لیے اللہ تعالیٰ اسے آسان فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی اسے آسان بنا دے۔

غیب سے تعلق رکھنے والے ان معاملات کے متعلق زیادہ غور وفکر کرنا، بال کی کھال اتارنے کے مترادف ہے، اس کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ، هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ، هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ))[1]

''بہت زیادہ گہرائی میں جانے والوں کے لیے ہلاکت ہے، بہت زیادہ گہرائی میں جانے والوں کے لیے ہلاکت ہے، بہت زیادہ گہرائی میں جانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔''

غیب سے متعلقہ امور میں قانون اور ضابطہ یہ ہے کہ ان کے ظاہری معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو تسلیم کر لیا جائے۔ گہرائی میں جانے اور ان کو دنیا کے معاملات پر قیاس کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آخرت کا معاملہ دنیا سے یکسر مختلف ہے، اگرچہ ان میں کچھ نہ کچھ مشابہت نظر آتی ہے، لیکن دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے، مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کھجور، انار، پرندوں کے گوشت، شہد، پانی، دودھ اور مختلف پھلوں کا ذکر فرمایا ہے، اس کے باوجود یہ ارشاد بھی موجود ہے:

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2670]

Marfat.com

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [السجدة: 17]

''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی موجود ہے:

« أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ »[1]

''(جنت میں) جو میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے نعمتیں تیار کی ہیں، کسی آنکھ نے ان کو دیکھا نہیں، کسی کان نے (ان کے متعلق) سنا نہیں اور نہ انسان کا دل ہی اس کا تصور کر سکتا ہے۔''

جنت کی چیزوں کے نام دنیا کی چیزوں کے مشابہ ضرور ہیں، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دونوں ایک ہی ہیں، بلکہ یہ صرف نام اور معنی کی حد تک مشابہت ہے۔ یہی قاعدہ غیب سے متعلق امور میں یاد رکھنا چاہیے اور اس کو تسلیم کر لینا ہی بہتر ہے، یہی وجہ ہے کہ جب امام مالک رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

﴿ الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ [طٰہٰ: 5]

''وہ بے حد رحم والا عرش پر بلند ہوا۔''

عرش پر مستوی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو امام صاحب نے سر جھکا لیا اور پسینہ چھوٹ گیا، کیونکہ یہ سوال ہی بڑا عظیم ہے۔ امام صاحب نے سر اٹھایا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3244] صحيح مسلم [2/4282]

Marfat.com

اور صفات باری کے متعلق ایک فیصلہ کن دندانِ شکن جواب دیا:

''مستوی ہونے کا ذکر موجود ہے، کیفیت کا علم نہیں، اس پر ایمان لانا اور تسلیم کرنا فرض ہے اور کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔''

اس طرح کے غیب سے تعلق رکھنے والے اعمال و معاملات کے متعلق اتنی گہرائی میں جا کر سوال کرنا بدعت ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے بہت زیادہ علم حاصل کرنے اور خیر و بھلائی کے حاصل کرنے میں حریص تھے، اس کے باوجود انھوں نے ایسا سوال نہیں کیا تو ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر ہی چلنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً: علم، قدرت، سننا، دیکھنا اور کلام کرنا وغیرہ میں انسان ظاہری معنی میں شریک معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثال ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے مثال ہیں۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یوم آخرت ایک دن ہے جو کافروں پر بڑا مشکل ہوگا اور مومنوں کے لیے انتہائی آسان۔ آخرت میں جزا و سزا کی حقیقت کو دنیا میں جاننا اور پہچاننا ناممکن ہے، صرف نام اور مطلب کی حد تک دنیا میں اسے جاننا ممکن ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 165)

221- اعمال کے وزن کی کیا کیفیت ہوگی؟

وزنِ اعمال کے متعلق بھی یہی اصول ہے کہ اسے ہم مان لیں اور تسلیم کر لیں، کیوں اور کیسے؟ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے باوجود علماء نے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ اعمال کو جسم کی شکل میں میزان میں تولا جائے گا، کسی کا میزان بھاری ہو جائے گا یا خفیف ہوگا۔ اس کو ایک صحیح حدیث میں آنے والے مسئلہ کی مثال کی صورت میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، نبی

Marfat.com

اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ الْمَوْتَ يُجْعَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى صُورَةِ كَبْشٍ، فَيُنَادِي أَهْلَ الْجَنَّةِ، يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَطَّلِعُونَ وَيَشْرَئِبُّونَ. وَيُنَادِي يَا أَهْلَ النَّارِ فَيَطَّلِعُونَ وَيَشْرَئِبُّونَ! فَيُؤْتٰى بِالْمَوْتِ عَلٰى صُورَةِ كَبْشٍ، فَيُقَالُ: هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ؛ فَيُذْبَحُ الْمَوْتُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ»[1]

”قیامت کے دن موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر کے جنتیوں اور دوزخیوں کو آواز دی جائے گی، سارے (اچانک) اکٹھے ہوجائیں گے، یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا ہونے والا ہے؟ سب سے سوال ہوگا کہ تم اسے جانتے ہو؟ سب جواب دیں گے کہ یہ موت ہے، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا اور جنتیوں اور جہنمیوں کو مخاطب کر کے کہا جائے گا: ہمیشہ زندہ ہی رہو گے، تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی۔“

یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ موت کا اپنا کوئی وجود نہیں تو اللہ قیامت کے دن اسے جسم عطا فرمائیں گے، یہی معاملہ اعمال کا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں جسم کی شکل میں تولیں گے۔ واللہ اعلم (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 169)

222- قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا؟

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن مومنوں کو اللہ تعالیٰ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4730] صحيح مسلم [2849/40]

Marfat.com

کا دیدار نصیب ہوگا اور جنت میں بھی مومن جب چاہیں گے دیدارِ الٰہی کر سکیں گے۔ یہ مسئلہ اہلِ سنت کے اجماع سے ثابت ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [القيامة: 23,22]

''اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ﴾ [يونس: 26]

''جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ''زیادہ'' کا معنی جنت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت اور دیدار کیا ہے۔ متواتر احادیث سے قیامت اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ثابت ہے، لیکن دنیا میں اللہ کو دیکھنا ناممکن ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ [الأنعام: 103] ''اسے نگاہیں نہیں پاتیں۔''

اور موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَنْ تَرٰنِيْ﴾ [الأعراف: 143] ''تو ہرگز مجھے نہیں دیکھے گا۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد بھی ہے:

«وَاعْلَمُوْا أَنَّهُ لَنْ يَرٰى أَحَدٌ رَبَّهُ حَتّٰى يَمُوْتَ»[1]

''جان لو موت سے پہلے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔''

دنیا میں اللہ تعالیٰ کی زیارت اس لیے ممکن نہیں کیونکہ یہ جنت کی بہت بڑی نعمت ہے، جبکہ دنیا تو امتحانات، پریشانیوں اور تکلیفوں کا گھر ہے اور جنت

[1] صحیح مسلم [169/95]

Marfat.com

نعمتوں کی جگہ ہے۔ مومنوں کو تو زیارت نصیب ہوگی لیکن کافر اس سے محروم ہی رہیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴾ [المطففين: 15]

''ہرگز نہیں، بے شک وہ اس دن یقیناً اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔''

نبی اکرم ﷺ کے متعلق بھی صحیح بات یہی ہے کہ دنیا میں آپ ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ منافقوں کے بارے میں کوئی تفصیل موجود نہیں کہ زیارت کر سکیں گے یا نہیں۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 411/28)

223- کیا میاں بیوی جنت میں اکٹھے ہو جائیں گے؟

جنت میں داخل ہونے والے جوڑے اکٹھے ہی رہیں گے، ان میں جدائی اور تبدیلی نہیں ہوگی۔ ہاں جنت میں جو حوریں ملیں گی یا وہ عورتیں جن کی دنیا میں شادی ہی نہیں ہوئی وہ مل جائیں گی۔ جس عورت کی دنیا میں دو شادیاں ہوئیں اور دونوں خاوند ہی جنت میں چلے گئے تو اسے اختیار ملے گا جس کو چاہے پسند کرلے تو وہ اچھے اخلاق والے ہی کو پسند کرے گی۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 56/12)

224- کیا جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی؟

یہ بات بالکل درست ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کو وعظ کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

«يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ»

Marfat.com

''اے عورتوں کی جماعت! تمھارے اوپر لازم ہے کہ تم صدقہ کیا کرو، کیونکہ جہنم میں مَیں نے تمھاری کثرت دیکھی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ سے سوال ہوا: ایسا کیوں ہے؟ تو آپ ﷺ نے اس کا سبب بیان فرمایا:

«تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ»[1]

''تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔''

نبی اکرم ﷺ نے ان کے کثرت سے جہنم میں جانے کا سبب یہ دو چیزیں بیان فرمائیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 187)

225- مسلمانوں کے نابالغ فوت ہونے والے بچوں کا کیا بنے گا؟

مسلمانوں کے نابالغ فوت ہونے والے بچے جنت میں جائیں گے، کیونکہ اولاد والدین کے ماتحت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴾ [الطور: 21]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے، ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [304] صحيح مسلم [79/132]

Marfat.com

غیر مسلموں کے بچوں کے متعلق صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے انجام کار سے واقف ہے، دنیاوی لحاظ سے تو وہ اپنے والدین کے تابع ہیں، جبکہ آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَآلِهِمْ»[1] ''ان کے انجام کار کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔''

آخرت کا معاملہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، ہمارا اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم تم دنیا کے متعلق فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان کا حکم مشرکوں والا ہے، ان کو نہ تو غسل دیا جائے، نہ کفن اور نہ نمازِ جنازہ ہی اور مسلمانوں کے قبرستان میں بھی انھیں دفن نہیں کیا جائے گا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 36/12)

226- کافروں کے بچوں کا کیا حکم ہے؟

کافروں اور مشرکوں کے ہاں پیدا ہونے والے بچوں کا دنیا میں حکم یہ ہے کہ نہ تو ان کو غسل دیا جائے، نہ کفن اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں انھیں دفن بھی نہیں کیا جائے گا۔ آخرت کے متعلق اہلِ علم کے صحیح قول کے مطابق ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، وہاں ان کا امتحان ہوگا، اگر اطاعت کی تو جنت ملے گی، ورنہ جہنم میں جائیں گے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 36/12)

227- حوض اور کوثر دونوں ایک ہیں یا الگ؟

کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو عطا

[1] سنن أبي دواد، رقم الحديث [4711]

Marfat.com

فرمائی ہے، جبکہ حوض قیامت کے میدان میں ہوگا۔ نہر کوثر سے دو پرنالے اس میں داخل ہوں گے۔ یہ حوض بہت ہی وسیع و عریض ہوگا، ایک ماہ کی مسافت کے برابر اور اتنا ہی چوڑا ہوگا، امت محمدیہ ﷺ کے مومن (اللہ ہمیں بھی ان میں شامل فرما دے) وہاں حاضر ہو کر (نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے) پانی پییں گے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور ذائقہ شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا اور خوشبو کستوری سے اچھی ہوگی، اس کے آبخورے بڑے ہی حسین اور عمدہ اور ان کی تعداد ستاروں کی مانند ہوگی۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 37/12)

228- پل صراط کیا ہے؟

جہنم کے اوپر ایک پل بنا دیا جائے گا، جس کو پار کر کے مومن جنت میں داخل ہوں گے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان لوگوں میں شامل فرما دے) اس کو عبور کرنے کی کیفیت کا تعلق لوگوں کے اعمال کے لحاظ سے ہوگا۔ کوئی آنکھ جھپکنے کے بعد، کوئی بجلی کی طرح، کوئی تیز ہوا اور کوئی تیز رفتار گھوڑے اور کوئی اونٹ کی طرح اور کوئی گھٹنوں کے بل اسے عبور کرے گا اور کچھ جہنم میں گر جائیں گے، اپنے گناہوں کی سزا پا کر جنت میں چلے جائیں گے۔

حدیث میں اس پل کے کچھ اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ تلوار سے زیادہ تیز، بالوں سے زیادہ باریک ہوگا، جبکہ بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ یہ کھلا راستہ ہوگا، نبی اکرم ﷺ کے فرمان ''اس میں پھسلن ہوگی۔'' سے استدلال کیا ہے، اصل مقصد اس کی چوڑائی معلوم کرنا نہیں، بلکہ یہ جاننا ضروری ہے کہ لوگ اسے عبور کیسے کریں گے؟ کچھ تو بہت زیادہ تیز رفتاری سے اور کچھ اس سے کم اور کچھ

Marfat.com

جہنم میں ہی گر جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کے اس پل کو عبور کرنے کی رفتار دنیا میں شریعت کو قبول کرنے کی رفتار کے لحاظ سے ہوگی، جو شریعت اسلامی کو بہت ہی جلد قبول کرنے اور نیک کاموں میں بہت زیادہ سبقت لے جانے والا ہوگا وہ بہت ہی آسانی اور جلدی اسے عبور کر لے گا اور جو شریعت کے قبول کرنے میں سست اور نیکیوں میں پیچھے رہنے والا ہوگا اتنا ہی سست رفتاری سے عبور کرے گا، یہ اصل میں اعمال کا بدلہ ہوگا۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 41/12)

مسئلہ-229

سوال اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ توحید پر کاربند رہنے والے آخر کار جنت میں چلے جائیں گے، جبکہ حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔''[1]

اسی طرح ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''[2]

ان احادیث کی روشنی میں کیا ایسا کام کرنے والے موحد واقعی جنت میں نہیں جائیں گے؟ یا ان احادیث میں جمع کی کوئی صورت ممکن ہے؟

جواب معتزلہ اور خارجیوں نے ان احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ عقیدہ اپنا لیا ہے کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے۔ اس کے مقابلے میں آنے والے دوسرے دلائل کے عموم کو انھوں نے سامنے ہی نہیں رکھا جن کا تقاضا یہ ہے کہ توحید والا، بلکہ ہر وہ

1. سنن أبي داود، رقم الحديث [1969]
2. صحيح مسلم [105/168]

Marfat.com

شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے، انھیں جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

ان کے بالکل برعکس مرجیہ نے جنت میں داخلہ کی امید والی روایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ عقیدہ اپنا لیا کہ مومن خواہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، وہ جہنم میں داخل ہی نہیں ہوگا، انھوں نے وعید کے متعلقہ تمام احادیث کو چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ سنت والجماعت کو ان دونوں کے غلو سے محفوظ رکھا اور انھیں میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق دی۔ اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، ہاں اسے سزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے معاف کر کے جنت میں داخل فرما دیں گے یا دعا اس کے گناہ کی معافی کا ذریعہ بن جائے گی۔ اسی طرح اور بہت سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے یہ گناہ معاف ہوسکتا ہے۔ فرض کریں کہ ایسا کوئی سبب میسر نہیں آتا تو ایسے آدمی کو اس گناہ کے برابر سزا دے کر جہنم سے نکال لیا جائے گا اور جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے، مذکورہ بالا احادیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے گناہ کسی اور سبب کی وجہ سے معاف نہ ہوسکے تو براستہ جہنم انھیں جنت مل جائے گی، عذاب کے بغیر سیدھے جنت نہیں جا سکیں گے، اس طرح سے تمام احادیث کا مفہوم صحیح طور پر سمجھ میں آجاتا ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 50/12)

230- شرک اصغر کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟

شرک اصغر کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا، کیونکہ اس سے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ شرک اکبر (اللہ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے) کا مرتکب ہمیشہ جہنم ہی میں رہے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَأْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ [المائدۃ: 72]

''بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

لیکن ایک بات یہ رہ جاتی ہے کہ کیا شرک اصغر عام گناہوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے یا اس سے توبہ لازمی ہے؟ مذکورہ آیت کا مفہوم یہ بتاتا ہے کہ شرک اصغر سے توبہ کرنا لازمی اور ضروری ہے، لیکن اس کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ آیت میں شرک اکبر کی سزا بیان ہوئی ہے اور شرک اصغر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [النساء: 48]

''اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔''

میں شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہمارے تصور سے بہت ہی زیادہ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امید کرتے ہیں کہ شرک اصغر بھی (عام گناہوں کی طرح) اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی میں داخل ہو۔

اسی مناسبت کی بنا پر ہم ایک مسئلہ کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ اس آیت کو دلیل بنا کر کچھ لوگ شرک کے علاوہ باقی گناہوں کو حقیر سمجھتے ہوئے گناہ کی پروا ہی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ صرف شرک معاف نہیں ہوگا، باقی سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ایسا عقیدہ رکھنے والے کو ہمارا یہ کہنا ہے کہ تیرا معاملہ ہر لحاظ سے خطرے

Marfat.com

سے خالی نہیں، کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت و رضا کے تحت تجھے معاف فرما دے گا؟ تجھے تو کوئی علم ہی نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تیرا شمار ان لوگوں میں ہو جنھیں اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گے، لہٰذا ہر حال میں آپ خطرے سے خالی نہیں۔ ایسے کاموں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور پھر دیگر ایسے مضبوط و محکم دلائل موجود ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور توبہ کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

[النور: 31]

”اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 53/12)

231- جن لوگوں کو دعوتِ دین نہ مل سکی وہ کہاں جائیں گے؟

ایسے لوگ جن کے پاس دعوت و تبلیغ کا کوئی ذریعہ نہ تھا، ان کے متعلق اہلِ علم کے صحیح قول کے مطابق قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا، اگر تو وہ اللہ تعالیٰ کی بات کو مان لیں اور قبول کر لیں گے تو انھیں جنت میں داخلہ نصیب ہوگا اور اگر نافرمانی کریں گے تو جہنم میں جائیں گے۔ بہت سی احادیث جو سیدنا ابو ہریرہ، اسود بن سریع تمیمی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت سے مروی ہیں، سب کی سب یہی بتاتی ہیں کہ ان کا امتحان ہوگا، جہنم سے ایک گردن باہر آئے گی اس میں وہ داخل ہوں گے اور ماننے والوں کے لیے سلامتی کا ذریعہ ہوگی۔

ایک حدیث میں یہ ذکر ہے:

«إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ»

Marfat.com

''میرا اور تیرا باپ دونوں جہنمی ہیں۔''

یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں'' جب وہ واپس جانے لگا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا:

«إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ» [1]

''میرا اور تیرا باپ دونوں جہنمی ہیں۔''

علما نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ کے والد کو دعوت پہنچ چکی تھی اور حجت قائم ہو چکی تھی، اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جہنمی ہے اور اگر دعوت نہ پہنچی ہوتی تو آپ ﷺ ایسی بات نہ فرماتے، اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کی بخشش کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اجازت مانگی تو نہ مل سکی، صرف قبر پر جانے کی اجازت ملی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین جاہلیت کے زمانہ میں کفر کی حالت میں فوت ہوئے، کافروں کے متعلق یہی اصول ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

وہ آدمی جس نے انبیاء کا زمانہ پایا اور اس کو دعوت پہنچ گئی، جیسے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی دعوت ہے، حق کو جاننے کے باوجود شرک پر قائم رہا، نافرمانی اور تکبر کی بنا پر حق کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے جہنم میں جائے گا۔ واللہ اعلم

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 120/1)

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4718]

Marfat.com

تقدیر کا بیان

232- تقدیر پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

ایمان کے چھ ارکان ہیں جن میں ایک تقدیر پر ایمان رکھنا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلْإِيمَانُ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ» [1]

"ایمان (کی حقیقت) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں، قیامت اور تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر ایمان رکھا جائے۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح مسلم کی حدیث کا یہ ایک جز ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ، وَلَا تَعْجِزَنَّ، فَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا؛ لَكَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ (لَوْ) تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ» [2]

"عاجز آ کر بیٹھ نہ رہو، بلکہ فائدے کی امید رکھو اور اگر آپ پر کوئی مصیبت آ جائے تو یوں نہ کہو کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہو جاتا، بس

---

[1] صحیح مسلم [8/1]

[2] صحیح مسلم [2664/34]

Marfat.com

کہو: وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، کیونکہ "لو" (اگر کہنا) شیطانی عمل کو جاری کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔"

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور یہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث "طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہوتا ہے... الخ" کا ایک حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴾ [القمر: 49]

"بے شک ہم نے جو بھی چیز ہے، ہم نے اسے ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔"

تقدیر پر ایمان لانا ہر حال میں ضروری ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان ہر لحاظ سے مجبور ہے اور اعمال کی کوئی حیثیت ہی نہیں، جیسا کہ جبریہ کا عقیدہ ہے، لیکن ہم تقدیر پر ایمان اور اسباب کو تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسباب اختیار کرنے اور عمل کرنے کا حکم دیا اور نقصان دہ چیزوں سے اجتناب کا حکم فرمایا ہے۔ تقدیر بنانے والے مالک ہی نے ہمیں عمل کرنے اور اسباب کو بروئے کار لانے کا حکم دیا ہے، یہ سب کچھ تقدیر میں شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف سفر کا ارادہ فرمایا، تو معلوم ہوا کہ فلاں علاقے میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے واپسی کا پروگرام بنایا تو کہنے والوں نے کہا: عمر! اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے فرار درست نہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہمارا واپس جانا بھی تقدیر کے عین مطابق ہے" یہ حدیث صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

Marfat.com

صرف تقدیر کو سامنے رکھتے ہوئے اسباب کو ترک کر دینا، یہ جبریہ کا طریقہ ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 33)

233- قضا اور قدر میں کوئی فرق ہے؟

قضا و قدر کے درمیان فرق کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ قدر سے مراد اللہ تعالیٰ کا ازل سے کیا ہوا فیصلہ ہے اور قضا سے مراد وہ حکم ہے جو اس چیز کے وجود میں آنے کے وقت، اللہ تعالیٰ جاری فرماتے ہیں، اس طرح کی مثالیں قرآن مجید میں عام ہیں، جیسا کہ فرمایا:

﴿ قُضِيَ الْاَمْرُ ﴾ [یوسف: 41] ''اس کام کا فیصلہ کر دیا گیا۔''

اور فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ﴾ [المؤمن: 20]

''اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔''

بعض اہلِ علم کے نزدیک دونوں ایک ہی ہیں۔ صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ قضا و قدر جب اکٹھے ذکر ہوں تو دونوں میں فرق ہوتا ہے اور اگر الگ الگ آئیں تو دونوں کا معنی ایک ہی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 79/2)

234- صرف اسباب پر بھروسا کرنے کا کیا حکم ہے؟

اسباب پر اعتماد کی کئی اقسام ہیں:

① توحید کے منافی:

اسباب پر اعتماد کی پہلی قسم توحید کے سراسر خلاف ہے، جیسے اللہ تعالیٰ سے

Marfat.com

بالکل تعلق توڑ کر ایسے اسباب پر اعتماد کر لینا جن کی اپنی کوئی تاثیر ہی نہ ہو، جیسا کہ مصیبت کے وقت لوگ قبروں والوں کو پکارتے ہیں۔ یہ ایسا شرک ہے جو اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور ایسا کرنے والے کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ [المائدۃ: 72]

''بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

② شرعی اسباب پر اعتماد:

اسباب پر اعتماد کی دوسری قسم یہ ہے کہ شریعت سے ثابت اسباب پر اعتماد کرے، لیکن مسبب (اللہ تعالیٰ) کو بھول جائے۔ یہ بھی شرک ہی کی ایک قسم ہے، لیکن ایسا کرنے والا اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

③ اصل اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو:

اسباب پر اعتماد کی تیسری قسم یہ ہے کہ اسباب کو صرف سبب کی حیثیت سے اختیار کرے اور اصل اعتماد اور بھروسا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو، اور یہ عقیدہ ہو کہ یہ سبب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اس کا باقی رہنا اور ختم ہونا اللہ تعالیٰ کی رضا و مشیت پر ہے۔ یہ قسم توحید کے نہ تو اصل طور پر خلاف ہے اور نہ تکمیل کے لحاظ سے خلاف ہے۔

شرعی اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے اصل اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر

Marfat.com

ہو تو یہ توکل کے عین مطابق ہے اور نبی اکرم ﷺ کا بھی یہی طریقہ تھا کہ اسباب کو بروئے کار لا کر اصل بھروسا اللہ تعالیٰ ہی پر فرمایا کرتے تھے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 105,104/1)

235- کیا تقدیر بھی بُری ہو سکتی ہے؟

تقدیر میں شر نام کی کوئی چیز نہیں۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ انسان کو خوشیاں بھی نصیب ہوتی ہیں اور پریشانیاں بھی آتی ہیں، ظاہراً پریشانیاں بُری محسوس ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام معاملات درست ہی درست ہیں، ان میں شر نام کی کوئی چیز نہیں اور اگر فعل کے تعلق کے اعتبار سے کوئی شر محسوس ہوتی ہے تو وہ حقیقت میں خیر ہی کے لیے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾ [الروم: 41]

”خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہو گیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا۔“

یہ اللہ تعالیٰ نے فساد کا جو سبب تھا، بیان فرمایا اور اس کی حکمت ان الفاظ میں بیان فرما دی:

﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ [الروم: 41]

”تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں۔“

تمام مصیبتوں اور پریشانیوں کا جو نتیجہ ہے وہ خیر ہی خیر ہے، یہی وجہ ہے کہ شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جا سکتی، بلکہ اس کا تعلق مخلوق اور اس

Marfat.com

کے اعمال سے ہے۔ یہ اعمال اور مخلوق ایک اعتبار سے شر اور ایک اعتبار سے خیر اور بھلائی ہیں۔ ظاہری تکلیف کے اعتبار سے تو شر ہی محسوس ہوتی ہے، لیکن عمدہ اور بہتر نتائج کی رو سے یہ خیر ہی ہے، جیسا کہ فرمانِ ربانی ہے:

﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [الروم: 41]

''تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں۔'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 207)

236- تقدیر پر ایمان لانا ایمان میں اضافے کا باعث بنتا ہے

تقدیر پر ایمان لانا ایسا عمل ہے جو ایک مسلمان کے دینی اور دنیاوی معاملات میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جب مومن یہ عقیدہ بنا لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے عظیم ہستی ہے، اللہ تعالیٰ جس کام کو کرنے کا ارادہ فرما لیں تو اسے کوئی روک نہیں سکتا ہے، تو پھر وہ ایسے اسباب اپنانے کی کوشش کرتا ہے جس سے اس کا یہ مقصد پورا ہو جائے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمان کم تعداد میں ہونے کے باوجود بڑی بڑی جماعتوں پر غالب رہے، یہ ان کے تقدیر پر ایمان اور عقیدے کا نتیجہ تھا کہ سارے کا سارا اختیار اللہ کے ہی پاس ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 212)

237- مصیبت آنے پر لوگوں کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

مصیبت اور پریشانی آنے کے لحاظ سے لوگوں کے چار مرتبے ہیں:

① ناراضی کا اظہار:

اس کی بھی کئی اقسام ہیں:

Marfat.com

① پہلی قسم: دل ہی دل میں ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنا، یہ حرام اور ناجائز ہے۔ بعض دفعہ یہ چیز انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ن اطْمَاَنَّ بِهٖ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ن انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ﴾ [الحج: 11]

''اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے، پھر اگر اسے کوئی بھلائی پہنچ جائے تو اس کے ساتھ مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش آپہنچے تو اپنے منہ پر الٹا پھر جاتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان اٹھایا۔''

② دوسری قسم: اس قسم کا تعلق زبان سے ہے کہ انسان اپنی تباہی و بربادی کی دعا کرتا ہے، یہ بھی حرام ہے۔

③ تیسری قسم: مصیبت اور پریشانی کے وقت چہرے پر تھپڑ مارنا، گریبان چاک کرنا اور بال نوچنا وغیرہ، یہ سب کام ناجائز وحرام اور صبر کے خلاف ہیں۔

② صبر کرنا:

مصیبت اور پریشانی کے وقت دوسرے مرتبہ کا ذکر ہے اور اس سے مراد صبر کرنا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

وَالصَّبْرُ مِثْلُ اسْمِهٖ مُرٌّ مَذَاقَتُهُ
لٰكِنْ عَوَاقِبُهُ أَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ

Marfat.com

''صبر اپنے نام کی طرح ہے، اس کا ذائقہ تو کڑوا ہوتا ہے، لیکن اس کا انجام کار شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے۔''

انسان مصیبت کو اپنے لیے بوجھل خیال کرتا ہے، لیکن ایمان کی برکت سے اسے برداشت کرتا ہے۔ ایسا کرنا ضروری بھی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے:

﴿ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [الأنفال: 46]

''اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

3 اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا:

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ مصیبت پر رضا مندی کا اظہار کرے۔ مصیبت کا آنا اور نہ آنا دونوں اس آدمی کے لیے برابر ہوتے ہیں، مصیبت اس کے لیے پریشانی کا ذریعہ نہیں بنتی۔ صحیح قول کے مطابق ایسی کیفیت کا حصول مستحب ہے، واجب نہیں۔ دوسرے اور تیسرے مرتبے میں فرق یہ ہے کہ مصیبت مشکل تو ہوتی ہے، لیکن وہ صبر سے کام لیتا ہے، جبکہ تیسرے مرتبے میں مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا جاتا ہے۔

4 شکر:

چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ انسان کی زبان پر مصیبت اور پریشانی کے اوقات میں بھی شکر کے کلمات ہوں، کیونکہ وہ مصیبت کو گناہوں کا کفارہ سمجھتا ہے اور بعض دفعہ مصیبت سے اللہ تعالیٰ درجات اور نیکیوں میں اضافہ فرما دیتے ہیں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« مَا مِنْ مُصِيْبَةٍ تُصِيْبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا عَنْهُ حَتّٰى

Marfat.com

الشَّوْکَۃَ یُشَاکُھَا»[1]

''مسلمان کی ہر مصیبت کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتے ہیں، یہاں تک کہ کانٹا چبھنے سے بھی اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 209)

238- کن امور کا تعلق مشیت (باری تعالیٰ) سے ہے؟

ہر وہ کام جس کا تعلق مستقبل سے ہو، اس میں افضل ترین بات یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ جوڑا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾ [الکهف: 24,23]

''اور کسی چیز کے بارے میں ہرگز نہ کہہ کہ میں یہ کام کل ضرور کرنے والا ہوں، مگر یہ کہ اللہ چاہے۔''

لیکن ماضی سے متعلقہ امور کو مشیت سے جوڑنا درست نہیں، ہاں اگر اس کی علت اور سبب بیان کرنا مقصود ہو تو ایسا کرنا جائز ہے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ اس سال رمضان اتوار کے دن ان شاء اللہ آیا تھا، ایسا کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ کام تو ہو چکا ہے اور سب کو معلوم بھی ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ان شاء اللہ میں نے کپڑے پہنے تھے، اگر خبر دینا مقصود ہو تو یہ درست نہیں اور اگر یہ بتانا مقصود ہو کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے پایۂ تکمیل کو پہنچا تو پھر درست ہے۔

---

1. مسند أحمد [88/6]

Marfat.com

اور اگر کوئی نماز پڑھنے کے بعد کہے: ان شاء اللہ میں نے نماز پڑھ لی ہے، اگر تو صرف نماز پڑھنے کی خبر دینا ہے تو پھر مشیت کی ضرورت نہیں اور اگر مقصد یہ ہو کہ ان شاء اللہ یہ نماز قبول ہوگی تو ان شاء اللہ کہنا درست اور صحیح ہے، کیونکہ اس بات کا علم نہیں کہ نماز قبول ہوئی ہے یا نہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 66)

239- تقدیر کا مطلب کیا ہے؟

تقدیر کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس ان کو (لوحِ محفوظ میں) لکھ رکھا تھا، اللہ تعالیٰ کی قضا ہی سے چیزیں وجود میں آئیں اور اس نے اپنے ارادے سے چیزوں کو پیدا فرمایا۔ تقدیر کے یہ چار مرتبے ہیں، ان پر ایمان لانا اور انھیں تسلیم کرنا ضروری ہے۔ ان چار مراتب پر ایمان لانے ہی سے تقدیر پر مکمل ایمان ممکن ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے جبریل کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«اَلْإِيمَانُ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهٖ، وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ»[1]

''ایمان (کی حقیقت) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں، قیامت اور تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر ایمان رکھا جائے۔''

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح مسلم میں بیان کیا ہے۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم [8/1]

Marfat.com

«إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ وَتَعْلَمَ أَنَّمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ» [1]

"تو ایمان کا ذائقہ نہیں چکھ سکے گا، یہاں تک کہ تو تقدیر پر ایمان لائے اور تجھے یہ یقین ہو جو مصیبت آنے والی ہے، آ کر ہی رہے گی اور جو تیری قسمت میں تکلیف نہیں وہ تجھے ہرگز نہیں آ سکتی۔"

تقدیر کے معنی و مفہوم کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے عقیدہ واسطیہ میں بڑے احسن طریقہ سے بیان کیا ہے۔ ہماری آپ کو یہ وصیت ہے کہ آپ اس کا مطالعہ فرمائیں اور اسے یاد بھی کر لیں۔ (اللجنة الدائمة: 4088)

240- انسان صاحبِ اختیار ہونے کے ساتھ ساتھ پابند بھی ہے

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔ صاحبِ اختیار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور اور ارادہ کی نعمت سے نوازا ہے، جس کی وجہ سے وہ اچھائی اور برائی کی تمیز کرتا اور فائدہ مند اور نقصان دینے والی چیز میں فرق کرتا ہے اور جو اس کے لیے بہتر ہو اسے اپنا لیتا ہے۔ اسی (نعمت) کی بدولت اسے مکلّف ٹھہرایا گیا ہے، کئی کاموں کا حکم اور کئی سے منع فرمایا ہے، اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری پر اسے ثواب ملتا ہے اور نافرمانی کرنے پر سخت سزا کی وعید ہے۔

نیز انسان کے پابند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور ارادے کے مطابق ہی ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4700]

Marfat.com

﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾

[الحدید: 22]

''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [التکویر: 29,28]

''اس کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ سیدھا چلے۔ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ [یونس: 22]

''وہی ہے جو تمھیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے۔''

اس مفہوم کی آیات قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں اور بہت سی صحیح احادیث ہمارے اس مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔ کتاب و سنت پر نظر رکھنے والے آدمی سے یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی۔ (اللجنة الدائمة: 3513)

241- کیا علاج کروانا تقدیر پر ایمان کے منافی ہے؟

بیماری کے علاج اور رزق کی تلاش کے لیے اسباب کو بروئے کار لانا

Marfat.com

تقدیر کے خلاف نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے تقدیر بنائی ہے اور اسی نے اسباب کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔ جو آدمی جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ایسے اسباب بھی اس کے لیے فراہم کر دیے جاتے ہیں، جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ جائز دوا کے ذریعے سے علاج کرنا بھی تقدیر ہی کا ایک حصہ ہے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون کی وبا والے علاقے سے واپس آتے ہوئے فرمایا تھا:

''ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی کی وجہ سے تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔''

242- روشن مستقبل کی خاطر دوڑ دھوپ کرنا

مسلمان کا تقدیر پر ایمان ہوتا ہے اور اس کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ رزق تو اسے ہر حال میں ملنا ہی ہے، کیونکہ ماں کے پیٹ ہی میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا کہ اسے اتنا رزق ملے گا، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ -إِلَى قَوْلِهِ- ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكاً بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، فَيَكْتُبُ عَمَلَهُ وَأَجَلَهُ وَرِزْقَهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ» ❶

''انسان کی تخلیق کا مرحلہ اس کی ماں کے پیٹ میں جاری رہتا ہے (لمبی حدیث ہے یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے) فرشتے کو چار چیزوں کا حکم ملتا ہے، فرشتہ اس (انسان) کے عمل لکھتا ہے، عمر لکھتا ہے اور یہ لکھتا ہے کہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت ہوگا۔''

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [3208] صحيح مسلم [2643/1]

Marfat.com

اسی طرح سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! اِتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، فَإِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، خُذُوا مَا حَلَّ وَدَعُوا مَا حَرَّمَ»[1]

''اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اللہ سے مانگنے کا اچھا انداز اپناؤ یقیناً کوئی جان تب تک نہیں مرے گی جب تک اپنا رزق حاصل نہیں کر لیتی، اگرچہ تاخیر سے ملے، سو اللہ سے ڈرو اور مانگنے کا اچھا انداز اختیار کرو، حلال لے لو اور حرام کو ترک کر دو۔''

اس ایمان اور عقیدے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ انسان رزق کی تلاش میں جائز اسباب ہی اختیار نہ کرے (بلکہ اسباب اختیار کرتے ہوئے) ایک مسلمان کا یہ نظریہ ہو کہ اصل رازق اور نفع ونقصان کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

یہ بات جو زبان زد عام ہے کہ ''اپنا اور اپنی اولاد کا مستقل بنانا ضروری ہے'' ایسی باتیں تو اپنی ذات اور مادی وسائل پر اعتماد میں غلو کرنے والوں کی ہیں، لہٰذا مسلمان کو ایسے الفاظ سے گریز کرنا ضروری ہے جن سے اس کے اللہ پر توکل میں کمی واقع ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ سے امید اور خوف میں نقص واقع ہو۔ خوشی اور غمی دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط رکھے، اس کے سامنے عاجزی کرے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے شرعی اسباب بھی اختیار کرے۔ (اللجنة الدائمة: 19359)

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2144]

Marfat.com

243- ﴿وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ﴾ اس آیت مبارکہ کا مفہوم کیا ہے؟

یہ آیت ''جان لو اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے'' اپنے ظاہری مفہوم کے عین مطابق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر مکمل اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک انسان کو توفیق سے نوازتا ہے کہ اس کا سینہ اور دل ایمان کے لیے کھول دیتا ہے اور اسے اسلام کی دولت سے نواز دیتا ہے اور بعض اوقات کسی کے دل کو تنگ کر دیتا ہے اور دین اسے بوجھل محسوس ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اسلام کی دولت سے محروم رہ جاتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ انسان کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، جیسا کہ فرمانِ ربانی ہے:

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ﴾ [الأنعام: 125]

''تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے۔''

اللہ تعالیٰ صاحبِ اختیار ہے، اپنے بندوں کے معاملات کو جیسے چاہتا ہے چلاتا ہے، کسی کے دل کو ایمان و ہدایت کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور کسی کو توفیق سے محروم کر دیتا ہے۔ (ابن باز: نور علی الدرب: 131/1)

Marfat.com

244- مندرجہ ذیل دو آیات میں تعارض کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے؟

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ ﴾

[الشوریٰ: 30]

''اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا۔''

② اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ﴾ [التوبة: 51]

''کہہ دے ہمیں ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔''

مندرجہ بالا آیات میں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرما دی ہے کہ جو کوئی مصیبت آتی ہے، وہ ہمارے اعمال کی شامت ہوتی ہے اور یہ وضاحت فرما دی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ تقدیر کے مطابق ہی ہوتا ہے:

﴿ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ﴾ [التوبة: 51]

''کہہ دے ہمیں ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔''

ہر چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم بھی ہے اور اس کے ہاں لکھی ہوئی بھی ہے، لیکن جو مصیبت ہمیں آتی ہے، اس کا سبب اللہ تعالیٰ نے ہمارے گناہوں کو قرار دیا ہے، اگرچہ یہ چیز لکھی ہوتی ہے، لیکن ہمارے اندر

Marfat.com

کام کرنے کی قوت اور اختیار موجود ہے۔

ہر قسم کا کام، خواہ وہ اچھا ہو یا برا، اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے اور جو گناہ ہم سے سرزد ہوتے ہیں، یہ ہمارا عمل اور کمائی ہے۔ ان کاموں پر ہمارا مواخذہ اور محاسبہ ہوگا، کیونکہ ہمیں عقل و شعور اور قوتِ ارادہ سے نوازا گیا ہے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ: 30]

"اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔"

دوسری آیت میں ہے:

﴿ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ﴾ [النساء: 79]

"جو کوئی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو کوئی برائی تجھے پہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے ہے۔"

ہمارے اعمال اور تقدیر میں کوئی تضاد نہیں، تقدیر تو سبقت لے جا چکی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے، جبکہ اعمال تو ہمارے ہیں، جیسے زناکاری، شراب خوری، نماز نہ پڑھنا، نافرمانی اور قطع رحمی کرنا وغیرہ۔ ہماری طرف سے کمی و کوتاہی کی بنا پر ہمیں سزا ملے گی، کیونکہ ہمارے اعمال کی نسبت ہماری طرف ہے اور ہمیں قوت ارادہ و اختیار دیا گیا ہے، اگرچہ تقدیر میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

برائی کر کے تقدیر کے ذمہ نہیں لگائی جا سکتی، اس کا ہم سے محاسبہ اور

Marfat.com

مواخذہ ہوگا، وہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرما دیں، لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ دونوں آیتوں میں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں۔ ایک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اعمال ہم ہی سے سرزد ہوتے ہیں، اگر یہ اعمال اچھے نہ ہوئے تو ہمارا محاسبہ ہوگا، جبکہ دوسری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر کے مطابق ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے صحیح فرمان سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ قَدَّرَ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ »[1]

''اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے تمام چیزوں کی تقدیر مقرر فرما دی اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔''

اللہ تعالیٰ بڑا ہی علیم و حکیم ہے کہ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾

[الحدید: 22]

''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی کتاب، علم اور قدرت ہر چیز سے سبقت لے گئی ہے، جبکہ

[1] صحیح مسلم [2653/16]

Marfat.com

ہمارے اعمال ہماری طرف منسوب، مکتوب اور شمار کیے ہوئے ہیں، وہ ہمارے ارادہ و اختیار سے ہوئے ہیں۔ اچھے اور عمدہ کاموں پر ہمیں جزا و بدلہ ملے گا اور برے اعمال مثلاً زنا، چوری، نافرمانی اور دیگر برے اعمال اور نافرمانیوں پر ہم سزا کے مستحق ٹھہریں گے۔ (ابن باز: نورعلی الدرب: 128/1)

245- موت کی خواہش اور تمنا کرنا جائز ہے؟

کسی مصیبت اور پریشانی کی وجہ سے موت کی تمنا اور خواہش کرنا بالکل ناجائز ہے، بلکہ صبر کرنا، اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کرنا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح خیر خواہ ساتھیوں کی نصیحت اور راہنمائی بھی جائز کاموں سے بچاؤ کا ذریعہ بن جاتی ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ اس کی زندگی اس کے لیے موت سے بہتر ہو، کیونکہ مرنے کے بعد عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے جبکہ زندگی میں دوسروں کی خیر خواہی کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ ایمان کی حالت میں دنیا میں زندہ رہنا ہر لحاظ سے بہتر ہے، کیونکہ مومن کے ہر معاملے میں خیر ہی خیر ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْراً لَّهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْراً لَّهُ»[1]

”اگر مومن کو تکلیف آئے تو صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لیے بہتری کا ذریعہ ہے اور خوشی نصیب ہو تو شکر کرتا ہے اور یہ خیر اور بہتر ہے۔“

---

[1] صحیح مسلم [2999/64]

Marfat.com

انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبر سے کام لے، ثواب کی نیت کرے اور اللہ کی قضا پر راضی رہے اور یہ بات اچھی طرح یاد رکھے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت نہیں رہتی، یقیناً مصائب ختم ہو کر ہی رہتے ہیں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً»[1]

''(یہ بات اچھی طرح) جان لو کہ صبر سے (اللہ تعالیٰ کی) نصرت حاصل ہوتی ہے اور تکلیف کے بعد فراخی اور تنگی کے بعد آسانی (ضرور) ملتی ہے۔'' (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 20/13)

246- کیا نظر لگ جانا درست ہے؟

نظر لگ جانا برحق اور کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ ﴾ [القلم: 51]

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا یقیناً قریب ہیں کہ تجھے اپنی نظروں سے (گھور گھور کر) ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر کو سنتے ہیں۔''

سے مراد یہی نظر بد ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ [الفلق: 5]

---

[1] السنة لابن أبي عاصم [315]

Marfat.com

''اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔''

اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد نظر لگنا ہی ہے۔

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْعَيْنُ حَقٌّ، وَلَوْ كَانَ سَبَقَ الْقَدَرَ شَيْءٌ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ»❶

''نظر لگ جانا برحق ہے، اگر تقدیر سے سبقت لے جانے والی کوئی چیز ہوتی تو یہ نظر ہی ہوسکتی تھی۔''

مشاہدہ سے بھی یہ بات ثابت ہوچکی ہے اور یہ ہر انسان کے علم میں ہے، اس سے بچاؤ کی دو بہترین صورتیں ہیں:

① ایسے اذکار کی پابندی کرنا جن کی وجہ سے اس سے محفوظ رہا جا سکے، جیسے کہ آیت الکرسی کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ قَرَأَهَا فِي لَيْلَةٍ لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبُهُ شَيْطَانٌ حَتّٰى يُصْبِحَ»❷

''جو آدمی رات کے وقت آیت الکرسی کی تلاوت کرے، اللہ تعالیٰ اس پر ایک محافظ و معاون مقرر فرما دیتا ہے اور صبح ہونے تک شیطان اس سے دور رہتا ہے۔''

② جس کی نظر لگی ہو اس کے غسل یا اعضاء کا پانی لے کر اس انسان کے سر اور کمر پر چھڑکا جائے اور اس کو پلایا جائے، اس طریقے سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نظر کا اثر ختم ہو جائے گا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 46/13)

---

❶ صحيح مسلم [2188/42]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [3101]

Marfat.com

247- کسی خوبصورت چیز کو دیکھ کر ''ماشاء اللہ'' کہنے کی کیا حکمت ہے؟

کسی خوبصورت یا عمدہ چیز کو دیکھ کر ''ماشاء اللہ'' کہنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ چیز نظر بد سے محفوظ رہتی ہے، اسی طرح مال کو دیکھ کر بھی ''ماشاء اللہ لا قوۃ إلا باللہ'' کہے، کیونکہ سارے کا سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو جاتا ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 51/13)

248- تقدیر پر راضی رہنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

تقدیر پر راضی رہنا ضروری اور فرض ہے، یہی رضا اللہ تعالیٰ کو مکمل طور پر رب تسلیم کرنے کا ذریعہ ہے لیکن وہ چیز جس کے ساتھ تقدیر کا تعلق ہے، اس کے متعلق کچھ تفصیل کی ضرورت ہے، قضا اور چیز ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اس سے متعلقہ چیز اور ہے، کیونکہ اس کا تعلق بندے کے ساتھ ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے کام (تقدیر) پر راضی رہنا اور اسے ہر حال میں تسلیم کرنا ضروری ہے۔

رضا سے متعلقہ جو امور ہیں، ان کی کئی اقسام ہیں:

- ① پہلی قسم وہ ہے جس کو ماننا ضروری ہے۔
- ② دوسری قسم وہ ہے جس پر راضی ہونا ناجائز ہے۔
- ③ تیسری قسم وہ ہے جس کو قبول کرنا مستحب ہے۔

① مثال کے طور پر تمام گناہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے وجود پذیر ہوتے ہیں، لیکن ان پر راضی ہونا اور انھیں قبول کرنا ناجائز ہے، اگر تو ان گناہوں کو اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر یعنی فعل سے تعلق رکھتے

Marfat.com

ہیں تو ان پر راضی ہونا ضروری ہے اور کہنا پڑے گا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے عین مطابق ہے اور اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ یہ گناہ کے کام ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے تو انھیں ناپسند کیا جائے گا، لہٰذا ان گناہوں سے خود بھی اور دوسروں کو بچانا ضروری ہے۔

② شریعت کی طرف سے واجب امور کو پسند کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بجا لانے کا حکم دیا ہے، لہٰذا دونوں صورتوں میں اسے قبول کرنا ضروری ہے۔

③ تیسری قسم وہ ہے جس پر راضی رہنا مستحب اور اس پر صبر کرنا ضروری ہے، اس کا تعلق مصیبتوں اور پریشانیوں کے ساتھ ہے۔ صبر اور رضا میں فرق یہ ہے کہ صبر میں انسان آنے والی مصیبت کو پسند تو نہیں کرتا مگر خلافِ شریعت کوئی بات نہیں کرتا، جبکہ رضا میں آنے والی مصیبت کو ناپسند نہیں کیا جاتا، بلکہ مصیبت اور عدم مصیبت دونوں برابر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور کا کہنا ہے کہ صبر واجب اور رضا مستحب ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 196)

249- دعا اور تقدیر کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

دعا کا تعلق ان اسباب کے ساتھ ہے جن کے ذریعے سے مانگی ہوئی چیز مل جاتی ہے اور دعا ہی ایسی چیز ہے جو حقیقت میں تقدیر کو بدل دیتی ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں۔

مثال کے طور پر ایک مریض اللہ تعالیٰ سے شفایاب ہونے کی دعا کرتا ہے تو اسے شفا مل جاتی ہے اور اگر دعا نہ کرتا تو بیمار ہی رہتا۔ ہم یہ کہیں گے کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے یہ بات تقدیر میں رکھی تھی کہ اس مریض کی دعا سے مرض ٹھیک ہوجائے گا تو اس اعتبار سے دعا کے ذریعے سے تقدیر بدل جاتی ہے، لیکن حقیقت میں تقدیر تبدیل نہیں ہوتی، اس لیے کہ اصل بات تو یہ ہے کہ یہ دعا تقدیر میں لکھی ہوئی تھی اور یہ بھی لکھا ہوا تھا شفا اس دعا کے ذریعے سے ہوگی۔ یہی وہ اصل تقدیر ہے جس کو ابتدا ہی سے لکھا جا چکا ہے۔ ہر چیز کا تعلق سبب کے ساتھ ہے اور اسے مقرر بھی اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا ہے اور چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اسے لکھ بھی دیا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 196)

250- اللہ تعالیٰ گناہوں پر سزا کیوں دے گا؟

سوال اللہ تعالیٰ انسانوں کو اس کے گناہوں پر کیسے سزا دے گا، حالانکہ اس نے خود ہی تقدیر بنائی ہے؟

جواب حقیقت میں یہ کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے، انسان برائی پر اقدام کرتا ہے اور یہ اس کے ارادہ و اختیار سے ہے، کوئی اس کے سر پر تلوار لے کر کھڑا ہوا نہیں ہوتا کہ ضرور وہ یہ گناہ کرلے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ [الإنسان: 3]

”بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔“

شکر کرنے والے اور کفر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے سیدھا راستہ دکھا دیا اور واضح فرما دیا، اس کے باوجود کچھ لوگ ہدایت اور کچھ گمراہی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ وضاحت پہلے نمبر پر لزوم کے ذریعے سے اور دوسرے نمبر پر بیان اور

Marfat.com

صراحت کے ذریعے سے فرما دی۔ لزوم والا طریقہ یہ ہے کہ کسی آدمی کو یہ کہہ دیا جائے کہ تیرے دنیاوی اور اخروی کام دونوں برابر ہیں، اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ کسی کے سامنے دو قسم کے شرعی طور پر جائز کام پیش کیے جائیں، ایک میں خیر اور دوسرے میں شر اور برائی پائی جاتی ہے تو یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ پہلی صورت جس میں خیر ہے، اسے ہی قبول کیا جائے گا اور شر والی صورت کو ترک کر دیا جائے گا۔ آپ کہیں گے کہ تقدیر نے مجھے ایسا کرنے پر ابھارا ہے، لہٰذا آخرت کے معاملے میں بھی تقدیر سے وہی چیز لازم آتی ہے جو دنیاوی معاملات میں ہے۔

اس طرح ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ہر دو قسم کے مشروع کام ذکر کیے ہیں، ایک میں شر ہے اور یہ وہ اعمال ہیں جو شریعت کے مخالف ہیں، اور دوسری قسم وہ ہے جس میں خیر ہے۔

جب انسان دنیاوی معاملات میں بہتر کاموں کو قبول اور اختیار کرتا ہے تو آخرت کے معاملہ میں اچھے اور خیر کے کاموں کو کیوں اختیار نہیں کرتا؟

لہٰذا لزوم کے طریقہ سے بھی بہتر کام کو اختیار کرنا لازم آتا ہے۔

دوسرا بیان اور وضاحت کا طریقہ ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے واقف نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ﴾ [لقمان: 34]

''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا۔''

انسان جب بھی کسی کام کے لیے قدم اٹھاتا ہے تو اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے، اسے یہ علم تو نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر لکھ رکھا ہے،

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ بعض اہل علم کا قول ہے کہ ''تقدیر ایک پوشیدہ راز ہے'' کسی کام کے وجود میں آنے سے پہلے کسی کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں تقدیر میں لکھا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ تقدیر کو دلیل بنانا درست نہیں، ہاں کام ہوجانے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ یہ تقدیر میں لکھا ہوا تھا، لیکن پھر بھی یہ دلیل نہیں ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک واقعہ منسوب ہے جس کی صحت میں اختلاف ہے کہ ایک چور جس پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کے مکمل اسباب موجود تھے، جب آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا تو چور کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں نے چوری تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق کی ہے (میں نے کونسی اپنی مرضی سے کی ہے) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''تیرا ہاتھ بھی اللہ کی تقدیر کے مطابق ہی کاٹا جائے گا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی چیز کو اس کے ہاتھ کاٹنے کی دلیل بنایا، جس کو اس نے چوری پر دلیل بنایا تھا، حالانکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قرآن کی نص بھی پیش کر سکتے تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر تقدیر کو دلیل بنانا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ [النساء: 165]

''ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے۔''

حالانکہ رسولوں کے آنے کے بعد بھی لوگ جو عمل کریں وہ بھی تو تقدیر

Marfat.com

کے مطابق ہی ہیں اور اگر تقدیر ہی دلیل ہوتی تو رسولوں کے آنے کے بعد یہ حجت ختم نہ ہوتی۔

مذکورہ تقریر کے دلائل اور فہم کے ذریعے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ نافرمان تقدیر کو بطورِ دلیل پیش نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کو گناہ پر کسی نے مجبور کیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 195)

251- ایک حدیث کی وضاحت

سوال نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے: ''ایک آدمی جنتیوں والے کام کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر غالب آ جاتی ہے اور وہ جہنمیوں والے کام کر کے جہنم میں چلا جاتا ہے، اسی طرح جہنمیوں والے اعمال کرتے ہوئے جہنم کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے تو تقدیر غالب آتی ہے اور جنتیوں والے اعمال کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔''[1]

کیا یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہے:

﴿ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴾ [الكهف: 20]

''بے شک ہم اس کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھا عمل کرے۔''

جواب یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس میں نبی اکرم ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ ''ایک آدمی جنتیوں والے کام کرتے کرتے جنت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3208] صحيح مسلم [2643/1]

Marfat.com

کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے، موت کے قریب ہونے کی وجہ سے پھر اس پر اصل تقدیر جو ازل میں لکھی تھی کہ وہ جہنمی ہے تو وہ جہنمیوں والے کام کرتا ہے (اللہ محفوظ فرمائے) اور جہنم میں داخل ہوجاتا ہے، یہ وہ ظاہری حالت ہے جو لوگوں کے سامنے ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

«إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ»[1]

"ایک انسان دیکھنے میں تو جنتیوں والے اعمال کرتا ہے، حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے۔" اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے محفوظ فرمائے۔

اسی طرح وہ دوسرا شخص جو جہنمیوں والے اعمال کر رہا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر احسان فرماتا ہے، اسے توبہ کی توفیق اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا موقع موت کے قریب میسر آجاتا ہے تو وہ جنتیوں والے اعمال کر کے جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔

اس حدیث کے مقابلے میں سائل نے جو آیت پیش کی ہے وہ اس کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا﴾ [الكهف: 20] "بے شک ہم اس کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھا عمل کرے۔" فرمایا ہے اور عمل اسی کا احسن شمار ہوگا جو ظاہر اور باطن میں بھی درست ہو تو ایسے عمل کا اجر اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا، لیکن وہ پہلا شخص (جس کا ذکر گزر چکا ہے) لوگوں کے خیال کے مطابق جنتیوں والے کام کر رہا تھا، پھر تقدیر اس پر غالب آگئی تو ایسے شخص کے اعمال کو احسن نہیں کہہ سکتے لہٰذا یہ آیت مبارکہ اس حدیث کے مخالف نہیں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 201)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2898] صحيح مسلم [112/179]

Marfat.com

252- ایک آیت کا مفہوم

سوال ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [الصافات: 96] ''حالانکہ اللہ ہی نے تمھیں پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو۔'' کا مفہوم کیا ہے؟

جواب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [الصافات: 96,95]

''اس نے کہا کیا تم اس کی عبادت کرتے ہو جسے خود تراشتے ہو؟ حالانکہ اللہ ہی نے تمھیں پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو۔''

یہ بت جو تم خود بناتے ہو، یہ معبود نہیں ہو سکتے، کیونکہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی خاطر بنائے گئے ہیں، تو یہ بتاؤ کہ عبادت خالق کی ہوگی یا مخلوق کی؟

اس کا جواب یہ ہوگا کہ عبادت تو خالق ہی کی ہونی چاہیے، کیا مخلوق کو بھی عبادت میں شریک کیا جا سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان پر حجت قائم کرنے کے لیے فرمایا کہ یہ بت جو تم نے بنائے ہیں، یہ اللہ کی مخلوق ہے اور یہ عبادت میں شریک نہیں ہو سکتے۔

اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام قوم کو بالکل بری الذمہ قرار دے رہے ہیں کہ تمھارا شرک کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور تمھیں اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جائے گا، حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے اس آیت کو ان کے خلاف بطورِ دلیل پیش کیا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 203)

Marfat.com

253- ارادہ کونیہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا ضروری ہے؟

محبوب اور پسندیدہ چیز کی دو قسمیں ہیں:

① ایک وہ چیز جو بنفس نفیس محبوب اور پسند ہو۔

② ایک وہ چیز جو ذات کے لحاظ سے نہیں، بلکہ کسی دوسری وجہ سے محبوب اور پسند ہو۔

دوسری صورت میں وہ چیز بعض دفعہ ذات کے لحاظ سے تو مکروہ اور ناپسند ہوتی ہے لیکن کسی حکمت اور مصلحت کی وجہ سے محبوب اور پسند ہوتی ہے، لہٰذا ایک اعتبار سے محبوب اور ایک اعتبار سے ناپسند ہوتی ہے، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ [الإسراء: 4]

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ بے شک تم زمین میں ضرور دو بار فساد کرو گے اور بے شک تم ضرور سرکشی کرو گے، بہت بڑی سرکشی۔"

زمین میں فساد اپنی ذات کے اعتبار سے ناپسندیدہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد اور اہل فساد کو پسند نہیں فرماتا، لیکن اس میں پوشیدہ حکمتوں کی بنا پر یہ پسند ہوگا، اسی طرح سرکشی، قحط سالی، بیماری اور فقیری وغیرہ اللہ تعالیٰ بندوں کی قسمت میں کر دیتے ہیں جبکہ حقیقی طور پر ذات کے لحاظ سے یہ تمام چیزیں محبوب نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی تکلیف گوارا نہیں، اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر آسانی پسند فرماتے ہیں، لیکن ان میں پوشیدہ دیگر حکمتوں اور مصلحتوں کی خاطر اللہ

Marfat.com

تعالیٰ یہ چیز مقدر میں کر دیتے ہیں، لہٰذا یہ تمام چیزیں ایک اعتبار سے پسند اور ایک اعتبار سے ناپسند اور مکروہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [الروم: 41]

''خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہوگیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں۔''

اگر یہ کہنے والا کہہ دے کہ یہ تصور کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی چیز ایک جہت سے پسندیدہ اور دوسری جہت سے مکروہ سمجھی جائے؟

ایسے آدمی کو ہم یہ جواب دیں گے کہ ایسا ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے اور عقل بھی اسے تسلیم کرتی اور حس بھی اسے قبول کرتی ہے، مثلاً ایک مریض کو کڑوی بدبودار دوائی پینے کو دی جائے تو وہ اس کی رنگت اور بو اور کڑواہٹ کے لحاظ سے تو اس سے نفرت کرتا ہے، لیکن اس میں جو شفا ملنے کی امید ہے، اس لحاظ سے اسے پسند کرتا ہے، اسی طرح ایک طبیب لوہے کو گرم کر کے مریض کے جسم پر داغ لگاتا ہے، تکلیف کو دیکھیں تو یہ ناپسندیدہ عمل ہے جبکہ شفا کے لحاظ سے پسندیدہ ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 208)

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق عقائد کا بیان

254- صحابہ کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان سے محبت کریں، ان کا احترام کریں اور ان کی عزتوں کا دفاع کریں اور ان کے ذاتی معاملات و مشاجرات (لڑائیوں) کے متعلق خاموشی اختیار کریں اور صحابہ کو منافق کہنے والے کو مومن تسلیم نہ کریں، کیونکہ صحابہ کو برا بھلا کہنے کی جرأت تو منافق، بلکہ پکا منافق ہی کر سکتا ہے (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے) وگرنہ صحابہ کو گالی دینا کیسے ممکن ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» [1]

''سب سے بہترین میرا زمانہ ہے، پھر صحابہ کا پھر تابعین کا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا:

«لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي» [2] ''میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔''

صحابہ کو گالی دینا صحابہ کی شان میں کمی کرنا اور شریعت پر اعتراض ہے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھی اعتراض ہے، اسی طرح یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر بھی اعتراض ہے۔

---

1. سنن الترمذي، رقم الحديث [2221]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [6516] صحيح مسلم [2541/222]

Marfat.com

گالی کا صحابہ کی شان میں نقص ہونا بالکل واضح ہے۔ شریعت میں نقص کا مطلب یہ ہے کہ اس شریعت کو ہم تک پہنچانے والے صحابہ ہی تو ہیں، اگر یہ قابل اعتماد نہیں تو شریعت کی ساکھ ہی خطرے میں پڑ جائے گی، کیونکہ صحابہ کو برُا کہنے والے نعوذ باللہ ان کو فاسق و فاجر اور کافر تک کہہ دیتے ہیں، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جو امت کے افضل ترین ہیں، ان کو بھی معاف نہیں کیا جاتا۔

صحابہ کو برا بھلا کہنا نبی اکرم ﷺ کی ذات پر اعتراض اس لیے ہے کہ دوستوں کی پہچان دوست ہی ہوا کرتے ہیں، برُے لوگوں کے پاس بیٹھنے والے کو بھی لوگ برُا ہی خیال کرتے ہیں، اور پھر آپ ﷺ کا فرمان بھی ہے:

«اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ أَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ» [1]

”انسان اپنے دوست کے مذہب اور عقیدے پر ہوتا ہے، لہٰذا دیکھ کر دوستی کرنی چاہیے۔“

اسی طرح کسی شاعر نے یوں کہا ہے ؎

عَنِ الْمَرْءِ لَا تَسْأَلْ وَسَلْ عَنْ قَرِیْنِهٖ
فَکُلُّ قَرِیْنٍ بِالْمُقَارِنِ یَقْتَدِيْ

”اگر کسی انسان کو پہچاننا ہے تو پھر اس کے متعلق نہیں بلکہ اس کے دوستوں کے متعلق پوچھو۔ ہر دوست اپنے دوست کے طور طریقوں ہی کو اپناتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی حکمت میں طعن کا مطلب یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے سب سے اشرف و اعلیٰ نبی کے لیے فاسق و فاجر قسم کے ساتھیوں کا انتخاب کر سکتا ہے؟ اللہ کی قسم ایسا ہرگز ممکن نہیں۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/25)

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4833]

Marfat.com

255- خلفاءِ راشدین سے مراد ہے؟

نبی اکرم ﷺ کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان اور ان کے بعد علی رضی اللہ عنہم کا نمبر ہے۔ امت کا اس بات پر اجماع ہے، جو ان میں سے کسی ایک کی خلافت پر اعتراض کرے وہ گمراہ اور اہلِ سنت والجماعت، صحابہ اور تابعین کے راستے سے ہٹا ہوا ہے۔

(اللجنة الدائمة: 20619)

256- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امت میں کیا مقام ہے؟

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ مومنوں میں سب سے افضل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح اور تعریف اس انداز سے بیان کی ہے کہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ ان آیات میں کچھ یہاں ذکر کی جا رہی ہیں:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة: 100]

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے

Marfat.com

ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

② ارشادِ ربانی ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الفتح: 29]

"محمد اللہ کا رسول ہے، اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال

Marfat.com

کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی ہے اور انھیں امت کے افضل ترین افراد قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

« خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ »[1]

''سب سے بہتر زمانہ میرا ہے، پھر صحابہ کا پھر تابعین کا۔''

مسلم شریف میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک آدمی نے سوال کیا: سب سے بہترین لوگ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْقَرْنُ الَّذِينَ أَنَا فِيهِ، ثُمَّ الثَّانِي، ثُمَّ الثَّالِثُ »[2]

''میرے زمانے کے لوگ بہترین لوگ ہیں، پھر دوسرے اور تیسرے زمانے کے لوگ ہیں۔''

257- کیا سارے صحابہ کرام عادل ہیں؟

سارے کے سارے صحابہ ہی عادل ہیں اور اس کی گواہی اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ نے دی ہے اور ان کی تعریفیں اور ان کا تزکیہ بیان فرمایا ہے۔ علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے عدالتِ صحابہ کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ تک جو سند کا سلسلہ پہنچتا ہے اس میں ہر ہر فرد کی عدالت کو پہچاننا اور ان کی حالت کو معلوم کرنا ضروری ہے، اس کے بعد اس کی روایت کو قبول کیا جائے گا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ شرف

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2221]

[2] صحيح مسلم [2536/216]

Marfat.com

حاصل ہے کہ وہ سارے ہی عادل ہیں ان کے عادل اور ہر لحاظ سے
صحیح ہونے کی گواہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرما دی ہے۔
لہٰذا ان کے متعلق کسی قسم کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے بعد علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی کچھ آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابہ کی عدالت کے بارے میں کوئی ایک بیان بھی نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل و کردار جو انھوں نے ہجرت، جہاد، دین کی مدد، جان و مال، اولاد اور والدین کی قربانی، دین میں ایک دوسرے کے ساتھ اخلاص، ایمان اور عقیدے کی مضبوطی کی شکل میں پیش کیا، یہی ان کے عادل اور امت کے افضل ترین ہونے کے لیے کافی تھا۔ اس کے بعد علامہ خطیب رحمہ اللہ نے امام ابو زرعہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"اگر کوئی آدمی صحابہ کی توہین و تنقیص کر رہا ہو تو سمجھ لیں وہ زندیق ہے، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اور قرآن کی بات ہمارے نزدیک حق اور درست ہے، قرآن و سنت کا علم صحابہ رضی اللہ عنہم ہی نے ہم تک منتقل کیا ہے۔ یہ لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتراض کر کے) ان کو اس گواہی سے خارج کرنا چاہتے ہیں تاکہ کتاب و سنت کی حیثیت ختم ہو جائے، یہ زندیق ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صادق و عادل ہونے اور ان کی روایات کو قبول کرنے پر اہلِ علم نے اجماع نقل کیا ہے جن میں خطیب بغدادی، ابن عبدالبر، ابن صلاح، نووی، ابن کثیر، علامہ عراقی، ابن حجر اور سخاوی رحمہم اللہ شامل ہیں۔

(اللجنة الدائمة: 19378)

Marfat.com

258- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

کسی صحابی کو گالی دینے اور ان پر طعن کرنے کی قیامت تک کسی مسلمان کو قطعاً اجازت نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ»[1]

”میرے صحابہ کو گالی نہ دینا، تم احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو میرے صحابہ کے (صدقہ) ایک مد (آدھا کلو تقریباً) یا آدھے مد کے ثواب کو حاصل نہیں کر سکتے۔“

یہ حدیث صحیح بخاری میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفًا»[2]

”میرے صحابہ کو گالی نہ دینا، میرے صحابہ کو گالی مت دینا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو ان کے ایک مُد یا آدھے مُد کے ثواب کو نہیں پا سکتے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”لا تسبوا أصحاب محمد ﷺ، فلمقام أحدهم ساعة ـيعنى

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6516] صحيح مسلم [2541/222]

[2] صحيح مسلم [2540/221]

Marfat.com

مع رسول الله ﷺ۔ خیر من عمل أحد کم أربعين سنة"

''لوگو! نبی ﷺ کے صحابہ کو گالی نہ دینا، ان کا نبی ﷺ کے ساتھ گزارا ہوا مختصر وقت تمھاری چالیس سال کی عبادت سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔''

جبکہ امام وکیع رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق پوری زندگی کے عمل سے بھی افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر راضی ہوجانے کے باوجود جو ان پر لعن طعن کرے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اسے سخت ترین سزا ملنی چاہیے، جبکہ بعض کا تو یہاں تک خیال ہے اسے قتل ہی کر دیا جائے۔ (اللجنة الدائمة: 19378)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور دشمنی کا بیان

259- ولا اور برا کا مفہوم کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور دشمنی کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ نے براءت (بیزاری) کا اظہار فرمایا ہے، انسان بھی اس سے بَری ہوجائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ إِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا ﴾

[الممتحنة: 4]

''یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہوگیا۔''

اس کا تعلق مشرکوں سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ أَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [التوبة: 3]

Marfat.com

''اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف صاف اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے۔''

ہر مومن پر فرض ہے کہ وہ ہر کافر اور مشرک سے لاتعلقی کا اظہار کرے۔

اسی طرح ہر وہ عمل اور کام جو اللہ اور رسول کو پسند نہیں، اگر اس کا تعلق کفر سے نہ بھی ہو جیسے فسق و نافرمانی ہے، ایسے کاموں سے پرہیز کرنا اور دور رہنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴾ [الحجرات: 7]

''اور لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔''

ایسا مومن جو نافرمانی اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو ایمان کی بنا پر ہم اس سے محبت کریں گے لیکن اس کے فعل و عمل کی وجہ سے اسے ناپسند کریں گے، کیونکہ ایسا ہماری زندگی میں ہوتا ہے، جیسا کہ کڑوی دوائی کا استعمال ہے، ذائقے کے اعتبار سے ناپسند، لیکن شفا کی امید کی بنا پر اسے پسند کیا جاتا ہے۔ کئی لوگ گناہ گار مومن سے نفرت کافر سے بھی زیادہ کرتے ہیں، یہ انتہائی تعجب کی بات ہے جو سارے معاملے کو الٹ کر کے رکھ دینے والی ہے۔ کافر تو اللہ و رسول کا کھلا دشمن ہے، اور مومنوں کا بھی دشمن ہے ایسے لوگوں سے دلی طور پر نفرت واجب اور فرض ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾ [الممتحنة: 1]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ﴾ [المائدة: 52,51]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ پس تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں ایک بیماری ہے کہ وہ دوڑ کر ان میں جاتے ہیں، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہمیں کوئی چکر آ پہنچے، تو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے، یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ تو وہ اس پر جو انھوں نے اپنے دلوں میں چھپایا تھا، پشیمان ہو جائیں۔''

Marfat.com

کافر تو تب ہی راضی ہو سکتے ہیں اگر اپنا دین چھوڑ کر ان کے دین کو اپنا کر لیا جائے:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ [البقرة: 120]

''اور تجھ سے یہودی ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تو ان کی ملت کی پیروی کرے۔''

مزید فرمایا:

﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا﴾ [البقرة: 109]

''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں۔''

یہ کفر کی تمام صورتوں کو شامل ہے۔ ہم ہر اس عمل سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جو حرام ہے۔ اس کے نہ قریب جاتے ہیں اور نہ اسے اختیار کرتے ہیں، گناہ گار مومن کے عمل سے ہم بری الذمہ ہیں، لیکن ایمان کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 282)

260- کفار سے دوستی کی حدود کیا ہیں؟

کفار سے وہ دوستی جس کی بنا پر ایسا کرنے والے کو کافر کہا جا سکے وہ دلی محبت اور مسلمانوں کے خلاف ان کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ مطلق طور پر عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان کے ساتھ معاملات کو چلانا اور دین

Marfat.com

اسلام کی طرف دعوت دینے کی غرض سے انھیں ملنا، ان کی مجلسوں میں شریک ہونا اور اسلام کی ترویج کی خاطر ان کے ساتھ سفر کرنا اس میں شامل نہیں۔

(اللجنة الدائمة: 2901)

261- ﴿لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ [الممتحنة: 13]
مندرجہ بالا آیت کا مفہوم کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ یہودیوں، عیسائیوں اور کافروں کے ساتھ ایسا تعلق رکھیں جس میں محبت ونصرت پائی جاتی ہو اور انھیں دلی دوست بنانے سے بھی منع فرمایا ہے، اگرچہ وہ مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ نہ بھی کریں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ﴾ [المجادلة: 22]

”تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے۔“

Marfat.com

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ لَا یَاۡلُوۡنَكُمۡ خَبَالًا وَدُّوۡا مَا عَنِتُّمۡ قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ وَ مَا تُخۡفِیۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡبَرُ قَدۡ بَیَّنَّا لَكُمُ الۡاٰیٰتِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۞ هٰۤاَنۡتُمۡ اُولَآءِ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَ لَا یُحِبُّوۡنَكُمۡ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ وَ اِذَا لَقُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَیۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَیۡظِ قُلۡ مُوۡتُوۡا بِغَیۡظِكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۞ اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ وَ اِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَیِّئَةٌ یَّفۡرَحُوۡا بِهَا وَ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا لَا یَضُرُّكُمۡ كَیۡدُهُمۡ شَیۡـًٔا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطٌ ﴾ [آل عمران: 118 تا 120]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمھیں کسی طرح نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے، وہ ہر ایسی چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مصیبت میں پڑو۔ ان کی شدید دشمنی تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ زیادہ بڑا ہے۔ بے شک ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم سمجھتے ہو۔ دیکھو! تم وہ لوگ ہو کہ تم ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیوں کی

Marfat.com

پوریں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ کہہ دے اپنے غصے میں مر جاؤ، بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ اگر تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کی خفیہ تدبیر تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گی۔ بے شک اللہ، وہ جو کچھ کرتے ہیں، اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔''

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کافروں کے ساتھ حسن سلوک سے منع نہیں فرماتے جو مسلمانوں کے خلاف سازشیں نہ کریں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ لین دین، خرید و فروخت کرنا اور ان کے تحائف کو قبول کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے، جیسا کہ فرمانِ ربانی ہے:

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۞ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾

[الممتحنة: 9,8]

''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تو تمھیں انھی لوگوں

Marfat.com

سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔'' (اللجنة الدائمة: 4246)

262- کفار کے ساتھ کیسی مشابہت سے منع کیا گیا ہے؟

کفار کے مخصوص عقائد، شعائر اور عبادات میں ان کی مشابہت کرنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ''داڑھی منڈوانا، زُنّار لٹکانا، ان کے میلوں وغیرہ میں شرکت کرنا، نیک لوگوں سے مدد مانگنا اور ان کی قبروں کا طواف کرنا، ان کے نام پر جانور ذبح کرنا، ناقوس بجانا، گھروں اور گردنوں میں صلیب لٹکانا، اس کی تعظیم کرنا اور اس کے متعلق عیسائیوں جیسا عقیدہ رکھنا وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس مشابہت کے احکام مختلف ہیں:

1. کبھی تو یہ کفر کہلاتی ہے، اگر یہ قبروں والوں سے مدد مانگنے، صلیب کو تبرک سمجھنے اور اسے بطور شعائر استعمال کرنے کی شکل میں ہو۔
2. اور کبھی یہ مشابہت صرف حرام ہوتی ہے، جیسے داڑھی منڈوانا، ان کی عید کے موقع پر انھیں مبارکباد پیش کرنا اور کبھی یہ سستی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے، اللہ تعالیٰ ہی محفوظ فرمائے۔ (اللجنة الدائمة: 4566)

263- کسی عیسائی کو ملنے کے لیے جانا؟

مریض خواہ عیسائی اور کافر ہی کیوں نہ ہو، اس کی عیادت کرنی چاہیے اور

Marfat.com

عیادت کئی بار کرنی پڑتی ہے، اگر اس کے ساتھ ساتھ اسے اسلام کی طرف آنے کی دعوت دینا مقصود ہو تو یہ بہت ہی بہتر ہے اور اگر ہمسایہ عیسائی یا کافر ہو تو اس کی عیادت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، لیکن صرف اور صرف عیسائی کی زیارت کے قصد سے ملاقات کرنا درست نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5/21)

264- کافروں کے جنازوں میں شرکت کرنے کا کیا حکم ہے؟

اگر عیسائیوں اور کافروں کے جنازے کے ساتھ حرام کاموں میں سے کوئی چیز نہ ہو، جیسے ناقوس بجانا، آگ جلانا وغیرہ تو کسی مصلحت کی خاطر شرکت کی جاسکتی ہے، ورنہ ایسا کرنا ناجائز ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5/21)

265- کافر رشتے دار سے صلح رحمی کرنا کیسا ہے؟

صلہ رحمی اور موالاۃ (دلی دوستی اور تعلق) میں بہت زیادہ فرق ہے، یعنی دوستی اور صلہ رحمی الگ الگ چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سورت میں کفار سے دوستی کرنے کو منع فرمایا جبکہ دوسرے مقام پر ان سے حسن سلوک کی اجازت دی ہے، اللہ تعالیٰ سورت ممتحنہ میں فرماتے ہیں:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ﴾ [الممتحنة: 1]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔“

Marfat.com

اسی صورت ہی میں دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ﴾

[الممتحنة: 8]

''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو۔''

لہٰذا صلہ رحمی محبت سے ایک الگ چیز ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ کافر رشتہ دار سے بھی صلہ رحمی کرنی چاہیے، لیکن کفر میں ان کا تعاون ہرگز نہ کیا جائے، ان کو اپنے گھر میں بلانا اور دعوت دینا بھی جائز ہے، لیکن اس سے مقصود ان کو دین اسلام کی طرف مائل کرنا ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے اسباب پیدا فرما دے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 3/21)

266- مشرکوں کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانے کا کیا حکم ہے؟

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ بُری مجلسوں سے پرہیز کرے۔ ان میں مشرکوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی مجلسیں بھی شامل ہیں۔ مشرکوں کے ساتھ مل کر کھانے سے ہر ممکن گریز کیا جائے، اگر کوئی ایسی صورت پائی جائے جس میں علاحدہ ہونا مشکل ہو، جیسا کہ بہت سی کمپنیوں میں مسلمان اور غیر مسلم مل کر کام کرتے ہیں، جہاں الگ ہونا ممکن نہیں، ایسی صورت حال میں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کی خوبیاں بیان کرے اور انھیں اسلام کی دعوت دے، اللہ تعالیٰ ہدایت دینے پر قادر ہے، ایسا کرنے والا مسلمان اس اجر و ثواب

Marfat.com

کا حقدار بن سکتا ہے جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

« أُدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَوَ اللّٰهِ! لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ »[1]

''اے علی! ان (کافروں) کو اسلام کی طرف بلاؤ، اللہ کی قسم! اگر ایک بندہ مسلمان ہوگیا تو سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔''

سرخ اونٹ عربوں کا بڑا ہی قیمتی سرمایہ سمجھا جاتا تھا۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 4/21)

267- کافر کو پہلے سلام کرنا جائز ہے؟

کافر کو سلام کرنے میں پہل کرنا ناجائز ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَا تَبْدَؤُا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ بِالسَّلَامِ، فَإِذَا لَقِيْتُمْ أَحَدَهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ إِلَى أَضْيَقِهِ »[2]

''یہودیوں عیسائیوں کو پہلے سلام نہ کرو اور اگر راستے میں ان سے ملاقات ہوجائے تو راستہ ان کے لیے تنگ کر دو۔''

اسی طرح سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا: وَعَلَيْكُمْ »[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2942] صحيح مسلم [2406/34]

[2] صحيح مسلم [2167/13]

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث [6258] صحيح مسلم [2163/6]

Marfat.com

''اگر اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) تم کو سلام کہیں تو تم جواب میں صرف ''وعلیکم'' (اور تم پر ہو) کہا کرو۔''

کافر کا حال احوال پوچھنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ بھی بوقت ضرورت ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ بہت سے علماء نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 11123)

268- عیسائیوں کو عید کے موقع پر مبارکباد دینا جائز ہے؟

عیسائیوں کی عید کے موقع پر انھیں عید مبارک کہنا درست نہیں، کیونکہ یہ گناہ کے کام پر تعاون ہے اور شریعت نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: 2]

''اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

اس میں ان کے ساتھ محبت کا اظہار اور ان کے شعائر کی تعظیم و تکریم کا اظہار ہے، جو بالکل ناجائز ہے، ان سے دشمنی عیاں اور بغض کا اظہار ہونا چاہیے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، دوسروں کو اس کے شریک بناتے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیوی بھی ہے اور اولاد بھی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ﴾ [المجادلة: 22]

Marfat.com

”تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ إِبْرٰهِيمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ [الممتحنة: 4]

”یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ۔“ (اللجنة الدائمة: 11168)

269- کافر سے دوستی رکھنا کیسا ہے؟

کافر مسلمان کا بھائی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [الحجرات: 10]

''مومن تو بھائی ہی ہیں۔''

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ» [1] ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔''

کافر خواہ یہودی، عیسائی، بت پرست، مجوسی وغیرہ ہو، مسلمان کا کسی صورت بھی بھائی نہیں ہوسکتا، لہٰذا کافر کو ساتھی، دوست بنانا بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر اتفاقی طور پر کھانے کے موقع پر آجائے یا کسی ولیمہ کے موقع پر آجائے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن کھانے میں اس کو مستقل طور پر شریک کرنا، بھائی بنانا بالکل ناجائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اخوت و محبت سے منع فرمایا ہے:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾ [الممتحنة: 4]

''یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6591] صحيح مسلم [2580/58]

Marfat.com

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ﴾ [المجادلة: 22]

''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے۔''

یعنی وہ ان سے محبت نہیں کرتے:

﴿وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ [المجادلة: 22]

''خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔''

مسلمان پر فرض ہے کہ وہ مشرکوں سے بیزاری کا اظہار کرے، ان سے بغض رکھے اور یہ سارا کام اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو، ہاں بلاوجہ کافروں پر ظلم و زیادتی کرنا اور ان کو تکلیف پہنچانا ناجائز ہے۔ (ابن باز: نور علی الدرب: 370/1)

Marfat.com

270- قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دیا جا سکتا ہے؟

غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دینے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ﴾

[الممتحنة: 8]

''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں فرمایا ہے کہ ایسے کافر جو مسلمانوں پر ظلم و زیادتی نہ کریں اور انھیں ہجرت پر مجبور نہ کریں تو ان کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنا جائز ہے اور ان کی سخت پریشانی کے وقت ان پر صدقہ کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی والدہ ان کے پاس صلح حدیبیہ کے زمانے میں آئیں اور وہ کافرہ تھیں تو اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« صِلِي أُمَّكِ »[1] ''اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔''

ایسا کافر جس کا مسلمانوں سے معاہدہ ہو یا اس نے مسلمانوں سے امان طلب کی ہو، ان کے اور ہمارے درمیان جنگ کا سلسلہ نہ ہو جب وہ مجبور ہو جائے، فاقوں کی نوبت آجائے اور مردار کھانے پر مجبور ہو تو ایسے کافر پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ (ابن باز: نور علی الدرب: 375/1)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2477]

Marfat.com

271- کافر ممالک کی شہریت اختیار کرنا؟

غیر مسلم ممالک جہاں کافروں کی حکومت ہے، مسلمانوں کو ایسے شہروں میں مستقل شہریت اختیار نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ یہ ان کے ساتھ محبت اور ان کے باطل و غلط عقیدہ کی تائید کا ذریعہ ہے، اسی طرح شہریت اختیار کرنے کے بغیر رہنا بھی حقیقت میں ناجائز اور منع ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ ﴾ [النساء: 98,97]

"بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ مگر وہ نہایت کمزور۔"

نبی اکرم ﷺ کا فرمان بھی ہے:

«أَنَا بَرِيءٌ مِّنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ الْمُشْرِكِينَ» [1]

"میں ہر اس مسلمان سے بَری ہوں جو مشرکوں میں رہائش پذیر ہو۔"

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2645]

Marfat.com

اس معنی ومفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ اس طرح مشرکوں کے علاقوں سے ہجرت کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ مگر ایسے عالم دین کے لیے گنجائش ہے جو دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے وہاں رہتا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کے اس عمل سے انھیں ہدایت مل جانا ممکن ہے، لیکن فتنے اور فساد سے محفوظ ہونا ضروری ہے۔ (اللجنة الدائمة: 2393)

272- کافر کسی مسلمان ملک کی شہریت اختیار کر سکتا ہے؟

کافر کا کسی مسلمان ملک میں شہریت اختیار کرنا درست ہے، اگر کسی فتنہ وفساد کا خطرہ نہ ہو، بلکہ خیر کا پہلو غالب ہو لیکن جزیرہ عرب میں ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکالنے کا حکم دیا ہے۔[1] ہاں اگر مسلمان ہو جائے تو اس کا رہنا جائز اور درست ہے۔ (اللجنة الدائمة: 6495)

273- یوم محبت کے نام پر محفلیں سجانے کا کیا حکم ہے؟

کتاب وسنت کے واضح دلائل اور سلف صالحین کے اجماع سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اسلام میں صرف دو ہی عیدوں کا تصور ہے، ایک عید الفطر اور دوسری عید قربان۔ اس کے علاوہ کوئی بھی عید جس کا تعلق کسی شخصیت، جماعت یا کسی واقعہ کے ساتھ ہو بدعت ہے، اہلِ اسلام کے لیے اس کو منانا، اس کا اظہار کرنا اسے عمل سے ثابت کرنا اور خوشی کا اظہار کرنا اور اس میں دوسروں کا تعاون کرنا بالکل ناجائز ہے، بلکہ یہ حدود اللہ کو پامال کرنے کا مصداق ہے اور ایسا کرنے والا ظالم ہے۔ یہ کام کافروں کی عیدوں کے موقع پر کرنا اور بھی زیادہ

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [3053] صحیح مسلم [1637/20]

Marfat.com

گناہ کا باعث ہے۔ اس لیے کہ یہ ان کے ساتھ مشابہت اور ان سے دلی محبت کا اظہار ہے، ان دونوں کاموں ہی سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» [1]

''جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انھیں میں سے ہے۔''

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایسے موقع پر کفار وغیرہ کو مبارکباد نہ دے، نہ انھیں کوئی خط اور کارڈ کے ذریعے پیغام پہنچائے، نہ اعلان کرے۔ ایسے موقع پر کھانے پینے والی چیزوں کی خرید وفروخت سے گریز کرے، کیونکہ یہ سارے کام تعاون میں آتے ہیں اور یہ ناجائز بلکہ حرام ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور سزا سے بچ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: 2]

''اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

مسلمان کو ہر وقت کتاب وسنت ہی کی پیروی کرنا چاہیے، خصوصاً فتنہ و فساد کے زمانے میں، مسلمان کو انتہائی سمجھ دار ہونا چاہیے تاکہ وہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار جو اللہ تعالیٰ کی عزت کو پسند ہی نہیں کرتے، ان کی گمراہیوں سے محفوظ رہ سکے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہدایت پر ثابت قدمی کی دعا کرتا رہے، کیونکہ ہدایت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اور ہدایت پر قائم رکھنا بھی اسی کا کام ہے۔ (اللجنة الدائمة: 21203)

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4031]

Marfat.com

274- کافروں کو صادق و امین اور اچھے کردار والا کہنا جائز ہے؟

سچ بولنا، امانت کا لحاظ کرنا اور حسن سلوک سے پیش آنا، یہ صفات اگرچہ کفار میں موجود ہیں، لیکن جھوٹ، دغا بازی اور خیانت جیسی چیزیں کافروں میں مسلمانوں کے کئی علاقوں میں زیادہ پائی جاتی ہیں اور یہ بات سبھی جانتے ہیں۔ اور اگر یہ اچھی صفات واقعی کفار میں پائی جائیں تو یہ ایسی صفات ہیں جن کا اسلام حکم دیتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ باتیں تو زیادہ اختیار کرنی چاہیے تاکہ وہ حسن اخلاق کے ساتھ ساتھ اجر وثواب بھی حاصل کر سکیں، کافر تو یہ کام صرف دنیاوی مفاد کی خاطر اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔

مسلمان ایسی صفات کو دنیاوی مفاد کے ساتھ ساتھ شریعت کے مطابق عمل کے لیے اپنانے کی نیت سے کرتا ہے تو یہی ایمان کی حقیقت ہے، اسی سے مسلمان اور کافر میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

یہ بات جو زبان زد عام ہے یا لوگوں نے نظریہ بنا لیا ہے کہ کفار کے علاقوں میں صرف سچ ہی بولا جاتا ہے تو اس میں کوئی خیر کا پہلو نہیں بلکہ شر ہی شر ہے، انھوں نے تو اللہ تعالیٰ کا جو عظیم حق ہے اس کا ہی انکار کر دیا ہے:

﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان: 13]

”بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“

کافر جتنے بھی نیک عمل کر لیں وہ ان کے کفر اور ظلم و زیادتی کے مقابلے میں انتہائی حقیر اور کم ہیں، اس میں خیر نام کی کوئی چیز نہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 287)

Marfat.com

275- کفار کے علاقوں میں سیر و سیاحت کے لیے جانا؟

کفار کے علاقوں کا سفر صرف تین شرائط کے ساتھ جائز ہے:

① سفر کرنے والے انسان کے پاس اتنا علم ہو کہ کفار کے اعتراضات و شبہات کا دفاع کر سکے۔

② دین میں اتنا پختہ ہو کہ خواہشات نفس پر کنٹرول کر سکے۔

③ سفر کسی ضرورت کی بنا پر کرے۔

اگر مذکورہ بالا تینوں شرطیں پوری نہ ہوں تو سفر کی اجازت نہیں، کیونکہ اس میں فتنہ و فساد کا خطرہ ہے اور مال کا ضیاع بھی، اس لیے کہ ایسے سفروں پر خرچ بھی بہت زیادہ آتا ہے۔

کسی بیماری کے علاج اور ایسی تعلیم کے لیے جو مسلم ممالک میں میسر نہ ہو، مذکورہ بالا شرائط کی روشنی میں سفر کی گنجائش ہے، لیکن صرف سیر و سیاحت کے لیے جانا یہ کوئی ضرورت اور مجبوری نہیں اور الحمد للہ ہمارے بعض اسلامی ممالک بھی اس قابل ہیں کہ ان میں چھٹیوں کے اوقات کو صرف کیا جا سکتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اسلامی شعائر کی پابندی بھی وہاں بہ آسانی ممکن ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 388)

276- اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے کافروں کے ساتھ مل کر رہنا اور نرمی والا معاملہ اختیار کرنا؟

مسلمان پر فرض ہے کہ کافروں سے بغض رکھے اور ان سے براءت کا اظہار کرے، کیونکہ یہ رسولوں کا اور ان کے ماننے والوں کا طریقہ ہے:

Marfat.com

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ [الممتحنة: 4]

''یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ۔''

② نیز فرمایا:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ﴾ [المجادلة: 22]

''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح

Marfat.com

کے ساتھ قوت بخشی ہے۔''

اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے حقیقی دشمنوں کے متعلق مسلمان کے دل میں قطعاً محبت کی کوئی گنجائش نہیں۔

③ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ﴾

[الممتحنة: 1]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے۔''

اسلام کی طرف مائل کرنے کی غرض سے نرمی والا معاملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ تالیف قلب میں شامل ہے، مایوسی کی صورت میں ان سے وہی سختی والا معاملہ کرنا چاہیے، جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''ذمیوں کے احکام'' میں اس کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 389)

277- کفار کی وہ چیزیں جو حرام نہیں ان سے استفادہ کرنا جائز ہے؟

کفار جو ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، ان کے افعال تین طرح کے ہیں:

① عبادات۔ ② عادات۔ ③ مصنوعات اور اعمال

① عبادات کے معاملے میں کافروں سے مشابہت اختیار کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، یہ ایسا عمل ہے جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

Marfat.com

② کفار کی عادات مثلاً لباس وغیرہ میں مشابہت اختیار کرنا بھی حرام ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» ❶

''جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انھیں میں سے ہے۔''

③ ایسی مصنوعات اور پیشے جو عامۃ الناس کے لیے مفید ہیں، ان کو سیکھنا اور ان کی مصنوعات سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، ان چیزوں کا تعلق مشابہت سے نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 398)

278- کافر کو بھائی کہہ کر پکارنا؟

کافر یہودی ہو یا عیسائی، مجوسی ہو یا ملحد وغیرہ اسے کسی صورت بھی ایسے انداز سے پکارنے اور بلانے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ مسلمانوں اور کافروں کا کوئی بھائی چارہ نہیں ہے، اصل اخوت تو اخوت ایمانی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ [الحجرات: 10]

''مومن تو بھائی ہی ہیں۔''

کفر کی حالت میں قریبی نسب میں بھی اخوت ختم ہوجاتی ہے، جہاں قرابت بھی نہ ہو وہاں تو بالاولیٰ ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿ وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ۝ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [4031]

Marfat.com

لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ﴾ [هود: 46,45]

''اور نوح نے اپنے رب کو پکارا، پس کہا اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ فرمایا اے نوح! بے شک وہ تیرے گھر والوں سے نہیں، بے شک یہ ایسا کام ہے جو اچھا نہیں۔''

مسلمان کافر کو کسی صورت دوست نہیں بنا سکتا، جیسا کہ فرمانِ ربانی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّىۡ وَعَدُوَّكُمۡ اَوۡلِيَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ كَفَرُوۡا بِمَا جَآءَكُمۡ مِّنَ الۡحَـقِّ﴾

[الممتحنة: 1]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے دشمن تو کافر ہی ہیں:

﴿مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبۡرِيۡلَ وَمِيۡكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ﴾ [البقرة: 98]

''جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکال کا دشمن ہو تو بے شک اللہ کافروں کا دشمن ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ

Marfat.com

بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ وَ مَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ [المائدة: 51]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 406)

279- صلیب پہننا جائز ہے؟

صلیب پہننے اور اس جیسے دیگر امور میں تفصیل کی ضرورت ہے، صلیب پہننے والے کو یہ واضح طور پر بتایا جائے کہ یہ عیسائیوں کا شعار ہے، صلیب پہن کر ان کے مذہب کی طرف نسبت کو پسند کرنے کے مترادف ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ صلیب پہننے پر اصرار کرے تو کافر ہو جائے گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ مَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ [المائدة: 51]

''اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

دوسری قباحت اس میں یہ ہے کہ عیسائیوں کے غلط عقیدہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی تردید کی ہے، کی تائید ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

﴿ وَ مَا قَتَلُوهُ وَ مَا صَلَبُوهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ﴾ [النساء: 157

”حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس (مسیح) کا شبیہ بنا دیا گیا۔“ (اللجنة الدائمة: 2245)

280- اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور دشمنی کا کیا معیار ہے؟

اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی پہچان یہ ہے کہ کسی آدمی کی دینداری، علم، کثرتِ عبادت، حسنِ اخلاق اور لوگوں کے ساتھ بہترین معاملات کی بنا پر محبت کی جائے، گویا یہ اس کے ایمان باللہ اور فرمانبرداری کی بنا پر محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے بغض کی پہچان اس کے گناہوں اور دین کے معاملات کو حقیر جاننے کی وجہ سے اس سے نفرت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور دشمنی ایمان کا مضبوط کڑا ہے، اس لیے ہم پر فرض ہے کہ ہماری محبت اور دشمنی کا معیار اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور دشمنی کی بنا پر ہو، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے سے محبت کرنا ضروری ہے، اگرچہ طبعی میلان اس کی طرف نہ بھی ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو جو پسند نہیں اس سے نفرت ضروری ہے، اگرچہ ہمارا اس کی طرف طبعی میلان ہو، یہی وہ چیز ہے جسے مضبوط کڑا تھامنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2/21)

281- کافر کی موت پر کیا کہنا چاہیے؟

کافر اگرچہ قریبی نہ بھی ہو، اس کی موت پر ”إنا للّٰه وإنا إليه راجعون“ کہنا چاہیے، اس لیے کہ سبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہی جانے والے ہیں اور تمام اس کی ہی ملکیت ہیں، لیکن کافر کے لیے دعا کرنا جائز نہیں، نیز یہ کہنا:

Marfat.com

﴿يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۞ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ [الفجر: 28,27]

''اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو راضی ہے، پسند کی ہوئی ہے۔''

ہرگز جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ تو فاسق و فاجر ہے، یہ دعا مومنوں کے ساتھ خاص ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کافر کی موت پر "إنا لله وإنا إليه راجعون" کہنا جائز ہے، کافر کے زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، لہٰذا نہ اس کے لیے دعا کی جائے اور نہ صدقہ ہی کیا جائے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 375/1)

282- کیا مسلمان کسی عیسائی یا یہودی سے مل کر تجارت کر سکتا ہے؟

مسلمان، یہودی اور عیسائی مل کر تجارت کر لیں تو جائز ہے، مثلاً جانوروں کی تجارت اور کھیتی باڑی کرنا وغیرہ لیکن ایک شرط کا ہونا ضروری ہے، ان میں دوستی کی صورت نہ ہو۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس سارے کام کی نگرانی مسلمان کے ہاتھ میں ہو، کیونکہ کافروں کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ اگر یہ تجارت محبت و مودت اور کسی حرام کام کے ارتکاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجبات کے ترک کا ذریعہ بنے تو یہ حرام ہے، لیکن اگر ان خرابیوں میں سے کوئی خرابی نہ پائی جائے اور یہاں اختیار بھی مسلمان کے ہاتھ میں ہو اور دھوکا سے محفوظ ہو تو جائز ہے۔

لیکن افضل اور بہتر یہی ہے کہ مسلمان ایسا نہ کرے، یہ شراکت اپنے مسلمان

Marfat.com

بھائی کے ساتھ ہی کرے تا کہ دین اور ایمان محفوظ رہ سکیں۔ دین، عزت اور مال کی حفاظت کی خاطر کافروں سے دور رہنا ہی بہتر ہے، البتہ بوقت ضرورت مذکورہ بالا شرائط کی روشنی میں اس کی گنجائش ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 377/1)

283- کافر مسجد میں داخل ہوسکتا ہے؟

بیت اللہ میں تمام قسم کے کافروں کے داخلے پر پابندی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ [التوبة: 28]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں، پس وہ اپنے اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔“

بیت اللہ صرف اور صرف مسلمانوں کے لیے خاص ہے، کسی قسم کا کافر خواہ وہ یہودی ہو عیسائی ہو، اس کا داخلہ وہاں ممنوع ہے۔

بیت اللہ کے علاوہ باقی مساجد اور مسجد نبوی اگرچہ خاص ہے لیکن اس مسئلے میں اس کا حکم بھی عام مسجدوں والا ہی ہے، کسی مصلحت اور ضرورت کی خاطر کافر ان مسجدوں میں داخل ہوسکتا ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک کافر کو باندھ دیا تھا، اسی طرح ثقیف قبیلے کا وفد مسلمان ہونے سے پہلے مسجد نبوی میں داخل ہوا، آپ ﷺ نے ان کو برقرار رکھا، مسجد سے نکالا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ باقی مساجد میں تو بالاولیٰ آ سکتا ہے، ان مقاصد میں ایک مقصد سوال کرنا، درس سے مستفید ہونا اور مسلمان ہونے کے بعد اظہارِ اسلام

Marfat.com

کے لیے آنا وغیرہ شامل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کافر ضرورت کی بنا پر مسجد میں آ سکتا ہے، ورنہ اس کی کوئی گنجائش نہیں، تاکہ مسجد کے تقدس اور احترام میں خلل واقع نہ ہو۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 380/1)

Marfat.com

ایمان اور کفر کا بیان

284- کیا ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہیں؟

اسلام کا عام معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس انداز میں کی جائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کو دے کر بھیجا ہے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا، اس معنی کے لحاظ سے نوح علیہ السلام کی عبادت کا طریقہ، موسیٰ، عیسیٰ، اور جد الأنبیاء ابراہیم علیہم السلام کا طریقہ سب شامل ہیں، جیسا کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات بتاتی ہیں کہ سابقہ تمام شریعتوں کا نام اسلام ہے۔

اور اسلام کا خاص معنی یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا اتباع کرنا اسلام ہے اور اس کو نہ ماننا خواہش پرستی اور کفر ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے، موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کے ماننے والے مسلمان اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کو ماننے والے مسلمان کہلاتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آجانے کے بعد وہ یہودی اور عیسائی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے وہ کافر ہی کہلائے گا، یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کے مدمقابل کوئی سابقہ دین نہیں ہے، جو ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ [آل عمران: 19]

''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

Marfat.com

دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿ وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ ﴾

[آل عمران: 85]

''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔''

اس اسلام سے مراد محمد ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت کا نام ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ فرمایا:

﴿ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ﴾ [المائدۃ: 3]

''میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔''

اس سے یہ ثابت ہوا کہ دین اسلام کے علاوہ اب کوئی سابقہ دین اسلام نہیں، اس کو اپنانا دنیا میں بھی فائدہ مند نہیں اور نہ آخرت ہی میں اس کا کوئی فائدہ ہوگا، اب ہمیں قطعاً یہ اجازت نہیں کہ ہم کسی اور دین کو اہمیت دیں، جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ یہودی اور عیسائی اور دیگر سابقہ مذاہب میں اخوت ثابت نہیں کی جا سکتی، جو ایسا کرے وہ واضح ترین غلطی پر ہے۔

اگر اسلام کا معنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کا اتباع و پیروی کا نام تسلیم کر لیا جائے تو اس میں ظاہری اور باطنی فرمانبرداری مراد ہوگی، اور عقیدہ، قول اور عمل بھی شامل ہیں، اور اگر ایمان اور اسلام دونوں اکٹھے آ جائیں تو اسلام ظاہری اعمال: اقرار باللسان اور عمل بالجوارح کا نام ہے، جبکہ ایمان سے

Marfat.com

مراد باطنی اعمال عقیدہ اور نیت وغیرہ ہیں، جن کا تعلق دل سے ہے، اس فرق کو قرآن مجید کی یہ آیت بیان فرما رہی ہے:

﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ [الحجرات: 14]

''بدویوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے، کہہ دے تم ایمان نہیں لائے اور لیکن یہ کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔''

لوط علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الذاریات: 36,35]

''سو ہم نے اس (بستی) میں ایمان والوں سے جو بھی تھا نکال لیا۔ تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا۔''

ان آیات مبارکہ میں مومن اور مسلمان میں فرق کیا گیا ہے، کیونکہ لوط علیہ السلام کی بستی میں جو گھر تھا ظاہری طور پر تو وہ مسلمان ہی تھے اور اس میں لوط علیہ السلام کی خیانت کرنے والی کافرہ بیوی بھی شامل ہے، نجات پانے والے اور اس بستی سے نکال لیے جانے والے تو خالص مومن ہی تھے، جن کے دلوں میں ایمان پختہ ہو چکا تھا۔ اسلام اور ایمان جب دونوں ایک جگہ ذکر ہوں تو ان میں فرق سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے واضح ہو جاتا ہے، اس حدیث میں اس چیز کا ذکر ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام اور ایمان کے متعلق الگ الگ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

«اَلْإِسْلَامُ: أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا» ❶

''اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرے، زکوۃ دے، رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے۔''

اور ایمان کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ» ❷

''تو اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر ایمان لائے۔''

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلام جب اکیلا آئے تو سارے دین کو شامل ہوتا ہے اور ایمان بھی اس میں داخل ہوتا ہے، اور اگر اسلام و ایمان اکٹھے آئیں تو اسلام ظاہر اعمال اور ایمان باطنی اعمال کا نام ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 11)

285- کیا ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے؟

اہلِ سنت کے نزدیک ایمان زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور ظاہری اطاعت کا نام ہے، لہٰذا ایمان تین چیزوں پر مشتمل ہے:

❶ صحیح مسلم [8/1]

❷ صحیح مسلم [8/1]

Marfat.com

① دل کے ساتھ تصدیق۔ ② زبان سے اقرار۔ ③ اعمال کے ذریعے سے تصدیق۔

جب ایمان کی حقیقت میں یہ تین چیزیں شامل ہیں تو لا محالہ ایمان میں کمی و زیادتی ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کی تصدیق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، سنی ہوئی خبر اور آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز میں بالکل واضح فرق ہوتا ہے، اسی طرح ایک آدمی کی بتائی ہوئی بات سے دو آدمیوں کی بات زیادہ اہمیت رکھتی ہے، ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی تھی:

﴿ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ﴾ [البقرۃ: 260]

"اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا اور کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں اور لیکن اس لیے کہ میرا دل پوری تسلی حاصل کر لے۔"

دل کی تصدیق اور اطمینان اور سکون کے لحاظ سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ چیزیں انسان اپنے آپ میں بھی محسوس کرتا ہے، مثلاً انسان ایسی مجلس میں ہو جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، نصیحت اور جنت و جہنم کا تذکرہ ہو تو اس کے ایمان کی کیفیت یہ ہوتی ہے گویا وہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، لیکن جونہی وہ غفلت کا شکار ہوتا ہے اور اس مجلس سے باہر آ جاتا ہے تو دل کے اس یقین میں کمی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح زبان کے ساتھ ذکر الٰہی کرنے سے بھی ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، ایک آدمی دس مرتبہ اللہ کا نام لے اور دوسرا سو مرتبہ تو دوسرے کا مقام پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی طرح عبادت خشوع و خضوع اور مکمل طور پر کرنے

Marfat.com

والے کا ایمان نامکمل عبادت کرنے والے سے زیادہ پختہ اور مضبوط ہوتا ہے۔ ایسے ہی عمل کرنے والے کا ایمان کم عمل کرنے والے سے کئی درجے زیادہ اور بلند ہوتا ہے۔ ایمان میں کمی و زیادتی کا ذکر تو قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا ﴾ [المدثر: 31]

''اور ہم نے جہنم کے محافظ فرشتوں کے سوا نہیں بنائے اور ان کی تعداد ان لوگوں کی آزمائش ہی کے لیے بنائی ہے جنھوں نے کفر کیا، تاکہ وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے، اچھی طرح یقین کر لیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں زیادہ ہو جائیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة: 125,124]

''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کو ایمان میں زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور رہے وہ لوگ جن کے

Marfat.com

دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔"

آپ ﷺ نے عورتوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

« مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ »[1]

"تم دین اور عقل میں کمی کے باوجود ایک ذہین و فطین انسان کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو جاتی ہو۔"

لہٰذا ایمان میں کمی و زیادتی ثابت ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 12)

286- ایمان میں اضافے کے اسباب

ایمان میں اضافے کے کئی اسباب ہیں:

① ایمان میں اضافے کا پہلا سبب اور ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت ہے، جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء و صفات کی پہچان بڑھتی چلی جائے گی، یقیناً ایمان میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی معرفت رکھنے والے علماء کا ایمان عام لوگوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔

② ایمان میں اضافے کا دوسرا سبب اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوقات میں غور و فکر کرنا ہے، جتنا غور و فکر زیادہ ہوگا ایمان میں اضافہ بھی اسی قدر ہوگا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [304] صحيح مسلم [79/132]

Marfat.com

﴿ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۞ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ [الذاریات: 21,20]

"اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔ اور تمھارے نفسوں میں بھی، تو کیا تم نہیں دیکھتے؟"

اس معنی و مفہوم کی آیات قرآن مجید میں بہت زیادہ ہیں، جو ایمان میں اضافے کا ذریعہ ہیں۔

③ ایمان میں اضافے کا تیسرا سبب اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اطاعت جس قدر زیادہ ہوگی، اتنا ہی ایمان میں اضافہ ہوگا، خواہ اس کا تعلق انسان کے قول کے ساتھ ہو یا عمل کے ساتھ، ذکر الٰہی سے ایمان کی کیفیت اور مقدار میں اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح نماز اور روزہ اور حج کے ادا کرنے سے بھی ایمانی کیفیت اور مقدار میں اضافہ ہوتا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل:12)

287- ایمان میں کمی کے اسباب

ایمان میں کمی کے اسباب ایمان میں اضافے والے اسباب کے بالکل برعکس ہیں:

① ایمان میں کمی کا پہلا سبب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسماء و صفات سے لاعلمی اور جہالت ہے، جتنی معرفت کم ہوگی اتنا ہی ایمان میں نقص اور کمی واقع ہوگی۔

② ایمان میں کمی کا دوسرا سبب اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں کے متعلق غور و فکر نہ کرنا ہے۔

③ ایمان میں کمی کا تیسرا سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ گناہ کے دل پر

Marfat.com

گہرے اثرات پڑتے ہیں، اسی طرح گناہ ایمان پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ»[1]

''زنا کرتے وقت انسان مومن نہیں ہوتا۔''

④ ایمان میں کمی کا چوتھا سبب اطاعت کو چھوڑنا ہے۔ اطاعت نہ کرنا ایمان میں کمی کا ذریعہ ہے، ایسی اطاعت جو واجب وفرض کی حیثیت رکھتی ہو اسے بغیر عذر کے چھوڑ دینا ایسا نقص وعیب ہے کہ جس کی بنا پر وہ قابل مذمت بھی ہے اور محاسبہ بھی ہوگا اور اگر واجب کی حیثیت نہ ہو تو یہ ایسا نقص ہے جس کی بنا پر ملامت ہوگی، اسی وجہ سے عورتوں کو آپ ﷺ نے دین اور عقل میں ناقص قرار دیا ہے اور اس کا سبب مخصوص ایام میں نماز اور روزہ کو چھوڑنا ہے، حالانکہ اس کی رخصت موجود ہے، مرد چونکہ ہر وقت دونوں کام سرانجام دیتا ہے تو اس کے مقابلے میں عورتوں کا دین ناقص قرار پایا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاوی والرسائل: 12)

288- کسی کفریہ کام کرنے پر کسی آدمی کو متعین کر کے کافر کہا جا سکتا ہے؟

کسی آدمی میں کفر والی تمام شرائط اگر جمع ہوں تو اسے خاص یعنی متعین کر کے (نام لے کر) کافر کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح دنیاوی احکام کا لحاظ کرتے ہوئے جس شخص میں مرتد ہونے کی علامات موجود ہوں تو

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [6810] صحیح مسلم [57/104]

Marfat.com

اس کے ساتھ یہی رویہ اختیار کریں گے، لیکن آخرت کے معاملات میں دخل اندازی جائز نہیں، عام حکم کو ذکر کرنا جائز ہے، لیکن نام لے کر جہنمی کہنا درست نہیں ہے۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جس کو جنتی یا جہنمی کہا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو اس طرح جنتی یا جہنمی کہنا درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھنے والے کے پہلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، لیکن ہم اسے جنتی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ جنتی ہونے کی تمام شرائط اور موانع کا علم ہمیں نہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 219)

289- کن شرائط کی بنا پر مسلمان کو کافر کہنا جائز ہے؟

دو شرطوں کی بنا پر کسی مسلمان کو کافر کہا جا سکتا ہے:

1. پہلی شرط یہ ہے کہ واضح طور پر معلوم ہو کہ فلاں چیز کا مرتکب کافر ہے۔
2. دوسری شرط یہ ہے کہ اس کام کو کرنے والا عمداً اور اس کا حکم معلوم ہونے کے باوجود وہ کام کر رہا ہو، اور اگر لاعلمی کی بنا پر کرے تو کافر نہیں کہیں گے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ [النساء: 115]

”اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور)

Marfat.com

کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

دوسری دلیل یہ ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ﴾ [التوبة: 115]

''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ کسی قوم کو اس کے بعد گمراہ کر دے کہ انھیں ہدایت دے چکا ہو، یہاں تک کہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح کر دے جن سے وہ بچیں۔''

تیسری دلیل ہے:

﴿ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [الإسراء: 15]

''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔''

لیکن کسی کے باخبر کرنے کے باوجود تحقیق نہ کرے اور جاننے کی کوشش نہ کرے تو اس کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا اور اگر غیر ارادی طور پر کسی کفریہ کام کا ارتکاب کرے تو اسے کافر نہیں کہیں گے، مثلاً دلی طور پر مطمئن ہو اور اسے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے، یا بہت زیادہ خوشی کے موقع پر اسے ہوش ہی نہ رہے اور معلوم ہی نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں تو پھر بھی کافر نہیں کہہ سکتے، جیسا کہ اس مسافر نے کہا تھا، جس کا اونٹ گم ہوگیا اور وہ موت کے انتظار میں لیٹ گیا، اچانک دیکھا کہ اس کی سواری کی مہار ایک درخت کے ساتھ اٹکی ہوتی ہے وہ اسے پکڑ کر کہتا ہے:

Marfat.com

"اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔ خوشی کی انتہا میں غلطی کھا گیا۔"❶

اگر مذاق کی صورت میں کفریہ کام کا ارتکاب کرے تو کافر ہی قرار پائے گا، کیونکہ اس نے ایسا کام عمداً کیا ہے، اہلِ علم کے ہاں یہی بات درست ہے۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 220)

290- اگر کفر پر مجبور کیا جائے؟

جب کسی انسان کو کفر کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے:

① ظاہری اور باطنی طور پر اس کام کو قبول کرے تو وہ کافر اور مرتد ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ [النحل: 106]

"اور لیکن جو کفر کے لیے سینہ کھول دے تو ان لوگوں پر اللہ کا بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

② ظاہری طور پر تو قبول کرے لیکن دل سے نہ مانے، مقصد صرف تکلیف سے نجات پانا ہو تو اس کی اجازت ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ [النحل: 106]

"جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اپنے ایمان کے بعد، سوائے اس

❶ صحیح مسلم [2747/7]

Marfat.com

کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔"

③ صبر سے کام لیتے ہوئے ظاہری اور باطنی دونوں صورتوں میں کافروں کی موافقت نہ کرے، اگرچہ قتل ہی کر دیا جائے۔

اب یہ مسئلہ ہے کہ صبر کرنا افضل ہے یا کلمہ کفر ادا کر کے جان بچا لے؟
یہ مسئلہ بھی تفصیل طلب ہے:

① پہلی صورت یہ ہے کہ مجبوری کی صورت ایسی ہو کہ اس کلمہ کفر یا کفریہ کام کرنے سے عام لوگوں کے دینی معاملات میں خرابی کا ڈر نہ ہو تو ظاہری طور پر موافقت کرنا زیادہ بہتر ہے، خاص طور پر ایسے آدمی کے لیے جس کا زندہ رہنا مسلمانوں کے لیے انتہائی مفید ہو، جیسے مالدار یا صاحب علم ہو، ان دونوں ہی کی مسلمانوں کو ضرورت ہوتی ہے اور اگر کفریہ کام کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو، بلکہ اسلام پر ڈٹ جانے سے مزید لوگوں کے لیے عمل میں اضافے کا سبب ہو تو ڈٹ جانا ہی افضل اور بہتر ہے، اگرچہ ظاہری طور پر اسے کفریہ کام کرنے کی اجازت ہے۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ کفار کی موافقت اور صبر نہ کرنے کی صورت میں دین کا نقصان ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں قائم رہنا افضل ہے، بلکہ فرض ہے، اگرچہ قتل ہی کر دیا جائے۔ اسے جہاد فی سبیل کہا جائے گا، یہ صرف جان بچانے والا مسئلہ نہیں ہوگا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کافروں کی طرف سے آنے والی تکلیفوں کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی امتوں میں تو ایسے لوگ بھی گزر چکے ہیں جن کے گوشت کو لوہے کی کنگھیوں کے ذریعے سے جسم سے جدا کر دیا جاتا، پھر بھی وہ دین پر قائم رہتے تھے۔[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3612]

Marfat.com

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان حالات میں کفار کی بات مان لیتے تو مسلمانوں کا بہت نقصان ہو جاتا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بھی صبر ہی کیا تھا جب انھیں کہا گیا کہ قرآن کو مخلوق مان لو، اگر امام احمد رحمہ اللہ ظاہری طور پر یہ بات کہہ دیتے تو اہلِ اسلام سمجھ سکتے تھے کہ قرآن واقعی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 229)

291- اسلامی معاشرے میں علانیہ شرک کے امور

اسلامی معاشرے میں بہت سے شرکیہ امور پائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک چیز اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے مدد مانگنا ہے، حالانکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا اور غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا۔ شرکیہ کاموں میں قبروں کو مسجدیں بنانا یعنی ان پر سجدہ کرنا اور نماز پڑھنا بھی شامل ہے۔ حالانکہ ان تمام کاموں سے (مسلمانوں کو) منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ [الأنعام: 163,162]

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔“

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان کو یہ حکم ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں ﴿اِیَّاكَ

Marfat.com

نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ کہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنۡ ذَبَحَ لِغَیۡرِ اللّٰهِ»[1]

"غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔"

ایک اور حدیث میں یوں فرمایا:

«إِذَا سَأَلۡتَ فَاسۡأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسۡتَعَنۡتَ فَاسۡتَعِنۡ بِاللّٰهِ»[2]

"جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے اور مدد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے۔"

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡيَهُوۡدِ وَالنَّصَارىٰ اِتَّخَذُوۡا قُبُوۡرَ أَنۡبِيَاءِ هِمۡ مَسَاجِدَ»[3]

"اللہ تعالیٰ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو وہ قبروں کو سجدہ کیا کرتے تھے۔"

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

« أَلَا وَإِنَّ مَنۡ كَانَ قَبۡلَكُمۡ كَانُوۡا يَتَّخِذُوۡنَ قُبُوۡرَ أَنۡبِيَائِهِمۡ وَصَالِحِيۡهِمۡ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الۡقُبُوۡرَ مَسَاجِدَ، فَإِنِّيۡ أَنۡهَاكُمۡ عَنۡ ذٰلِكَ»[4]

"پہلی امتوں کے لوگ اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں پر سجدے کرتے تھے، مگر تم ایسا نہ کرنا، میں تمھیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہوں۔"

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

---

1. صحیح مسلم [1978/43]
2. سنن الترمذي، رقم الحديث [2516]
3. صحیح البخاري، رقم الحديث [136] صحیح مسلم [531/22]
4. صحیح مسلم [532/23]

Marfat.com

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ»[1]

''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔''

اسی طرح دیگر شرکیہ امور اور بدعات سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

(اللجنة الدائمة: 8943)

[1] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [1535]

Marfat.com

وہ چیزیں جن کے ارتکاب سے کفر لازم آتا ہے

292- اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

اللہ تعالیٰ کو گالی دینے سے انسان مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، علماءِ امت کا اس بات پر اجماع ہے۔ ایسا کرنے والا اگر توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے، اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَىٰ ثَلَاثٍ: الثَّيِّبِ الزَّانِي، وَالنَّفْسِ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكِ لِدِينِهِ الْمُفَارِقِ لِلْجَمَاعَةِ»[1]

''کسی مسلمان کو تین چیزوں کے علاوہ قتل کرنا جائز نہیں ہے: شادی شدہ آدمی زنا کرے، قتل کے بدلے قتل اور دین اسلام کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے نکل جانے والا۔''

ایسا انسان اگر توبہ تائب ہو اور اپنے کیے پر نادم ہو اور آئندہ پختہ عزم کرے کہ ایسی بات اس کے منہ سے کبھی نہ نکلنے پائے گی تو ایسے انسان کی توبہ صحیح سمجھی جائے گی، اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہے گی۔ توبہ کے بعد والی حالت اس کی ایسے ہی شمار ہوگی جیسا کہ یہ کلمہ کفر ادا کرنے سے پہلے تھی، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرتد ہونے والے مردوں کو جب وہ توبہ کر لیتے، ان کے پہلے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6878] صحيح مسلم [1676/25]

Marfat.com

نکاح پر برقرار رکھتے اور ان کی بیویوں کے درمیان جدائی نہیں ڈالتے تھے۔ مرتدین میں سے کسی کا نیا نکاح صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں، ہمارے لیے بھی یہی اسوہ اور نمونہ ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3481)

293- دین اسلام کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

دین اسلام کو گالی دینا۔معاذ اللہ۔ واضح کفر ہے، اس کی دلیل قرآن مجید اور اجماعِ امت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ [التوبة: 66,65]

”کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔“

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں، ایسا کرنے والے انسان کو نصیحت کرنا اور اسے روکنا ضروری ہے، اگر مان جائے تو الحمدللہ۔ وگرنہ ایسے انسان سے پہلے سلام کرنا درست نہیں اور اگر وہ پہلے سلام کہہ دے تو جواب دینا درست نہیں۔ ایسے آدمی کی دعوت قبول نہ کی جائے اور اس سے مکمل بائیکاٹ کیا جائے، یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے یا حکمران اسے سزا کے طور پر قتل کر دے۔

اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ» [1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3017]

Marfat.com

"جو اپنا دین تبدیل کر لے اس کی سزا قتل ہے۔"

اسلام کو اپنا مذہب ماننے والا جب اسے گالی دے تو یقیناً اس نے دین تبدیل کر لیا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3491)

294- قرآن مجید کی آیات اور صحیح احادیث کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

ایسا کرنا واضح کفر ہے، جس سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3255)

295- زمانے کو گالی دینے کا کیا حکم ہے؟

صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: «يُؤْذِيْنِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيَ الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ» [1]

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آدم کا بیٹا (انسان) مجھے اذیت دیتا ہے، وہ زمانے کو گالی دیتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہی ہوں جو دن اور رات کو تبدیل کرتا ہوں۔"

جبکہ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ» [2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4549]

[2] صحيح مسلم [2246/5]

Marfat.com

"زمانے کو برا نہ کہو بے شک زمانہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔"

علامہ بغوی رحمہ اللہ اس حدیث کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ عربوں کی یہ عادت تھی کہ جب ان کو کوئی مصیبت اور پریشانی لاحق ہوتی تو وہ زمانے کو برا بھلا کہتے تھے، کیونکہ وہ آنے والی ہر مصیبت اور پریشانی کو زمانے کی طرف منسوب کرتے تھے، جس کا لازمی نتیجہ حالات کے بدلنے والی ذات کو گالی دینا ہے، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے تھے، کیونکہ حالات کی تبدیلی تو اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے، لہٰذا زمانے کو گالی دینے سے منع کر دیا گیا۔

(اللجنة الدائمة: 5432)

296- نواقضِ اسلام

ہر مسلمان کو اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمام بندوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اسلام کو قبول کریں، اسی کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اور اس کی مخالفت سے دور رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف بلانے اور دعوت دینے کے لیے محمد کریم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور اس بات کی وضاحت بھی فرما دی کہ ہدایت یافتہ وہی سمجھا جائے گا جو دین اسلام کو قبول کرے اور جو اس سے اعراض کرے وہ گمراہ ہو جائے گا۔ قرآن مجید کی کئی آیات میں مرتد ہونے کے اسباب اور کفر و شرک کی تمام اقسام سے ڈرایا گیا ہے۔ علماء امت نے مرتد کے احکام کو بیان کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ بہت سے ایسے نواقض اسلام ہیں جن کے ارتکاب کی وجہ سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے، جس سے وہ واجب القتل قرار پاتا ہے اور اس کے مال پر قبضہ بھی جائز ہو جاتا اور وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ خطرناک دس چیزوں کا ارتکاب

Marfat.com

ہے، جن کو امام محمد بن عبد الوہاب اور دیگر اہلِ علم نے ذکر کیا ہے۔ ہم وہ دس چیزیں اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، تاکہ آپ اور دیگر لوگ اس سے بچ سکیں، اس کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کی مختصر وضاحت بھی کر دی جائے گی:

① وہ دس چیزیں جن کی وجہ سے اسلام ختم ہو جاتا ہے، ان میں سب سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [النساء: 48]

”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ [المائدة: 72]

”بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

مُردوں سے دعا اور مدد مانگنا، اور ان کے نام پر ذبح کرنا اور نذر و نیاز دینا اسی میں شامل ہے۔

② نواقضِ اسلام میں دوسری چیز اللہ تعالیٰ کے درمیان مخلوق کو واسطہ اور ذریعہ بنانا، ان کو پکارنا، ان سے سفارش کروانا اور ان پر توکل کرنا، بالاتفاق کفر ہے۔

③ مشرکوں اور کافروں کو کافر نہ سمجھنے والا یا ان کے کفر میں شک کرنے والا اور

Marfat.com

ان کے مذہب کو درست خیال کرنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔

④ نواقضِ اسلام میں چوتھی چیز یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ نبی اکرم ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت سے کسی دوسرے کی ہدایت زیادہ کامل ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کا فیصلہ آپ ﷺ کے فیصلے سے افضل ہے۔ جیسا کہ طاغوت کے فیصلے کو آپ ﷺ کے فیصلے پر ترجیح دی جاتی ہے، ایسا کرنے والا کافر ہے۔

⑤ نواقضِ اسلام میں پانچویں چیز آپ ﷺ کے لائے ہوئے احکام میں سے کسی ایک حکم کو ناپسند کرنا، چاہے اس پر عمل پیرا بھی ہو لیکن دل سے تسلیم نہ کرے تو وہ کافر ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴾
[محمد: 9]

''یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔''

⑥ نواقضِ اسلام میں چھٹی چیز دین اسلام کی کسی چیز کا مذاق اڑانا، یا آپ ﷺ کے بتائے ہوئے ثواب یا سزا کا مذاق اڑانا ہے اور یہ کفر ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ [التوبة: 66,65]

''کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔''

Marfat.com

⑦ نواقضِ اسلام میں ساتویں چیز جادو ہے۔ جادو کرنے والا اور اسے پسند کرنے والا کافر ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرة: 102]

”حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔“

⑧ نواقضِ اسلام میں آٹھویں چیز مسلمانوں کے خلاف مشرکوں اور کافروں کی مدد کرنا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [المائدة: 51]

”اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

⑨ نواقضِ اسلام میں نویں نمبر پر اس بات کا اعتقاد رکھنا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن پر شریعت کے احکام لاگو نہیں ہوتے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [آل عمران: 85]

”اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔“

⑩ نواقضِ اسلام میں دسویں چیز اللہ تعالیٰ کے دین سے روگردانی ہے کہ نہ اسے

Marfat.com

سیکھے اور نہ اس پر عمل ہی کرے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ [السجدة: 22]

''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا۔ یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔''

مذکورہ تمام نواقضِ اسلام برابر ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے، ہاں وہ آدمی جو مجبور ہو اور کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا ہو، وہ اس میں داخل نہیں۔ یہ تمام کی تمام صورتیں ہی خطرناک ہیں جو لوگوں میں پائی بھی جاتی ہیں، ہر مسلمان کو ان سے بچنا ضروری ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور سخت عذاب کا سبب بننے والی تمام چیزوں سے اس کی پناہ مانگتے ہیں، ہر قسم کے درود و سلام حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آل اور صحابہ پر نازل ہوں۔ یہاں امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی بات ختم ہو چکی ہے۔

نواقضِ اسلام کی چوتھی قسم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ لوگوں کے جاری کردہ نظام و قوانین اسلامی شریعت سے افضل و بہتر ہیں، یا اسلامی قانون موجودہ بیسویں صدی کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہے، یا اسلامی شریعت کی وجہ سے لوگ ترقی نہیں کر سکے، یا اسلامی شریعت صرف اللہ اور بندے کے تعلق تک محدود ہے، زندگی کے باقی امور اس میں شامل نہیں۔

اس چوتھی قسم میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق چور کا ہاتھ کاٹنا اور شادی شدہ زانی کو رجم کرنا درست نہیں، اسی طرح اپنی

Marfat.com

طرف سے شریعت اسلامیہ میں قانون سازی کا عقیدہ رکھنا بھی شامل ہے، اگرچہ شریعت اسلامیہ سے افضل ہونے کا عقیدہ نہ ہی رکھتا ہو، کیونکہ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے، لہٰذا بدیہی طور پر حرام چیزیں مثلاً زنا، شراب، سود اور شریعت اسلامیہ کے علاوہ فیصلہ کرنے کو حلال سمجھنے والا بالاتفاق کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہم دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اور سب مسلمانوں کو اپنی رضا والے اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلائے وہی سننے والا ہے اور قریب بھی ہے، درود و سلام ہوں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 1/130-132)

297- دائرۂ اسلام سے خارج کر دینے والے شرک کی اقسام

دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والا شرک یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کرے، اس کے سامنے رکوع اور سجدہ کرے، اسی کے نام پر ذبح کرے اور نماز پڑھے اور اس طرح کے ملتے جلتے کام کرے۔ یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگے اور اسے مصیبت میں پکارے۔

پہلی الوہیت میں شرک ہے اور دوسری ربوبیت میں شرک ہے، ان دونوں میں سے کسی ایک کا مرتکب مشرک ہے، یہی اصل قاعدہ اور قانون ہے۔ لیکن ایسے حالات و واقعات پیش آجاتے ہیں جن کی وجہ سے ایک خاص شخص کو مشرک نہیں کہہ سکتے۔

مثال کے طور پر ایک آدمی لاعلمی کی بنا پر لوگوں کو دیکھ کر وہ کام کر گزرتا

Marfat.com

ہے، لیکن جب اسے متنبہ کر دیا جائے تو وہ اسے چھوڑ کر ہدایت والا راستہ اختیار کر لیتا ہے، لہٰذا جہالت و لاعلمی کی بنا پر یہ مشرک اور جہنمی نہیں ہوگا۔ ہاں اگر وہ علم حاصل کرنے کی جان بوجھ کر کوشش ہی نہیں کرتا، بتانے کے باوجود کسی سے پوچھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا، لہٰذا ایسے آدمی کا جاہل ہونا قابل عذر نہیں سمجھا جائے گا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2/16)

Marfat.com

بعض الفاظ کا بیان

298- بعض لوگوں کا یہ کہنا درست ہے کہ اگر دل صحیح ہو تو الفاظ کی ادائی کا درست ہونا ضروری نہیں؟

اگر الفاظ کی اصلاح سے مراد عربی اسلوب کے مطابق ادائی ہو تو یہ چیز عقیدہ درست ہونے کی بنا پر ضروری نہیں ہے، جب تک ان الفاظ کا معنی سمجھ آرہا ہو اور درست بھی ہو۔

اگر ان الفاظ سے مراد ایسے الفاظ ہوں جو کفر و شرک پر دلالت کرنے والے ہوں تو عقیدہ صحیح ہونے کے باوجود ایسے الفاظ کا استعمال کرنا ناجائز ہے، بلکہ ان کی تصحیح کرنا ضروری ہے، لہٰذا کسی کو زبان کے استعمال میں کھلی چھٹی نہیں دی جاسکتی، شریعت اسلامی کے موافق کلمات ہی استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 412)

299- ”وأنتم خلفاء الله في أرضه“ کے الفاظ کہنے درست ہیں؟

معنی و مفہوم کے لحاظ سے ایسے الفاظ استعمال کرنا درست نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والا اور مالک ہے۔ ہر چیز اس کے قبضے اور ملکیت میں ہے، اسے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے ایک دوسرے کا خلیفہ و نائب بناتے ہیں، زمین کی آبادکاری کی غرض سے ایک

Marfat.com

قوم کے ختم ہونے کے بعد دوسری قوم اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ [الأنعام: 165]

''اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، تاکہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا:

﴿ قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف: 129]

''انھوں نے کہا ہمیں اس سے پہلے ایذا دی گئی کہ تو ہمارے پاس آئے اور اس کے بعد بھی کہ تو ہمارے پاس آیا۔ اس نے کہا تمھارا رب قریب ہے کہ تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمھیں زمین میں جانشین بنا دے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾ [البقرة: 30]

Marfat.com

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔''

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک جماعت کے بعد دوسری اس کی نائب اور خلیفہ بنتی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3041)

300- تیرا رب یا میرا رب جیسے الفاظ کہنا درست ہے؟

قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے "اللّٰه ربنا وربكم" (اللہ ہی ہمارا اور آپ کا رب ہے) کہنا چاہیے یا "اللّٰه ربي، اللّٰه ربك" ہی کہنا چاہیے۔ (اللجنة الدائمة: 18252)

301- کیا یہ کہنا درست ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ نہ ہوتے تو سارا عرب جاہل ہی رہتا؟

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے: اللہ تعالیٰ اگر نبی اکرم ﷺ کو مبعوث نہ فرماتا تو عرب جاہل ہی رہتے۔ عقیدے میں خرابی پیدا کرنے والے الفاظ سے ہمیشہ گریز ہی کرنا چاہیے۔ (اللجنة الدائمة: 19147)

302- زمانے کو برا کہنا

مذکورہ بالا عبارتوں کی دو صورتیں ہیں:

① ان عبارتوں سے زمانے کو بُرا بھلا کہنا مقصود ہو تو یہ حرام ہے، اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے، کیونکہ زمانے کے حالات و واقعات کی تبدیلی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی طرف ہی سے ہوتی ہے، لہٰذا زمانے کو گالی دینے والا اللہ تعالیٰ کو گالی دے رہا ہے۔ یہی مفہوم ایک حدیث قدسی میں بھی آیا ہے:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: «يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ»[1]

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آدم کا بیٹا (انسان) مجھے اذیت دیتا ہے، زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ زمانہ تو میں ہی ہوں۔ دن اور رات کی تبدیلی بھی میرے ہی حکم سے ہوتی ہے۔''

(2) ان الفاظ کے ذکر کا مقصد صرف حالات کی خبر دینا ہو تو ایسا کرنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے:

﴿وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ﴾ [هود: 77]

''اور اس نے کہا یہ بہت سخت دن ہے۔''

یعنی آج کا دن بڑا مشکل دن ہے، عام لوگ بھی ایسا کہہ دیتے ہیں، لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر یہ کہنا کہ زمانہ بڑا ہی دغا باز ہے، تو یہ گالی ہے کیونکہ دھوکا بُری صفت ہے، لہٰذا ایسے الفاظ بولنا درست نہیں۔

رہے یہ الفاظ "يا خيبة اليوم الذي رأيتك فيه"[2] اگر اس ناکامی سے مراد وہ اپنی ناکامی مراد لے رہا ہو تو پھر ایسے الفاظ بولنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس میں زمانے کو گالی نکالنا مقصد نہیں، اور اگر زمانے یا اس دن کی ناکامی مراد ہو تو یہ گالی ہے جو ناجائز ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 95)

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [4549]
2. ہائے وہ رسوا دن جب میں نے تمھیں دیکھا تھا۔

Marfat.com

303- اللہ تعالیٰ کے چہرے کے وسیلے سے کسی دنیاوی چیز کا سوال کرنا

اللہ تعالیٰ کا چہرہ بہت ہی عظیم ہے، لہٰذا اس کو وسیلہ اور ذریعہ بنا کر دنیاوی چیزوں کا سوال کرنا ناجائز ہے، کسی انسان کو ایسی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 420)

304- ''اللہ تعالیٰ تجھے دیر تک باقی رکھے''، یا ''اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر دے'' ایسے الفاظ کہنے کا کیا حکم ہے؟

مطلق طور پر ایسے الفاظ درست نہیں، کیونکہ اگر وہ انسان برا ہو تو سب سے بُرا انسان وہ ہوتا ہے جس کی لمبی عمر اور اعمال بھی بُرے ہوں، تو ایسی دعا درست نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 422)

305- کیا یہ کہنا درست ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کسی چیز سے بنا ہوا نہیں ہے''

ایسا کہنا درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ فلاں چیز سے ہے، فلاں چیز سے نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی بدعت اور مشرکین مکہ والی بات ہے، وہ بھی نبی اکرم ﷺ سے سوال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سونے کا بنا ہوا ہے یا چاندی کا یا کسی اور چیز سے بنا ہوا ہے؟ یہ سب حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی پہلا خالق ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ لہٰذا ایسے سوال کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ [الاخلاص: 1 تا 4]

''کہہ دے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاوی والرسائل: 425)

306- اگر کوئی یہ کہے کہ ''اللہ تعالیٰ جب کسی ظالم سے انتقام لیتا ہے تو لاٹھی سے نہیں مارتا'' کیا یہ درست ہے؟

اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی چیزوں کو منسوب کرنا بالکل ناجائز ہے، ہاں یہ کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی حکمت والی ہے، اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتے، البتہ ظالم سے انتقام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق کتاب و سنت میں آنے والے کلمات ہی استعمال کرنے میں خیر ہے۔ سوال میں مذکورہ الفاظ میری رائے کے مطابق جائز نہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاوی والرسائل: 426)

307- کیا ''اللہ'' اور ''محمد'' برابر کسی دیوار پر یا کاغذ پر لکھنا درست ہے؟

اللہ تعالیٰ کے نام اور محمد ﷺ کے نام کو برابر کر کے لکھنا درست نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنا نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے برابر کرنا ہے، ایک لاعلم شخص دونوں کو برابر سمجھ سکتا ہے، لہٰذا نبی اکرم ﷺ کا نام وہاں سے ختم کر دینا چاہیے۔ رہا یہ مسئلہ کہ لفظ ''اللہ'' کو اکیلا کسی دیوار پر لکھنا جائز ہے کہ نہیں تو اس

Marfat.com

کے متعلق وضاحت یہ ہے کہ یہ کلمہ صوفیوں کے الفاظ میں سے ہے کہ وہ ذکر کرتے ہوئے صرف اللہ، اللہ ہی کہتے ہیں، صرف ایسا کہنے کا کوئی مطلب ہی نہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 426)

308- کیا یہ کہنا درست ہے کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کے حال کے متعلق سوال کرتا ہے؟''

اس طرح کہنا ناجائز ہے، کیونکہ اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ چیزیں مخفی ہیں، لہٰذا وہ پوچھنے کا محتاج ہے، حالانکہ یہ انتہائی غلط بات ہے، اگرچہ کہنے والے کا مقصد یہ نہ ہی ہو کہ فی الواقع اللہ تعالیٰ محتاج ہے، لیکن ایسے مشتبہ الفاظ سے بچنا ضروری ہے، اس کے مقابلے میں صاف شفاف اور واضح الفاظ استعمال کیے جائیں، مثلاً ''میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تیری حفاظت فرمائے'' یا ''اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ شفقت والا معاملہ کرے'' اور اس سے ملتی جلتی دعا کی جا سکتی ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 430)

309- اللہ تعالیٰ پر قسم ڈالنا کیسا ہے؟

اللہ تعالیٰ پر قسم ڈالنے کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ بندہ اس طرح کہے:
''اللہ کی قسم! یہ کام ایسے ایسے نہیں ہوگا'' یا ''اللہ کی قسم! اللہ ایسے نہیں کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ پر قسم ڈالنے کی دو قسمیں ہیں:

① پہلی اور جائز صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر قسم ڈالنے والا اپنے اعتماد و یقین اور قوت ایمان کی بنا پر ایسا کر رہا ہو، اور ساتھ ہی اپنی کمزوری کا معترف

Marfat.com

بھی ہو اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ پر لازم اور ضروری قرار دینا نہ ہو۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ» [1]

''بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی ظاہری حالت معمولی ہوتی ہے، مانگنے پر انھیں کوئی دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں۔''

اس مسئلہ کی ایک اور دلیل جو حقیقت پر مبنی ہے، سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ ان کی پھوپھی ربیع رضی اللہ عنہا نے انصار کی ایک عورت کے دانت توڑ دیے تو اس کے وارثوں نے قصاص کا مطالبہ کیا۔ ربیع رضی اللہ عنہا کے وارثوں نے پہلے تو کہا کہ ہمیں معافی دے دو، وہ نہ مانے، پھر دیت دینے کی گزارش کی، انھوں نے وہ بھی قبول نہ کی۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے ہم تو قصاص ہی لیں گے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے قصاص کا حکم جاری فرما دیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے! دانت نہیں توڑے جائیں گے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ»

''(انس!) اللہ کا فیصلہ تو قصاص ہی ہے۔''

(سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے کہنے کی دیر تھی) کہ انصار قبیلہ معاف کرنے کے

---

[1] صحیح مسلم [2622/138]

Marfat.com

لیے تیار ہو گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ» [1]

''بعض اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے یہ قسم قصاص پر اعتراض اور نافذ نہ ہونے پر نہیں اٹھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں رحمت داخل کر دی تو وہ بغیر دیت ہی کے راضی ہو گئے۔

② اللہ تعالیٰ پر قسم ڈالنے کی دوسری اور ناجائز صورت یہ ہے کہ قسم ڈالنے والا غرور وتکبر کی بنا پر ایسا کر رہا ہو اور اس کا یہ عقیدہ ونظریہ ہو کہ میرا اللہ تعالیٰ پر فلاں حق ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

لہٰذا ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے اور اعمال کی بربادی کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ (بنی اسرائیل میں) ایک عابد رہتا تھا، اس کا گزر ایک گناہ گار کے پاس سے ہوتا، وہ اس کو برائی سے منع کرتا۔ ایک دن (تنگ آ کر) اس عابد نے کہہ ہی دیا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ تجھے معاف نہیں کرے گا۔ (اللہ تعالیٰ ایسے وقت سے محفوظ فرمائے) اس نے اپنے غرور وتکبر کی وجہ سے (اللہ تعالیٰ کی وسیع) رحمت کو بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلّٰى، أَلَّا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ؟ قَدْ غَفَرْتُ لَهُ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ»

''کون ہے مجھ پر قسم ڈالنے والا کہ میں فلاں کے گناہ معاف نہیں کروں

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2703] صحيح مسلم [1675/24]

Marfat.com

گا؟ میں نے اس کو معاف کر دیا اور تیرے اعمال ضائع کر دیے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس (عابد نے) ایسی بات کر دی جس کی وجہ سے اس کی دنیا و آخرت برباد ہو گئی۔ ❶

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ زبان انسان کے لیے سب سے زیادہ مضر اور نقصان دہ ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

«أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ»

"کیا میں تمھیں جو اصل چیز ہے وہ نہ بتا دوں؟"

تو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ضرور بتائیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا:

«كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا» "اسے کنٹرول کرلو۔"

تو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا ہم جو بولتے ہیں اس پر ہمارا مواخذہ ہوگا؟ فرمایا:

«ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِيْ النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ـأَوْ قَالَ: عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ. إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ» ❷

"اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے، لوگوں کو آگ میں چہرے کے بل داخل کرنے کا سبب ان کی زبان کی کمائی ہی ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی توفیق سے نوازنے والا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاوىٰ والرسائل: 431)

---

❶ سنن أبي داود، رقم الحديث [4901]

❷ صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [2616] سنن ابن ماجه، برقم [3973]

Marfat.com

310- کیا خاوند اپنی بیوی کو ام المؤمنین کے لقب سے پکار سکتا ہے؟

کسی خاوند کو اجازت نہیں ہے کہ اپنی بیوی کو ام المومنین کہے، ایسا کرنا حرام ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبی ہے، کیونکہ امہات المومنین نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کا لقب ہے۔ کیا وہ مقام نبوت پر فائز ہونا چاہتا ہے؟ ایسے الفاظ سے گریز کرنا ہی لازم ہے، اگر کسی سے ایسا ہوا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 433)

311- کیا انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ میں آزاد ہوں؟

اگر کہنے والے کا مقصد مخلوق کی غلامی سے آزاد ہونا ہو تو ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر مطلق آزادی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے بھی آزاد ہوں تو اسے حریت یعنی آزادی کا معنی سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی ہی اصل میں انسان کی آزادی ہے، جو اسے مخلوق کی غلامی سے آزاد کرتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں جھکتا، اسے مخلوق کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 436)

312- کیا ''ان شاء اللہ میں مومن ہوں'' کہنا درست ہے؟

اہلِ علم کی اصطلاح میں اس مسئلہ کو ایمان میں استثناء کا مسئلہ کہتے ہیں، یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے:

① اصل میں ایمان میں شک کی بنا پر اگر ان شاء اللہ کہہ رہا ہو تو ایسا کرنا حرام اور کفر ہے، کیونکہ ایمان تو یقین کا نام ہے جبکہ شک تو اس کے بالکل برعکس ہے۔

Marfat.com

② اگر ان شاء اللہ کہنے والا اپنے قول و فعل اور عقیدے میں پختہ مومن ہے اور صرف تزکیہ نفس سے بچنے کے لیے کہہ رہا ہے تو ایسا کرنا ضروری ہے تاکہ ممنوع کام سے بچ سکے۔

③ اگر ان شاء اللہ کہنے والے کا مقصد اس سے برکت کا حصول اور یہ بتانا مقصود ہو کہ یہ ایمان کی نعمت اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے تو ایسا کرنا جائز اور درست ہے۔ ان شاء اللہ کو بطور علت اور سبب ذکر کرنا بھی جائز ہے، اور ثابت شدہ امور کے لیے بھی ان شاء اللہ کہنا درست ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ﴾ [الفتح: 27]

''تم مسجد حرام میں ضرور بالضرور داخل ہو گے، اگر اللہ نے چاہا، امن کی حالت میں، اپنے سر منڈاتے ہوئے اور کتراتے ہوئے، ڈرتے نہیں ہو گے۔''

اسی طرح قبرستان میں جو دعا کی جاتی ہے:

((وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ))[1]

''اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہم بھی آپ کے پاس آنے والے ہیں۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 438)

313- مرحوم کے لیے دعا کرنا

سوال فلاں مرحوم ہے، اللہ اسے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور فلاں

[1] صحیح مسلم [975/104]

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف منتقل ہو جائے" اس طرح کی دعا کرنا جائز ہے؟

جواب فلاں مرحوم اور "تغمده الله برحمته" کے الفاظ سے مقصود اگر حسن ظن ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر یقینی خبر دینا مقصود ہو تو پھر درست نہیں۔

اور یہ کہنا کہ فلاں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر منتقل ہو چکا ہے، یہ بھی ہماری رائے کے مطابق حسن ظن پر محمول ہے، کیونکہ اس کا تعلق غیب سے تعلق رکھنے والی چیزوں سے ہے، اور غیبی چیزوں کے متعلق کوئی پختہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ فلاں رفیق اعلیٰ کے پاس پہنچ چکا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 439)

314- حجۃ اللہ، حجۃ الاسلام اور آیت اللہ جیسے القاب کسی کو دینے جائز ہیں؟

حجۃ اللہ اور حجۃ الاسلام ایسے القاب ہیں جن کا اسلام میں کوئی تصور نہیں، لہٰذا یہ جائز نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر حجت صرف رسولوں کے ذریعے ہی سے ممکن ہے اور "آیت اللہ" سے مراد اگر عام آیت یا نشانی یا چیز مراد ہو تو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں تو ہر چیز ہی شامل ہے:

وفي كل شيء له آية
تدل على أنه واحد

"کائنات کی ہر چیز میں ایک عبرت ہے، جو بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے۔"

اور اگر اس سے مراد خلاف عادت یا خرق عادت کوئی نشانی یا معجزہ ہو تو یہ صرف رسولوں کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا عالم، مفتی، قاضی، حاکم اور امام کے

Marfat.com

القاب سے پکارنا اس شخص کے متعلق درست ہے جو ان کا اہل ہو۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 444)

315- ان عبارات کا حکم؛ وطن کے نام سے، قبیلے کے نام سے عرب کے نام سے

ان عبارتوں سے انسان کی غرض اگر عرب یا اہلِ علاقہ کی جانب سے تعبیر و ترجمانی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر تبرک و استعانت کا ارادہ ہو تو یہ شرک کی قسم ہے، بسا اوقات شرک اکبر بھی ہوسکتی ہے، اس تعظیم و استعانت کے اعتبار سے جو کہنے والے کے دل میں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 442)

316- فلاں کے فضل و کرم سے یہ معاملہ تبدیل ہوگیا یا میری کوشش ہی سے یہ کام ہوا ہے۔ ایسے الفاظ استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے اس وقت جائز اور درست ہیں اگر واقعی اس آدمی کا اس کام کے حصول میں حصہ اور اثر ہو۔ احسان کرنے والے کو اپنے بھائی پر فضیلت ہوتی ہے، لہٰذا فلاں کے فضل اور ذریعے سے یہ کام ہوا وغیرہ کہنا جائز ہے، کیونکہ شرعی اور حسی طور پر معلوم اور طے شدہ سبب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے متعلق فرمایا:

«لَوْ لَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ»[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2608]

Marfat.com

''اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوتا۔''

ابو طالب کو جہنم میں عذاب ہو رہا تھا، اس کو آگ کے جوتے پہنائے گئے، جن کی بنا پر اس کا دماغ اُبل رہا تھا، حالانکہ یہ سب سے ہلکا عذاب ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

اور اگر کسی سبب کے بغیر نسبت کر دی جائے تو یہ ناجائز ہے جو بعض دفعہ شرک تک پہنچ جاتا ہے، جب ایسے کام کے کرنے کی نسبت کر دی جائے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مخلوق میں سے نہیں کر سکتا، یا کسی میت کے متعلق یہ نظریہ ہو کہ فلاں کام اس کی وجہ سے ہوا ہے تو یہ ربوبیت میں شرک کہلاتا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 446)

317- مسئلہ

سوال تعزیت کے وقت یہ کہنے کا حکم کہ ''باقی ماندہ ہے تیری زندگی میں'' اور میت کے ورثاء کا جواباً کہنا: ''تیری زندگی باقی رہے۔''

جواب اگر انسان تعزیت کے وقت یہ کہے کہ ''باقی ماندہ ہے تیری زندگی میں'' تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ ''اللہ ہر فوت ہونے والے کا نائب بناتے ہیں''، جب تعزیت کرنے والا اس طرح کہے گا تو جواب بھی بدل جائے گا، یہ اسلوب عنقریب جواب کو تبدیل کر دے گا۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 447)

Marfat.com

318- تقدیر داخل ہوگئی یا اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے مداخلت کی، جیسے الفاظ استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

اس طرح کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ تقدیر نے زبردستی دخل اندازی کی ہے، حالانکہ تقدیر ہی اصل چیز ہے لہٰذا ''تقدیر نے مداخلت کی'' جیسے الفاظ درست نہیں، ہاں اس طرح کہنا چاہیے کہ یہ تقدیر کا فیصلہ ہیں یا تقدیر غالب آ گئی۔ اسی طرح ''اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے یہ کام ہوگیا یا اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا یہ تقاضا ہے'' جیسے صحیح الفاظ استعمال کیے جائیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 452)

319- اپنی تعریف آپ ہی کرنا کیسا ہے؟

تحدیث نعمت کے اعتبار سے اگر کوئی اپنی خوبی یا وصف کا ذکر کرے، یا اپنے ہم عصر لوگوں کو ابھارنا مقصود ہو تو ایسا کرنا جائز اور درست ہے اور اگر مقصود اپنی صفائی اور پاکیزگی بیان کرنا ہو تو یہ ناجائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدَاكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

[الحجرات: 17]

''وہ تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، کہہ دے مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کے لیے ہدایت دی، اگر تم سچے ہو۔''

Marfat.com

اور اگر صرف لوگوں کو باخبر کرنا ہو تو جائز ہے، لیکن بچنا زیادہ بہتر ہے۔

اپنی آپ تعریف کرنے کی چار صورتیں ہیں:

① ایمان اور ثابت قدمی سے محبت کو بیان کرنے سے مقصد تحدیث نعمت ہو۔

② اپنے ہم عمر اور ہم عصر لوگوں کو نیکی پر ابھارنا مقصود ہو، پاکیزہ اور درست نیت کی وجہ سے یہ دونوں صورتیں محبوب ہیں۔

③ آپ اپنی صفت کرنے سے مقصد فخر و تکبر ہو اور اپنے ایمان و ثابت قدمی کی اللہ تعالیٰ کو اطلاع مقصود ہو تو یہ صورت ناجائز ہے۔

④ آپ اپنی تعریف کر کے اپنے ایمان و یقین کی خبر دینا مقصود ہو، یہ جائز تو ہے مگر اس سے پرہیز زیادہ بہتر ہے۔(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 455)

320- آزادیِ فکر سے کیا مراد ہے؟

جس شخص کا یہ ذہن ہو کہ انسان کسی عقیدے کا پابند نہیں، جونسا چاہے دین اختیار کر لے، دین اسلام کی پابندی ضروری نہیں تو ایسا آدمی کافر ہے، اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے قتل کرنا ضروری ہے۔

دین اور فکر میں فرق ہے، دین تو وحی الٰہی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں پر نازل فرماتا ہے تاکہ لوگ اس پر چلیں۔ رہا لفظ ''فکر'' تو یہ ایسا لفظ ہے جس کا تو نام ونشان ہی ختم ہونا چاہیے، کیونکہ اس کی وجہ سے یہ نظریہ جنم لیتا ہے کہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام ایک الگ الگ فکر ہیں، ہر آدمی آزاد ہے جو جسے چاہے اختیار کر لے، جبکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ تمام دین اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی وحی ہیں، لہٰذا ان پر ''فکر'' کا اطلاق کرنا درست نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام ادیان کو برابر کہنے والا کافر ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ [آل عمران: 19]

''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

مذکورہ بالا آیت کا یہ تقاضا ہے کہ دین اسلام ہی اصل دین ہے، اس کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرنا کفر ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 459)

321- انسان کو ''حیوانِ ناطق'' کہنا درست ہے؟

اہلِ منطق کے نزدیک انسان کو حیوانِ ناطق کہنا جائز اور درست ہے، کیونکہ یہ انسان کی اصل پہچان ہے جس سے وہ دوسرے حیوانوں سے ممتاز اور جدا ہوتا ہے۔ لفظ حیوان جنس ہے اور جنس عموم پر دلالت کرتی ہے، جبکہ ''ناطق'' فصل ہے جو دوسروں سے الگ اور جدا کرتی ہے۔ لہٰذا اس اصطلاح سے واقفیت رکھنے والے کے سامنے ایسا کہنا درست ہے، جبکہ عام آدمی یہ لفظ سن کر پریشان ہوجاتا ہے اور مسلمان کو پریشان کرنا درست نہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 461)

322- حج، عمرہ اور جہاد میں خرچ ہونے والے مال کے متعلق

سوال حج، عمرہ اور جہاد میں خرچ ہونے والے مال کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ حج میں مجھے اتنا خسارہ ہوا عمرہ میں اتنا اور جہاد میں اتنا خسارہ ہوا ہے؟

جواب اس طرح کے الفاظ استعمال کرنا ناجائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

راستے میں خرچ ہونے والا مال خسارہ نہیں ہے، بلکہ حقیقت میں یہی تو منافع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اور فضول کاموں میں خرچ کرنا خسارہ ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 462)

323- ''رَاعِنِی'' کا لفظ بولنا

ہمارے علم کے مطابق ''رَاعِنِی'' کا لفظ رعایت کرنا، خیال کرنا اور بھاؤ میں کمی اور موافقت کے معنی میں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رہا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا﴾

[البقرة: 104]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ''رَاعِنَا'' (ہماری رعایت کر) مت کہو اور ''اُنْظُرْنَا'' (ہماری طرف دیکھ) کہو اور سنو۔''

تو یہودی ''راعنا'' کے لفظ سے آپ ﷺ پر بد دعا مراد لیتے تھے، اس لیے اس ذو معنی لفظ پر پابندی لگا کر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منع فرما دیا، اور ﴿اُنْظُرْنَا﴾ (ہماری طرف دیکھ) کا واضح مفہوم والا لفظ بولنے کا حکم جاری فرمایا۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 464)

324- اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو ''سید'' کہنا درست ہے؟

''سید'' سے مراد اگر بزرگی و برتری ہو تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں، کیونکہ ہر قسم کی بزرگی و برتری صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اگر ''سید'' کے لفظ سے مراد صرف ادب واحترام ہو اور وہ انسان اس کا اہل بھی ہو تو

Marfat.com

کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا ''السید'' نہ کہے بلکہ ''یاسید'' یا اسی طرح کے الفاظ بول سکتا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 468)

325- ''شَاءَتِ الظُّرُوفُ'' اور ''شَاءَتِ الْاَقْدَارُ'' کے الفاظ بولنا درست ہے؟

یہ الفاظ درست نہیں، کیونکہ ظروف جمع ہے ظرف کی اور ظرف زمانے کو کہتے ہیں اور زمانے کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح ''اقدار'' قدر کی جمع ہے اور تقدیر کی بھی اپنی کوئی مرضی نہیں ہے۔ مشیت و ارادہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، لہٰذا یوں کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا یہ تقاضا ہے، اس لیے کہ ارادہ تو موصوف کا ہوتا ہے وصف کا نہیں جبکہ تقدیر وصف ہے۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 473)

326- کسی کا نام لے کر اس کو شہید کہنا جائز ہے؟

کسی آدمی کا نام لے کر اسے شہید کہنا حرام ہے اگرچہ وہ مظلوم ہی قتل ہوا ہو یا وہ حق کے دفاع میں قتل ہو جائے۔ لوگوں نے یہ رخصت دے رکھی ہے کہ ہر قتل ہونے والا شہید ہے، چاہے دورِ جاہلیت کی عصبیت میں ہی قتل ہوا ہو اور یہ اس لیے ہے کہ یہ ایک گواہی ہے، اس کے متعلق قیامت کے دن سوال ہوگا۔ کیا تمھیں یقین ہے کہ یہ شہید ہی ہوا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلْمُهُ يَثْعَبُ دَماً، اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ،

Marfat.com

وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ»[1]

''اللہ تعالیٰ کے راستے میں زخمی ہونے والا اور اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اللہ کی راہ میں زخمی ہوا ہے، قیامت کے دن اس کے زخموں سے بہنے والے خون کا رنگ تو وہی ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی۔''

نبی اکرم ﷺ کے الفاظ: «وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِهِ» ''اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوا ہے۔'' انتہائی قابل غور ہیں، کیونکہ بعض لوگ ظاہراً اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑتے ہیں لیکن ان کی اندرونی نیت کچھ اور ہوتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں اس مسئلے کے متعلق ایک عنوان قائم کیا ہے:

"باب لا يقال: فلان شهيد"

''کسی کو متعین کر کے شہید کہنا درست نہیں ہے۔''

کیونکہ شہادت کا تعلق تو انسان کے دل سے ہے اور دل کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ نیت ہی اصل چیز ہے، نیت ہی کی بنا پر دو آدمی ایک ہی کام کرنے والے ہوتے ہیں اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان بھی ہے:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5533] صحيح مسلم [1876/105]

Marfat.com

فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ» [1]

''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق اجر و ثواب ملے گا، جس نے اللہ و رسول ﷺ کی خاطر ہجرت کی تو اس کو اس کے مطابق اجر و ثواب ملے گا اور جس نے ہجرت دنیا کی خاطر کی کہ وہ اسے حاصل کر لے یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے کی تو اسے یہی کچھ ملے گا۔'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 475)

327- کسی کو ''شیخ الاسلام'' کے لقب سے پکارنا درست ہے؟

مطلق طور پر کسی کو ''شیخ الاسلام'' کے لقب سے پکارنا درست نہیں ہے، کیونکہ ہر انسان سے خطا و غلطی کا امکان ہے۔ معصوم تو صرف اور صرف رسول ہی ہوتے ہیں، ہاں اگر ''شیخ الاسلام'' کہنے سے مقصد یہ ہو کہ فلاں کی اسلام کی ترویج میں بڑی خدمات ہیں تو اس صورت میں جائز ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 477)

328- ''صُدْفَةٌ'' (اتفاقی طور پر کسی کام کا واقع ہونا) کے الفاظ استعمال کرنا درست ہیں؟

ہماری رائے کے مطابق ایسا لفظ بولنا درست ہے، اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔ بعض احادیث میں اس مفہوم کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اتفاقاً ملاقات ہوئی یا اچانک رسول اللہ ﷺ مل گئے وغیرہ، لیکن اس خاص

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1] صحيح مسلم [1907/155]

Marfat.com

لفظ کے متعلق کوئی معین و خاص حدیث اس وقت مجھے یاد نہیں ہے۔ انسان کے کئی ایسے کام ہوتے ہیں جو اتفاقی طور پر ہو جاتے ہیں، حالانکہ علم سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ اس کام کے ہونے سے پہلے کوئی ذہنی پلاننگ ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے معاملات اتفاقی نہیں ہوتے، کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کو معلوم بھی ہے اور اس کا وقت بھی مقرر ہے، لہٰذا انسان کے کام اتفاقی ہوتے ہیں، اسی کو عربی زبان میں "صَدَفَةٌ" کہتے ہیں جو کہ جائز ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 478)

329- طلوع آفتاب کے وقت سورج کی طرف منہ کرنے والے پھولوں کو سورج کی عبادت کرنے والے کہا جا سکتا ہے؟

اس طرح کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ درخت سورج کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَالدَّ وَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ﴾ [الحج: 18]

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ۔"

لیکن ایسے الفاظ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں جن میں عبودیت کا ذکر نہ ہو۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 479)

Marfat.com

330- حارث نام رکھنا درست ہے؟ عبدالحارث نام رکھنا شرک کیوں ہے، حالانکہ حارث تو اللہ تعالیٰ ہے؟

عبدالحارث نام رکھنے میں غیر اللہ کی عبودیت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ حارث تو انسان ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«كُلُّكُم حَارِثٌ وَّ كُلُّكُم هَمَّامٌ»[1]

''تم سب نگہداشت کرنے والے اور ذمہ دار ہو۔''

جب عبودیت کی نسبت کسی انسان کی طرف ہو تو شرک ہے، لیکن یہ شرک اکبر نہیں ہے۔ اگر کوئی اپنا نام عبدالحارث رکھ لے تو اس کو تبدیل کرنا ضروری ہے، نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ: عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ»

''عبداللہ اور عبدالرحمان نام اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں۔''

اور یہ جو بات مشہور ہے کہ ''بہترین نام وہ ہیں جن میں حمد اور عبد کا لفظ آئے'' اس کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں، کیونکہ آپ ﷺ سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ ''حارث'' اللہ تعالیٰ کا نام ہے، ہمارے علم کے مطابق اس کا شمار اللہ تعالیٰ کے ناموں میں نہیں، اللہ تعالیٰ کا وصف ''زارع'' ذکر کیا جا سکتا ہے، لیکن نام نہیں رکھا جا سکتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾ [الواقعة: 64,63]

[1] المصنوع [ص: 139] كشف الخفاء [150/2]

Marfat.com

''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 480)

331- صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی معصوم ہے؟

یہ بات کرنے والے کا قصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا فیصلہ درست ہے، اس میں کسی قسم کی غلطی کا کوئی امکان نہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے تو یہ بات درست ہے لیکن ''العصمة للہ وحدہ'' کے الفاظ ناپسندیدہ ہیں، کیونکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محفوظ رکھنے والی کوئی ذات بھی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے، باقی سب مخلوق۔ لہٰذا ایسے الفاظ کا استعمال ناجائز ہے۔ اس کی جگہ یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا کلام ہی درست ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 481)

332- ''فَالُ اللهِ وَلَا فَالُکَ'' کہنا کیسا ہے؟

''فال اللہ'' کہنا جائز اور درست ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی فال جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو یعنی اس سے اچھی فال مراد ہے، لہٰذا جو آپ کہہ رہے ہیں، وہ فال مراد نہیں ہے، یہی مفہوم صحیح اور درست ہے۔ لہٰذا ایسا شخص، جو بدفالی اور نحوست مراد لے رہا ہو، درست نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 483)

333- فکر اسلامی اور مفکر اسلام کی اصطلاح جائز ہے؟

فکر اسلامی ایسی اصطلاح ہے جس سے بچنا ضروری ہے، اس لیے کہ اس

Marfat.com

کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام بھی دیگر افکار کی طرح ایک فکر ہے، جو چاہے قبول کر لے اور جو چاہے رد کر دے۔ یہ ایک انتہائی خطرناک سوچ ہے۔ جو اسلام دشمن لوگوں نے مسلمانوں میں لاشعوری کی حالت میں داخل کر دی ہے۔ لیکن مفکر اسلام کہنے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ یہ انسان کا ایک وصف ہے، ہر مسلم مفکر ہوتا ہی ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 486)

334- نافرمان کا وصف بیان کرنا کہ وہ ہدایت سے دور ہے یا جنت سے دور ہے

یہ ناجائز ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر قسم ڈالنے کی قبیل سے ہے۔ صحیح حدیث میں ہے: ایک انسان اپنے آپ پر ظلم کرتا تھا، ایک اور آدمی اس کے پاس سے گزرتا تھا اور کہتا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں کو معاف نہیں کریں گے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

«مَنْ ذَالَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَّا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ قَدْ غَفَرْتُ لَهُ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ»

”کون ہے جو مجھ پر قسم ڈال رہا ہے کہ میں فلاں کو معاف نہیں کروں گا، میں نے یقیناً اسے بخش دیا ہے اور تیرے عمل ضائع کر دیے ہیں۔“

انسان کے لیے یہ بھی درست نہیں کہ اللہ کی رحمت کو بعید سمجھے، کتنے ہی لوگ ہیں جو کفر کے آخری کنارے تک پہنچ جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت عطا فرماتے ہیں اور وہ ان پیشواؤں میں شمار ہوتے ہیں جو اللہ کے حکم کے مطابق راہنمائی کرتے ہیں۔ جس نے ایسی ویسی بات کہی ہے، اس پر واجب ہے کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے حضور توبہ تائب ہو، بایں طور کے اپنے کیے پر نادم ہو اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم بالجزم کرے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 486)

335- ''فلاں بندے کو اللہ تعالیٰ نے یاد کیا ہے'' کے الفاظ اس شخص کے بارے میں کہنا جو قریب ہی میں فوت ہوا ہو؟

اگر تو ان الفاظ سے قائل کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو یاد کیا اور اسے فوت کر دیا تو یہ کلمہ کفر ہے، کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھول بھی جاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ بھولتا نہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ۝ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا يَنْسَی﴾ [طٰہٰ: 52,51]

''اس نے کہا تو پہلے زمانوں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔''

اگر جواب دینے والے کا مقصد یہ ہو اور اپنی بات کا مفہوم بھی سمجھتا ہو تو یہ کفر ہے اور اگر جاہل ہو، اس کا معنی نہ جانتا ہو اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی پکڑ ہو تو یہ کفر نہیں، لیکن ایسے کلام سے پرہیز کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ ایسا کلام ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی شان میں نقص لازم آتا ہے، لہٰذا جواب دینے والا یوں کہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اسے فوت کر دیا ہے۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 484)

Marfat.com

336- ''قاضی القضاۃ'' نام رکھنا کیسا ہے؟

قاضی القضاۃ اپنے معنی عام میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، ایسا نام رکھنے والا اللہ تعالیٰ کا شریک بننے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ ہر قاضی کے اوپر قاضی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، فیصلہ بھی اسی کا ہے اور تمام فیصلے اسی کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں، لیکن اگر کسی خاص علاقے یا خاص وقت کے لحاظ سے کسی کو قاضی القضاۃ کے نام سے پکارا جائے تو یہ جائز ہے، لیکن ایسا کرنے سے پرہیز ضروری ہے، اس سے انسان میں غرور و تکبر پیدا ہوتا ہے اور اپنے خلاف آنے والی بات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ البتہ قاضی القضاۃ عراق، شام یا قاضی قضاۃ عصرہ کہنا جائز ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا کو مقید کرنا درست نہیں ہے، لہٰذا اس میں کسی کی شراکت نہیں ہوسکتی۔

لیکن کسی خاص فن کے اعتبار سے ایسا کہا جائے تو درست ہے اور اگر فقہ کے متعلق معین کر کے ''عالم علماء الفقہ'' کہا جائے اور فقہ سے مراد اصول دین اور فروعات ہوں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ» [1]

''اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، اسے دین میں سمجھ عطا فرماتے ہیں۔''

یا فقہ سے شرعی احکام، جن کا تعلق عمل سے ہے، مراد ہوں، جیسا کہ اہلِ اصول کے ہاں یہ بات معروف ہے، جس کا مقصد یہ ہو کہ شریعت کے معاملے میں تمام لوگ اس شخص کے محتاج ہیں۔ میری رائے کے مطابق ایسا کہنا جائز نہیں

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [71] صحيح مسلم [1037/98]

Marfat.com

ہے، اس سے پرہیز ضروری ہے۔ ہاں اگر کسی قبیلے کے ساتھ خاص ہو تو پھر جائز ہے، لیکن اس میں اس آدمی کے مزاج کو سامنے رکھنا ضروری ہے، کہیں وہ غرور و تکبر کا شکار نہ ہو جائے۔ اسی لیے تو نبی اکرم ﷺ نے منہ پر تعریف کرنے والے کو فرمایا:

«قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ»[1]

''تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی ہے۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 488)

337- دین اسلام کی تقسیم کرنا

سوال دین اسلام کی تقسیم کرنا کہ (فلاں کام) چھلکے کی اور (فلاں کام) مغز اور گودے کی حیثیت رکھتا ہے، مثلاً ڈاڑھی وغیرہ، درست ہے کہ نہیں؟

جواب دین اسلام کو اس طرح سے تقسیم کرنا انتہائی غلط و ناجائز ہے۔ دین پورے کا پورا مغز اور گودے کی حیثیت رکھتا ہے اور سارا دین ہی مفید ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے اور دین کے ہر کام پر انسان کو ثواب ملتا ہے، دین کے ہر عمل سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا ہے، یہاں تک کہ انسان اگر اپنے لباس میں اور ظاہری شکل وصورت میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کو ملحوظ رکھتا ہے تو ہر ہر عمل پر ثواب ملتا ہے۔ چھلکے کی حیثیت تو ہم سب کو معلوم ہی ہے کہ وہ پھینک دیا جاتا ہے، دین اسلام اور شریعت اسلامی میں ایک عمل بھی ایسا نہیں جس کی حیثیت چھلکے کی ہو، لہٰذا اس طرح کی سوچ رکھنے والوں کو اپنی بات پر غور وفکر کرنا

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [4805] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3744]

Marfat.com

چاہیے تاکہ انھیں حقیقت معلوم ہو جائے اور اس پر عمل کر سکیں اور اس طرح کی باتوں سے باز آجائیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ دین اسلام میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کی اہمیت بہت زیادہ ہے، جیسا کہ ارکانِ اسلام ہیں، جن کی اہمیت کو نبی اکرم ﷺ نے بیانِ فرمایا ہے:

«بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَ إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ، وَحَجِّ بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ» [1]

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔''

اور کچھ ایسے کام بھی ہیں جن کی اہمیت ان سے کم درجہ کی ہے، لیکن ایسی کوئی چیز نہیں جو چھلکے کی حیثیت رکھتی ہو، غیر مفید ہو اور اسے بے کار سمجھ کر پھینک دیا جائے۔

رہا ڈاڑھی کا مسئلہ تو اس میں کوئی شک نہیں ڈاڑھی رکھنا عبادت ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے، آپ ﷺ کا ہر حکم عبادت کی حیثیت رکھتا ہے، اس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، ڈاڑھی رکھنا نبی اکرم ﷺ بلکہ تمام رسولوں کی سنت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4514] صحيح مسلم [16/20]

Marfat.com

﴿يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي﴾ [طٰهٰ: 94]

”اے میری ماں کے بیٹے! نہ میری ڈاڑھی پکڑ اور نہ میرا سر۔“

نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے یہ بھی ثابت ہے کہ ڈاڑھی فطرت میں شامل ہے، اس کو معاف کر دینا عبادت ہے عادت نہیں اور نہ اس کی حیثیت چھلکے کی سی ہے، جیسا کہ سمجھنے والوں نے سمجھ رکھا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 489)

338- غصے کی حالت

سوال غصے کی حالت میں اس طرح کہنا درست ہے کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہو جاتا؟ یا یوں کہے کہ اس بیماری پر لعنت ہے کہ اس نے مجھے پریشان کر رکھا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض اور نادم ہو کر اس طرح کہنا تو بالکل حرام ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَلَا تَعْجِزْ، فَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ لَكَانَ كَذَا وَكَذَا، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ »[1]

”تو اپنے لیے نفع مند چیز کی رغبت رکھ، اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور ہمت نہ ہار، اگر کوئی تکلیف پہنچے تو یوں نہ کہہ: اگر میں ایسے کر لیتا تو ایسے ہو جاتا۔ بے شک کلمہ ”لَوْ“ (اگر) شیطان کے عمل کو

[1] صحیح مسلم [2664/34]

Marfat.com

کھول دیتا ہے، البتہ یوں کہہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مقدر میں لکھا تھا اور جو چاہا کیا۔''

انسان پر یہی واجب ہے کہ جو حکم دیا جائے کرے اور جو نصیب میں لکھا ہے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے، کیونکہ جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے ہوگا اور جو نہ چاہیں گے نہیں ہوگا۔

رہا وہ شخص جو بیماری یا اس چیز پر لعنت کرتا ہے جو فعلِ الٰہی ہے تو یہ بدترین قباحت ہے، اس لیے کہ اس کا مرض پر لعنت کرنا جو تقدیر الٰہی سے ہے، اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کے مترادف ہے۔ جو شخص ایسا کلمہ کہے وہ لازماً توبہ کرے اور اپنے دین کی طرف رجوع کرے۔ اسے جان لینا چاہیے کہ بیماری من جانب اللہ ہوتی ہے، اور جو مصیبت پہنچتی ہے، انسان کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر ظلم نہیں کرتے، بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 492)

339- ''لک اللہ'' (تیرے لیے ہو اللہ) کہنا کیسا ہے؟

''لک اللہ'' کا لفظ بظاہر ''للّٰه درك'' (اللہ تعالیٰ تیرا بھلا کرے) کی جنس ہے، لہٰذا جائز ہے، علماء اسے استعمال کرتے ہیں۔ اس لفظ اور اس کے مشابہ دیگر الفاظ کے متعلق قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ یہ جائز ہیں، الا یہ کہ ان کی حرمت کی دلیل مل جائے اور ان چیزوں کو حرام قرار دینے سے احتراز کرنا واجب ہے، جنھیں اصلاً حلال کہا گیا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 493)

Marfat.com

340- ''مصروفیات نے مجھے فرصت نہ دی'' یا ''وقت نے مہلت نہ دی'' کہنا کیسا ہے؟

اگر نیت یہ ہو کہ مطلوبہ امور کو سر انجام دینے کے لیے وقت نہ مل سکا، تو کوئی حرج نہیں، اور اگر یہ ارادہ ہو کہ وقت کی بھی تاثیر ہوتی ہے تو یہ الفاظ کہنا ناجائز ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 494)

341- ''اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا'' کہنا

تقدیر سے متعلق امور میں غیر اللہ کو اللہ سے ملانا کہ جس سے شرک کی بو آتی ہو اور فرق بھی نہ ہوتا ہو ناجائز ہے، مثلاً ''جو اللہ چاہے اور تو چاہے وہی ہوگا'' مشیت میں کہنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو بندے کی مشیت کے ساتھ ایسے حرف سے ملانا ہے جو برابری کا متقاضی ہے اور یہ شرک کی قسم ہے، البتہ ''ثُمَّ'' کے ساتھ اس طرح کہنا چاہیے: ''مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ'' (جو اللہ چاہے پھر تو چاہے) بعینہ ایک چیز کی نسبت اس کے سبب کی طرف کرنا اور اسے اللہ کے ساتھ ایسے حرف کے ذریعے ملانا جو برابری کا متقاضی ہے، ممنوع ہے۔ اس طرح نہیں کہہ سکتے:

''لو لا الله وفلان أنقذني لغرقت''

''اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں آدمی مجھے نہ بچاتا تو میں غرقاب ہو جاتا۔''

کیونکہ اس طرح آپ نے سبب کو جو مخلوق ہے، سبب کے خالق کے مساوی کر دیا ہے اور یہ شرک کی قسم ہے۔ ہاں، چیز کی نسبت اس کے سبب کی

Marfat.com

طرف اللہ تعالیٰ سے ملائے بغیر کرنا جائز ہے، آپ یوں کہہ سکتے ہیں:

''اگر فلاں نہ ہوتا تو میں ڈوب جاتا۔''

جبکہ سبب صحیح اور مبنی بر حقیقت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی کہ ابو طالب کو دو جوتے پہنائے گئے ہیں جن سے اس کا دماغ کھلتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَ لَوْ لَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ» [1]

''اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔''

آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: ''اگر اللہ نہ ہوتا پھر میں نہ ہوتا'' حالانکہ وہ آگ کی اس کیفیت میں مشیت الٰہی کی وجہ ہی سے تھا، سو چیز کی اضافت ایسے سبب کی طرف جو شرعی اور حسی اعتبار سے معلوم ہو، جائز ہے، بشرطیکہ ایسے حرف کے ساتھ نہ ہو جو برابری کا متقاضی ہو۔ چیز کی اضافت اللہ کی طرف اور ایسے سبب کی طرف کرنا جو شرعی اور حسّی لحاظ سے معلوم ہو، نیز حرف مساوات کے ساتھ ہو حرام اور شرک کی قبیل سے ہے اور چیز کی نسبت اس کے مظنون و موہوم سبب کی طرف کرنا جو غیر معلوم ہو، ناجائز و حرام اور شرک کی قسم ہے، جیسا کہ منکے وغیرہ پہننا، ان کی طرف کسی چیز کی نسبت کرنا گناہ عظیم ہے، اس لیے کہ ایسی چیز کو سبب قرار دینا جسے اللہ تعالیٰ نے سبب نہیں بنایا شرک ہے، گویا آپ نے اس چیز کو سبب قرار دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے سبب نہیں بنایا۔ اس اعتبار سے یہ شرک کی قسم بن گئی۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 496)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2608]

Marfat.com

342- یہ کہنا کہ مادہ فنا نہیں ہوگا، ہمیشہ رہے گا اور یہ کہ اس کی تخلیق عدم سے نہیں ہوئی

یہ کہنا کہ مادہ کو فنا نہیں اور وہ عدم سے پیدا شدہ نہیں ہے، کفر ہے، کوئی صاحبِ ایمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ آسمان و زمین کی ہر چیز عدم سے وجود میں آئی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [الزمر: 62]

''اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔''

خالقِ کائنات کے علاوہ کوئی چیز ازلی اور ابدی نہیں ہے، رہا مادہ کا غیر فانی ہونا، تو اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ بذاتِ خود ہر چیز فنا نہیں ہوگی تو یہ بھی محض غلط بات ہے، اس لیے کہ ہر موجودہ چیز فنا ہی ہوگی، اور اگر اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کچھ ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت کی وجہ سے فنا نہیں ہوں گی تو درست ہے۔ سو جنت اور اس کی نعمتیں فنا نہیں ہوں گی، اہلِ جنت ہمیشہ رہیں گے اور جہنمی بھی سدا رہیں گے، لیکن مطلق طور پر یہ کہنا کہ مادہ کے وجود میں اور اسی طرح بقاء میں کوئی اصل نہیں الحاد پرستوں کا حکم ہے۔ مادہ عدم سے تخلیق شدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز میں عدم ہی ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 497)

343- ''اللہ تعالیٰ کی قدرت نے چاہا'' کہنے کا حکم

''اللہ تعالیٰ کی قدرت نے چاہا'' کہنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ

Marfat.com

مشیت ارادہ ہے، اور قدرت معنی ہے اور معنی کوئی ارادہ نہیں رکھتا، ارادہ ارادہ کرنے والے کا ہوتا ہے اور مشیت چاہنے والے کی، البتہ یہ کہہ سکتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اس طرح تقاضا کیا'' یا کسی امر واقعی پر یوں کہہ سکتے ہیں: ''یہ قدرتِ الٰہی ہے'' جس طرح کہ ہم کہہ سکتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، لیکن قدرت کی طرف ایسے کام کی نسبت کرنا جو فعل اختیاری کا متقاضی ہو، ناجائز ہے۔

رہا سائل کا یہ کہنا کہ ''صفت موصوف کے تابع ہوتی ہے'' تو جواباً ہم کہتے ہیں: ہاں، صفت کا موصوف کے تابع ہونا اس بات کا مشعر ہے کہ صفت کی طرف ایسی چیز منسوب کرنا جس کے ساتھ موصوف مستقل ہو، ہمارے لیے ناممکن ہے، اکثر لوگ اس طرح کہتے بھی رہتے ہیں: اللہ کی قدرت نے ایسا چاہا، یہ چاہا، جو ناجائز ہے، اس لیے کہ تقدیر اور قدرت معنوی چیزیں ہیں، ان کی مشیت نہیں ہوتی، مشیت اس کی ہے جو قادر ہے اور جو تقدیر بنانے والا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 498)

344- بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''تو نے اللہ تعالیٰ کے متعلق سچ نہیں بولا کہ اس اس طرح ہوگا''

کچھ لوگ اس طرح کہتے ہیں: ''تو نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سچ نہیں کہا کہ ایسے ایسے ہوگا'' مطلب یہ ہوتا ہے کہ تجھے توقع اور خیال نہ تھا کہ اس طرح ہوگا، نہ یہ کہ تو نے سچ نہیں بولا کہ اللہ تعالیٰ عاجزی کے سبب ایسا نہ کر پائے گا، مراد یہی ہے کہ میرے ذہن تک میں یہ کام نہ تھا، ان الفاظ کا یہی مفہوم ہے تو صحیح ہے لیکن لفظ مشتبہ ہے، بنا بریں ایسے مشتبہ الفاظ سے گریز بہتر ہے، لیکن حرام کہنا مشکل ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 499)

Marfat.com

345- انسان کا جنازے پر "متوفّٰی" کے بجائے: "متوفِّي" کہنا

بہتر یہ ہے کہ وہ کہے: "متوفّٰی" کون ہے۔ اگر "متوفِّي" کہے تو عربی زبان کے مطابق یہ لفظ بھی بامعنی ہے کہ اس آدمی نے اپنی زندگی کو پورا اور ختم کیا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 500)

346- "فلاں سب سے اعلیٰ صفات رکھتا ہے" کہنا؟

مطلق طور پر صرف یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کہا جا سکتا ہے، کیونکہ سب سے اعلیٰ صفات اس کی ہیں، ہاں اگر یوں کہے کہ فلاں کی بلند صفات ہیں، اس اس کام میں، اور قید لگا دے تو کوئی حرج نہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 501)

347- یہ کہنا کہ "وہ اپنے آخری ٹھکانے میں مدفون ہے"

"وہ آخری ٹھکانے میں مدفون ہے" کہنا حرام ہے، کیونکہ جب آپ نے "آخری ٹھکانا" کہا تو اس کا تقاضا ہے کہ قبر آخری چیز ہے، اس کا مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار ہوتا ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ قبر اخیر اور انتہا نہیں ہے، مگر ان لوگوں کے نزدیک جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ایک دیہاتی نے کسی آدمی کو یہ آیات پڑھتے ہوئے سنا:

﴿ أَلْهَىٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾ [التکاثر: 2,1]

"تمھیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔"

Marfat.com

تو کہنے لگا: بخدا! زیارت کرنے والا مقیم نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ جو زیارت کرنے آتا ہے چلا جاتا ہے۔ سو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ضروری ہے، اور یہ صحیح ہے، اس لیے ایسی عبارت نہیں بولنی چاہیے نہ قبر کے بارے یوں کہنا چاہیے کہ وہ آخری ٹھکانا ہے، کیونکہ آخری ٹھکانا قیامت کے دن یا تو جنت ہے یا پھر آگ ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 502)

348- بادشاہ کو "اے میرے مولیٰ" کہنا؟

ولایت کی دو قسمیں ہیں:

① مطلق ولایت۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، جیسا کہ مطلق سیادت اور سرداری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ولایت معنی عام میں تمام کو شامل ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾ [الأنعام: 62]

"پھر وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے، جو ان کا سچا مالک ہے، سن لو! اسی کا حکم ہے اور وہی سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ولایت (سرداری) ان افترا پردازوں پر بھی بنائی گئی ہے، یہ عام ولایت کی بات ہے، رہی خاص ولایت تو وہ اہلِ ایمان متقین کے ساتھ مختص ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ [محمد: 11]

Marfat.com

''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اس لیے کہ بے شک جو کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ [یونس: 63,62]

''سن لو! بے شک اللہ کے دوست، ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور بچا کرتے تھے۔''

② مقید و منسوب ولایت۔ یہ غیر اللہ کے لیے ہے۔ لغت میں اس کے متعدد معانی ہیں، جیسا کہ مددگار، امور کا ذمہ دار، سردار وغیرہ۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [التحریم: 4]

''اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور صالح مومن۔''

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

« مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ »[1]

''جس کسی کا میں دوست ہوں علی (رضی اللہ عنہ) بھی اس کے دوست ہیں۔''

نیز فرمایا:

« إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ »[2]

---

[1] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [3713]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [456] صحيح مسلم [1504/5]

Marfat.com

''ولاء'' اسی کا ہے جس نے آزاد کیا۔''

بنا بریں بادشاہ سے کہا جا سکتا ہے: اے میرے سردار! جب تک کسی ممنوع ومحظور کا خدشہ نہ ہو۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 507)

349- ''لا حول اللہ'' کہنا

''لَا حول اللّٰه'' کے الفاظ میں نے کسی کو کہتے ہوئے نہیں سنا، شاید وہ یہ کہنا چاہتے ہیں: ''لا حول ولا قوۃ إلا باللّٰه'' سو یہ لفظ میں خطا تصور ہوگی، ضروری ہے کہ مطلوب ومقصود الفاظ ہی کہے جائیں، یعنی ''لا حول ولا قوۃ إلا باللّٰه''۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 511)

350- ''خدا نہ کرے'' کہنا

''خدانخواستہ'' کہنے کو میں مکروہ خیال کرتا ہوں، کیونکہ اس عبارت میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کو مجبور کر سکتا ہے، سو وہ کہتا ہے: ''خدا نہ کرے'' حالانکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ حدیث میں ہے:

« لَا يَقُولُ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي إِنْ شِئْتَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، وَلٰكِنْ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا مُكْرِهَ لَهُ، وَلَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ »[1]

''تم میں سے کوئی ایک اس طرح نہ کہے: اے اللہ! مجھے بخش دے اگر تو چاہے۔ اے اللہ! مجھ پر رحم کر اگر تو چاہے، لیکن وہ سوال پختہ

[1] صحیح مسلم [2679/8]

Marfat.com

کرے اور رغبت و شوق کو بڑا کرے، یقیناً کوئی اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے والا نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی چیز جو وہ عطا کرنا چاہے اس کے لیے دشوار ہے۔''

زیادہ مناسب یہ ہے کہ آدمی کہے: ''اللہ تعالیٰ مقدر میں نہ کرے'' بجائے ''خدانخواستہ'' کہنے کے، کہ اس عبارت میں وہ اشارہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق میں ناجائز ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 512)

351- ''اللہ تعالیٰ مقدر نہ کرے'' کہنے کا حکم

''اللہ تعالیٰ مقدر نہ کرے'' کا مطلب ہے یہ دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز مقدر میں نہ کرے۔ یہ دعا کرنا جائز ہے، اس کا معنی یہ نہیں کہ اس چیز کے تقدیر میں ہونے کی نفی کی جا رہی ہے، اس لیے کہ حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے، وہ جو چاہے مقدر کر دے، بلکہ نفی بمعنی طلب ہے، یعنی خبر انشاء کے معنی میں ہے، سو جب آدمی کہتا ہے: اللہ مقدر نہ کرے تو اس کی مراد ہوتی ہے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ یہ چیز نصیب میں نہ کرے۔ عربی زبان میں نفی بمعنی طلب بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے، بنا بریں اس عبارت میں کوئی حرج نہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 511)

352- بعض لوگوں کا ''اللہ تعالیٰ ایسے ایسے جانتے ہیں'' کہنا

یہ الفاظ کہنا بہت خطرناک مسئلہ ہے، حتی کہ میں نے احناف کی بعض کتب میں دیکھا ہے کہ جس نے کسی چیز کی بابت کہا: اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور معاملہ اس کے برعکس ہو تو ایسا شخص کافر اور اسلام سے خارج ہو جائے گا، اگر

Marfat.com

آپ کہیں: ''اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں نے یہ کام نہیں کیا'' حالانکہ تو نے کیا ہو تو اس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کام کی خبر نہ تھی اور اگر آپ یہ کہیں: ''اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، میں نے فلاں کی زیارت نہیں کی'' حالانکہ آپ اس سے ملے ہو، گویا اللہ تعالیٰ کو واقعہ کا علم نہیں ہے، اور یہ بات تو حقیقت ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے علم کی نفی کی وہ یقیناً کافر ہے، اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ نے ''قدریہ'' کے متعلق فرمایا:

''تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کے متعلق بحث مباحثہ کرو، اگر علم کا انکار کریں گے تو کافر ہو جائیں گے اور اگر اقرار کریں گے تو جھگڑے میں پڑیں گے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر کوئی کہے: ''اللہ تعالیٰ جانتے ہیں'' اور معاملہ اس کے برعکس ہو تو یہ بہت خطرناک اور حساس مقام ہے، ایسا کہنا بلاشبہ حرام ہے۔ اگر یہ الفاظ کہنے والا سچا ہو اور معاملہ بھی اس کے مطابق ہو تو ان الفاظ میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ اپنی بات میں سچا ہے، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی علم رکھنے والے ہیں، جیسا کہ انبیاء و رسل نے فرمایا:

﴿قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ﴾ [یٰس: 16]

''انھوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم تمھاری طرف ضرور بھیجے ہوئے ہیں۔'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 516)

353- اِن شاء اللہ فلاں شخص کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے؟

''فلاں شخص کو اِن شاء اللہ اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے'' کہنے میں کوئی

Marfat.com

مضائقہ نہیں، اس لیے کہ یہ جملہ امید ورجاء کا فائدہ دے رہا ہے، یہ خبر نہیں ہے، کیونکہ اس صیغہ سے خبر جائز نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امر غیبی کی خبر ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، سو یہ خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں کو بخش دیا ہے یا فلاں پر رحم کیا ہے یا اس طرح کے دیگر الفاظ کہنا ناجائز ہے، کیونکہ اس کا علم محض وحی کے طریقے سے ہوسکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/22)

354- دعا کی حقیقت

سوال لوگوں کی یہ دعا کہ "اللهم إننا لا نسألك رد القضاء ولكن نسألك اللطف فيه" "الٰہی! ہم آپ سے تقدیر کے لوٹائے جانے کا سوال نہیں کرتے بلکہ اس میں نرمی کے خواستگار ہیں۔"

جواب یہ کوئی دعا نہیں ہے، بلکہ ہماری رائے میں یہ حرام ہے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

« لَا يَقُولُ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ إِنْ شِئْتَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ إِنْ شِئْتَ »[1]

"تم میں سے کوئی ایک اس طرح نہ کہے: الٰہی! مجھے بخش دے، اگر آپ چاہیں۔ الٰہی! مجھ پر رحم کر، اگر آپ چاہیں۔"

اس لیے کہ دعا ان اسباب میں سے ہے جن کی بدولت قضا وقدر رد ہو جاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

« لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ »[2] "تقدیر کو نہیں لوٹاتی مگر دعا۔"

[1] صحيح مسلم [2679/8]

[2] حسن. سنن الترمذي، رقم الحديث [2139]

Marfat.com

اللہ عزوجل ایک چیز کا فیصلہ کرتے ہیں، پھر اس کے لیے رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی تقدیر بنانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی یہ مقدر کرنے والے ہیں کہ یہ آدمی دعا کرے گا اور قضا و قدر ٹل جائے گی، جو ذات تقدیر کو لوٹاتی ہے، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں، مثلاً ایک مریض آدمی کہتا ہے: الٰہی! میں آپ سے شفا یابی کا سوال نہیں کرتا، بلکہ یہ دعا کرتا ہوں کہ مرض ہلکا ہوجائے۔ یہ درست نہیں، بلکہ اسے کہنا چاہیے: الٰہی! ہم آپ سے شفا کا سوال کرتے ہیں۔ مطلوبہ چیز کو عزم بالجزم سے مانگیں، یہ نہ کہیں: یا رب! مکروہ و ناپسندیدہ چیز کو باقی رکھیے، لیکن اس کی شدت کم کردیں۔ یہ غلط ہے، اللہ عزوجل سب سے کریم و معزز اور سب سے زیادہ سخی و فیاض ہیں اور وہی اس بات پر قادر ہیں کہ آپ کی دعا کے سبب فوراً جو چاہیں آپ سے رد کردیں، بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ مسئولہ عبارت حرام ہے، ضروری ہے کہ ہم کہیں: الٰہی! بے شک میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے شفا عطا کریں، مجھے عافیت سے نوازیں اور میری گم شدہ چیز واپس لوٹا دیں وغیرہ۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2/22)

355- دعا میں عفو اور درگزر کرنے کا سوال کریں

سوال دعا گو کا بایں الفاظ دعا کرنا: ''أللھم لا تعاملنا بعدلك بل عاملنا بعفوك'' ''الٰہی! ہمارے ساتھ اپنے عدل کے ساتھ معاملہ نہ کرنا، بلکہ اپنی عفو و درگزر والا معاملہ کرنا۔''

جواب زیادہ مناسب ہے کہ وہ یوں کہے: الٰہی! ہمارے ساتھ اپنی عفو و درگزر اور فضل و کرم کا معاملہ کرنا اور یہ چھوڑ دے کہ الٰہی! ہمارے ساتھ اپنے

Marfat.com

عدل والا معاملہ نہ کرنا، کیونکہ اس کی کوئی وجہ نہیں، وگرنہ معلوم ہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے عدل و انصاف کا معاملہ کریں تو سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾

[النحل: 61]

''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑے تو اس کے اوپر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے۔''

پھر یہ بات بھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ انسان سے عدل و انصاف کا معاملہ کریں تو اس کی ایک نعمت ہی بندے کے تمام اعمال کا احاطہ کر لے، بلکہ انسان کے وہ اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہی ہیں، جس پر اس کا شکر و سپاس بجالانا چاہیے۔ بقول شاعر ؎

إِذَا كَانَ شُكْرِيْ نِعْمَةَ اللّٰهِ نِعْمَةٌ
عَلَيَّ لَهُ فِيْ مِثْلِهَا يَجِبُ الشُّكْرُ
فَكَيْفَ بُلُوْغُ الشُّكْرِ إِلَّا بِفَضْلِهِ
وَإِنْ طَالَتِ الْأَيَّامُ وَاخْتَصَرَ الْعُمُرُ

''جب اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر بجالانا بھی اس کا احسان ہی ہے تو مجھ پر لازم ہے کہ ایسی نعمتوں پر اس کا شکر بجالاؤں۔ اس کے فضل و کرم کے بغیر شکر بھی ناممکن ہے، چاہے دن لمبے اور زندگی مختصر ہو۔''

سو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ دعا گو کہے: الٰہی! ہمارے ساتھ اپنے عدل کا معاملہ نہ کرنا بلکہ اپنے فضل کا معاملہ کرنا، بلکہ ہم کہتے ہیں: آپ کہیں:

Marfat.com

الٰہی! ہمارے ساتھ اپنے فضل و رحمت کا معاملہ کرنا، ہمارے بُرے اعمال کے مطابق معاملہ نہ کرنا کہ آپ فضل عظیم کے مالک ہیں اور ہم سیاہ کار، آپ سے بخشش کے طلبگار ہیں اور آپ کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2/22)

356- ایک دعا کے الفاظ

سوال ان الفاظ سے دعا کرنا: "اللهم إني أسئلك بحق نبيك الذي أرسلت وبحق كتابك الذي أنزلت" "الٰہی میں آپ سے آپ کے اس نبی ﷺ کے حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، جسے آپ نے بھیجا اور اس کتاب کے حق کے واسطے سے مانگتا ہوں جو آپ نے نازل کی۔"

جواب یہ دعا صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ کے حق کا مطلب مبہم ہے۔ اس سے وہ حق مراد ہے جو آپ ﷺ کا مجھ پر ہے یا وہ جو اللہ تعالیٰ پر ہے؟ نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ پر بلکہ ہر مسلمان کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ وہ اسے عذاب نہ دے، جس نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا، جیسا کہ حدیثِ معاذ رضی اللہ عنہ میں ہے:

«حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ أَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا» [1]

"بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ وہ اسے مبتلائے عذاب نہ کرے، جس نے اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہرایا۔"

اور نبی کریم ﷺ کا ہم پر حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی توقیر کریں، احترام بجا لائیں، آپ ﷺ کے فرمودات کی تصدیق کریں، حکم کی پیروی اور نہی سے اجتناب کریں، لیکن یہ ساری چیزیں بندے کی دعا کا وسیلہ نہیں بن سکتیں، البتہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2856] صحيح مسلم [30/48]

Marfat.com

یوں کہہ سکتے ہیں: الٰہی! میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ میں آپ کے رسول ﷺ پر ایمان لایا ہوں، آپ ﷺ کی پیروی کرتا ہوں کہ آپ مجھے بخش دیں، جیسا کہ اہلِ ایمان کا کہنا ہے:

﴿ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْعَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴾ [آل عمران: 193]

"اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا، جو ایمان کے لیے آواز دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔"

اس مناسبت سے میں ہر ایک مسلمان بھائی سے خواہاں ہوں کہ صرف انھیں دعاؤں کا شوق رکھیں جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں، انھیں میں خیر ہے، وہ جامع بھی ہیں اور ان میں کوئی شک و شبہ نہیں، وہ بعد ازاں لکھی جانے والی دعاؤں سے یقیناً بدرجہا بہتر ہیں کہ ان میں محض سجع کلامی ہوتی ہے اور دل کو آہ وگریہ پر برانگیختہ کیا جاتا ہے، نیز ان دعاؤں سے اعراض کی موجب بنتی ہیں جو کتاب و سنت میں وارد ہوئی ہیں۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 3/22)

357- نرسوں کا نام "رحمت کے فرشتے" رکھنا

یہ نام رکھنا حرام ہے، کیونکہ فرشتے۔علیہم السلام۔ اس سے زیادہ عزت و اکرام کے حقدار ہیں کہ ان کے نام پر نرسوں کے نام رکھ دیے جائیں،

Marfat.com

پھر یہ وصف ہر نرس پر منطبق بھی نہیں ہوتا، کتنی ہی نرسیں ایسی ہیں جو برے طریقے سے علاج کرتی ہیں اور مریض پر ذرہ رحم نہیں کھاتیں، نہ ہی خالقِ کائنات سے ڈرتی ہیں، سو مقصد یہ ہے کہ نرسوں کے نام فرشتوں کے نام پر نہیں رکھے جا سکتے بلکہ ڈاکٹروں کے نام بھی نہیں رکھے جا سکتے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 9/22)

358- ستاروں سے قسمت آزمائی کرنا

علم نجوم والے ستاروں سے قسمت آزمائی پر اعتماد رکھتے ہیں اور ان کے ذریعے سے آدمی کے برے یا اچھے نصیب کا اعتقاد رکھتے ہیں، کسی انسان کو یہ باتیں زیب نہیں دیتیں، یہ کراہت کے بجائے حرام ہونے کے زیادہ قریب ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 20/22)

359- یوں کہنا کہ "یہ دن منحوس ہے"

اگر گالی اور عیب کا ارادہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ صرف خبر دینا مقصود ہے، جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: جب ان کے پاس فرشتے آئے:

﴿ وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴾ [هود: 77]

"اور اس نے کہا یہ بہت سخت دن ہے۔"

انھوں نے دنوں کا وہی وصف بیان کیا جس کے وہ مستحق تھے، اس میں مذمت اور قباحت کا ارادہ نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ ایک خبر ہے اور قرارِ واقعی کی خبر دینا درست ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حسبِ ذیل فرمان سے استشہاد پیش کرنا بھی درست ہے:

Marfat.com

﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ رِیۡحًا صَرۡصَرًا فِیۡ یَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ﴾ [القمر: 19]

''بے شک ہم نے ان پر ایک تند آندھی بھیجی، ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا تھا۔'' (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 20/22)

360- ''میں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ہوں'' کہنا

بعض لوگ یہ الفاظ بولتے ہیں اور ان کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ جس چیز کے متعلق ان سے استفسار کیا جا رہا ہے، ان کے پاس وہ چیز نہیں ہے، مثلاً ایک آدمی سے کہا جاتا ہے: تیرے پاس مال ہے؟ وہ کہتا ہے: میں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ہوں۔ یا کہا جاتا ہے: تو اس چیز کو پہچانتا ہے؟ یا کیا تو طالب علم ہے، یا کیا تو شادی شدہ ہے؟ تو وہ جواباً کہتا ہے: میں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ہوں، یعنی میرے پاس کچھ نہیں، لیکن میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں، وہ میرے لیے آسانی پیدا کر دے، اس عبارت کا یہی مفہوم ہے اور اس میں حرج والی کوئی بات نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 21/22)

361- کافر سے ''یا سید'' (اے سردار!) کہہ کر مخاطب ہونا

ہم کسی کافر اور فاسق کو ''اے سردار'' نہیں کہہ سکتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا تَقُوْلُ لِلْفَاسِقِ سَيِّداً» [1] ''کسی فاسق کو سردار مت کہو۔''

نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا ہے، سو کسی مومن کے لیے جائز

[1] تاریخ أصبهان [168/2]

Marfat.com

نہیں کہ کسی کافر و فاسق کو سردار کہے، اس لیے کہ یہ عظمت و شان والا وصف ہے جو کسی کافر و فاسق کے لیے سزاوار نہیں۔ سیّد، رئیس اور بڑے کو کہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے یا ظاہر و باہر معاصی کا ارتکاب کرتا ہے، اسے سیّد و رئیس نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اس کے معروف نام سے پکارا جائے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے متعلق فرمایا:

«مَا فَعَلَ أَبُوْ الْحِبَابِ» ”ابوالحباب نے کیا کیا؟“

جب اسے اس کے نام یا لقب سے پکارا جائے یا کہا جائے: فلاں شخص جسے اس طرح پکارا جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں اور یہی کافی ہے، اگر سردار کہا جائے یا کوئی ایسا لفظ جو اس سے بھی بڑھ کر شان والا ہو تو جائز نہیں، کیونکہ وہ فاسق ہے اور فسق میں معروف ہے۔ لا حول ولا قوة إلا باللّٰه.

(ابن باز: نور علی الدرب: 387/1)

362- دعا میں ”اللہ کا وصف کوئی بیان نہیں کر سکتا اور عقلیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں“ کے الفاظ کہنا

ان اسماء و صفات سے دعا کرنا مشروع ہے جو ثابت ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ [الأعراف: 180]

”اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو۔“

لیکن جو کچھ سوال میں مذکور ہے، کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول اللہ ﷺ میں میرے علم کے مطابق ایسا کچھ وارد نہیں ہوا، ان کلمات سے دعا کرنا درست نہیں ہے۔

Marfat.com

اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ان کلمات ''اس کا وصف بیان کرنے والے بیان نہیں کر سکتے'' میں نظر ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وصف وہی بیان کیا جا سکتا ہے جو اس نے خود بیان کیا ہے یا اس کے رسول ﷺ نے بیان کیا ہے، بسا اوقات ایسے الفاظ صفات کی نفی کرنے والوں سے بھی منقول ہوتے ہیں۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 29)

363- ان الفاظ سے دعا کرنا: ''اللھم بجاہ نبیک...''

نبی کریم ﷺ کی جاہ وحشمت کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور نہ کسی اور کی جاہ و حشمت کو، یہ بدعت ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مخلوق کی جاہ وحشمت خالقِ کائنات کے نزدیک اس طرح نہیں جس طرح مخلوق کی جاہ وحشمت مخلوق کے نزدیک ہے کہ اس کے پاس کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا، جبکہ مخلوق مخلوق کے پاس بلا اجازت سفارش کر سکتی ہے، وہ مطلوب و مقصود کے حصول میں باہم شریک ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ڈائریکٹ اسے پکاریں، کسی کی جاہ وحشمت کو دعا میں وسیلہ بنانے کا حکم نہیں دیا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ ﴾ [المؤمن: 49] ''اپنے رب سے دعا کرو۔''

نیز فرمایا:

Marfat.com

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [المؤمن: 60]

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔''

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ [المؤمن: 14]

''پس اللہ کو پکارو، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو۔''

جیسا کہ ہمیں حکم دیا ہے کہ اسے اس کے اسماء و صفات کے توسط سے پکاریں، فرمایا:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ [الأعراف: 180]

''اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو۔''

رہی یہ روایت:

((إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ، فَاسْئَلُوْهُ بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ))

''جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو میری جاہ و حشمت کے وسیلے سے سوال کرو، کیونکہ میری جاہ و حشمت اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت عظیم ہے۔''

اس کے متعلق شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ من گھڑت حدیث ہے، مسلمانوں کی جن کتابوں پر محدثین کا اعتماد ہے، ان میں سے یہ کسی میں بھی نہیں، نہ ہی حدیث کا علم رکھنے والے علماء میں سے کسی نے اسے ذکر کیا ہے۔''

(الفوزان: المنتقیٰ: 291)

Marfat.com

364- کسی سے کہنا: ''تو بے رحم ہے اور تو اللہ کی رحمت نازل ہی نہیں ہونے دیتا''

بعض لوگوں کا یہ قول کہ ''تو بے رحم ہے۔'' درست ہے۔ یہ جابروں اور سرکشوں پر انکار کی قبیل سے ہے، لیکن ان کا یہ کہنا کہ '' تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو نازل ہی نہیں ہونے دیتا'' غلطی و گمراہی ہے، یہ الفاظ بولنا ناجائز ہے، کیونکہ نازل ہونے والی رحمتِ الٰہی کو کوئی نہیں روک سکتا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَ مَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ﴾ [الفاطر: 2]

''جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔''

نبی کریم ﷺ بارگاہِ ایزدی میں یوں التجا فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ))

''اے اللہ! جو آپ دینا چاہیں وہ کوئی روک نہیں سکتا اور جو آپ روک دیں وہ کوئی دے نہیں سکتا۔''

اور اگر قائل کا ارادہ یہ ہے کہ مخاطب بندوں پر رحمتِ الٰہی کے نزول کو مکروہ و ناپسندیدہ خیال کرتا ہے، تو یہ قابلِ مذمت حسد ہے، ایسے شخص کی تردید کرنی چاہیے، اس کا معنی صحیح ہے لیکن الفاظ درست نہیں ہیں، اسے یوں کہنا چاہیے: تو ناپسند جانتا ہے کہ اللہ کی رحمت اس کے بندوں پر نازل کی جائے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 292)

Marfat.com

365- بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ”الٰہی! ہمیں صرف اپنی اطاعت کی آزمائش میں ڈالنا“

ایسے الفاظ سے اجتناب لازمی ہے، کیونکہ فتنہ اور آزمائش اطاعت میں نہیں ہوتے، بلکہ ان امور میں ہوتے ہیں جو اطاعت سے دوری کا باعث بنیں، جیسا کہ اموال، اولاد، مصائب اور نعمتیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ﴾ [الأنبياء: 35]

”اور ہم تمھیں برائی اور بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں، آزمانے کے لیے۔“

یہاں خیر سے مراد نعمتیں ہیں۔ نیز فرمایا:

﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ [التغابن: 15]

”تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ﴾ [البقرة: 155]

”اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے۔“

لیکن اطاعت فتنہ نہیں ہے، وہ تو محض خیر و بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے فتنوں، آزمائشوں اور امتحانات کے شر سے سلامتی کی دعا کرنا مشروع ہے، اسی طرح مصیبت کے وقت صبر اور نعمتوں پر شکر کا سوال کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اطاعت اور عمل صالح کی توفیق کا خواستگار رہنا چاہیے۔ واللہ اعلم

(الفوزان: المنتقیٰ: 299)

Marfat.com

366- ایک شخص کا اپنی تصدیق کے لیے دوسرے سے "في ذمتي" (یہ میرے ذمے رہا) کہنے کا حکم

ان الفاظ کو ترک کرنا زیادہ احتیاط کا باعث ہوگا۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 300)

367- کسی چیز کے متعلق یوں کہنا: "کاش! ایسا نہ ہوتا، یا کاش! ایسا ہو جاتا"

اس کا یوں کہنا کہ کاش! ایسا ہو جاتا یا ایسا نہ ہوتا، اگر خیر و بھلائی کے رہ جانے پر ندامت مراد ہو تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ چیز مستقبل میں خیر و بھلائی کی مستعدی کا باعث ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہی فرمایا تھا:

«لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ مَعِي حَتّٰى أَشْتَرِيَهُ، ثُمَّ أَحِلَّ كَمَا حَلُّوا» [1]

"اگر میں اس معاملے کو پہلے جان لیتا جس کا مجھے بعد میں علم ہوا تو قربانی ساتھ نہ لے کر آتا حتی کہ اسے خرید لیتا اور پھر احرام کھول دیتا جیسا کہ انھوں نے کھولے۔"

اگر کسی چیز کے فوت ہو جانے پر ندامت سے مقصود تقدیر الٰہی پر جزع و فزع اور عدم رضا کا اظہار ہو تو ناجائز ہے، نبی کریم ﷺ نے نفع مند اسباب کو اپنانے کی ترغیب و تشویق دلائی ہے اور سستی و کاہلی سے، منع فرمایا ہے، پھر اسباب اپنانے کے باوجود اگر مطلوب و مقصود حاصل نہ ہو سکے تو بھی نبی ﷺ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7229] صحيح مسلم [1211/130]

Marfat.com

نے یہ کہنے سے منع فرمایا ہے:

«لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا لَكَانَ كَذَا وَكَذَا» ❶

''اگر میں ایسے ایسے کر لیتا تو ایسے ایسے ہو جاتا۔''

اور مسلمان کا کام یہ ہے کہ کہے:

«قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ» ❷

''اللہ تعالیٰ نے مقدر میں لکھا اور جو چاہا سو کیا۔''

❶ صحیح مسلم [2664/34]

❷ صحیح مسلم [2664/34]

Marfat.com

دوسری قسم

بعض معاصر فرقے
اور
ان کے عقائد

1. خوارج۔
2. معتزلہ۔
3. اشاعرہ۔
4. ماتریدیہ۔
5. شیعہ۔
6. زیدیہ۔
7. صوفیہ۔

Marfat.com

Marfat.com

368- حدیث نبوی «سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي» میں امت سے مراد

اس حدیث میں امت سے مراد امتِ اجابت (مسلمہ) ہے۔ یہی تہتر فرقوں میں بٹے گی اور ان میں سے بہتر (72) فرقے ایسی بدعت و انحراف کے حامل ہوں گے جس سے دینِ اسلام سے تو وہ خارج نہیں ہوں گے لیکن بدعت و انحراف کے سبب عذاب دیے جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ بخش دیں، بالآخر اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔ ایک نجات پانے والا گروہ اہل سنت و الجماعت ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی سنت کو سینے سے لگایا اور اس دین سے وابستہ رہے، جس پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کاربند تھے، انھی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ وَلَا مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ»[1]

''ایک جماعت سدا حق پر کاربند اور غالب رہے گی، اس کی مخالفت کرنے والے اور اسے تنہا چھوڑنے والے اس کو نقصان نہیں پہنچا پائیں گے، یہاں تک کہ امرِ ربی آجائے گا۔''

جسے اس کی بدعت دین اسلام سے خارج کر دیتی ہے، اس کا تعلق امتِ دعوت (کفار) سے ہے نہ کہ امتِ اجابت سے، وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، یہی راجح ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث میں امت سے مراد امتِ دعوت ہے، جو

[1] صحیح مسلم [1523/3]

Marfat.com

ہر اس شخص پر مشتمل ہے جس کی طرف نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے۔ کوئی ایمان لائے یا کفر کرے اور ایک نجات پانے سے مراد امتِ اجابت ہے، یعنی وہ جو آپ ﷺ پر صدقِ دل سے ایمان لائے اور اسی پر مرے، یہی فرقہ ناجیہ ہے، بالآخر وہ جنت میں جائیں گے۔

رہے باقی بہتر (72) فرقے تو ان سے مراد وہ فرقے ہیں جو فرقہ ناجیہ کے علاوہ ہیں، وہ سب کے سب کافر اور ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں۔ اس بحث سے یہ مترشح ہوا کہ امتِ دعوت، امتِ اجابت سے عام ہے۔ جو امتِ اجابت میں سے ہے وہ امتِ دعوت میں سے بھی ہے اور جو امتِ دعوت سے نہیں ضروری نہیں کہ وہ امتِ اجابت سے ہو۔ (اللجنة الدائمة: 4246)

369- فرقہ ناجیہ کی صفات

فرقہ ناجیہ اس راستے پر چلتا ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم چلے۔ وہ اس پر خوش ہیں۔ ان کا طریق کتاب وسنت کی اتباع اور وہ چیز ہے جو ان دونوں سے ماخوذ ہو، نیز وہ کسی مخصوص علاقے میں محصور نہیں ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 6269)

370- فرقہ واریت کی مذمت

سوال کیا ضروری ہے کہ ہر مسلمان کا کوئی اسلامی فرقہ ہو، جس کا علاحدہ امیر ہو، جبکہ یہ چیز تفرقہ بازی اور اختلاف کی طرف لے جاتی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا﴾ [الأنفال: 46]

''اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے۔''

جواب ہر مسلمان پر واجب ہے کہ قول و عمل اور اعتقاد میں کتابِ الٰہی اور سنت مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرے، اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے عداوت رکھے، نیز اس بات کا شوق و رغبت رکھے کہ بقدر استطاعت لوگوں میں سب سے زیادہ حق کے قریب ہو۔ (اللجنة الدائمة: 4161)

371- مخصوص جماعت سے وابستہ ہونے کا حکم

آپ پر التزامِ حق اور جو دلیل سے ثابت ہو وہ لازم ہے، کسی مخصوص جماعت سے وابستگی ضروری نہیں۔ تعاون کی سب سے زیادہ لائق جماعت وہ ہے جو ائمہ سلف صالحین رحمہم اللہ والے عقیدہ کی محافظت اور کتاب و سنت پر عمل کا التزام کرے، نیز بدعات و خرافات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے۔

(اللجنة الدائمة: 4093)

372- اسلامی جماعتوں میں حق کے قریب کون ہے؟

اسلامی جماعتوں میں سب سے زیادہ حق کے قریب اور حق کے نفاذ کا شوق رکھنے والے اہل سنت اور اہل حدیث ہیں، اسی طرح جماعت انصار السنہ اور پھر الاخوان المسلمون ہیں۔ ان جماعتوں میں ہر ایک میں خطا و صواب پایا جاتا ہے، آپ پر لازم ہے کہ درستگی کی صورت میں جماعت کے ساتھ تعاون کریں اور خطا کی صورت میں اس سے اجتناب کریں، اس کے ساتھ ساتھ خیر خواہی اور نیکی و تقویٰ میں نصرت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ (اللجنة الدائمة: 6250)

Marfat.com

373- جماعتوں کا اختلاف

اسلام ہمیں یک جماعت ہونے کا حکم دیتا ہے اور متعدد گروہوں میں بٹنے سے روکتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران: 103]

''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔''

نیز فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ﴾ [الأنعام: 159]

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کرلیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں۔''

کتاب و سنت کی بنیاد پر منہج دعوت بھی ایک ہونا فرض ہے، اگر اصل ایک ہی ہو یعنی کتاب و سنت تو کوئی نزاع و اختلاف رونما نہیں ہوگا، نزاع و اختلاف کی نوبت تب آتی ہے جب اصل مختلف ہوجائے، بایں طور کہ ہر جماعت اپنے منہج میں فلاں کے افکار اور فلاں کے خطوط کی ترویج کرے اور کتاب و سنت اور منہجِ سلف کو پس پشت ڈال دے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 475)

374- جماعتوں کا اختلاف تنوع کا اختلاف ہے؟

یہ اختلاف قابل ستائش نہیں ہے، کیونکہ یہ فرقہ وارانہ اختلاف ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں فرقہ واریت اور اختلاف سے منع کرتے ہیں اور یہ لازم قرار دیتے ہیں کہ ہم ایک ہی جماعت بنیں۔ فرمایا:

Marfat.com

﴿ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴾
[الأنبياء: 92]

”بے شک یہ ہے تمھاری امت جو ایک ہی امت ہے اور میں ہی تمھارا رب ہوں، سو میری عبادت کرو۔“

ہم ایک جماعت ہیں (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا) یہاں تفرقہ بازی اور گروہ بندی نہیں ہے۔ اگر اختلافِ رائے ہوجائے تو ضروری ہے کہ ہم مجتمع رہیں اور اسے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف لوٹا دیں، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾
[النساء: 59]

”پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔“

نیز فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ [الشوریٰ: 10]

”اور وہ چیز جس میں تم نے اختلاف کیا، کوئی بھی چیز ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔“ (الفوزان: المنتقیٰ: 481)

375- اسلامی نظریات کی حامل جماعتوں کے قیام کے متعلق دین کی رائے اور غیر جانبدارانہ روش اختیار کرنے والے مسلمان کا موقف

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾
[التوبة: 119]

Marfat.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ: 2]

''اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ [النحل: 125]

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا۔''

ایک مسلمان سے یہی مطلوب ہے کہ بذاتہ درست ہو اور بقدرِ استطاعت اکیلا دعوت الی اللہ کا کام کرے، چاہے دیگر مسلمان بھائیوں سے مل کر۔ بلاشبہ مومن سے یہی تقاضا ہے کہ نیکی و تقویٰ کا راستہ اختیار کرے اور مسلمانوں کی جماعت سے لزوم اختیار کرے۔ آپ کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس جماعت کا ساتھ دیں جو حکم الٰہی پر کاربند ہے، جس کے اہداف و اغراض دنیوی اور گھٹیا نہیں بلکہ نبوی منہج کے مطابق کتاب و سنت کی پابند ہے۔

رہی وہ جماعتیں جو منحرف، بدعتی اور قول و فعل میں رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت کی مخالف ہیں تو ان سے دور رہیے اور اس جماعت کا ساتھ دیجیے جو اصلاحِ عقائد، خالص توحید اور شرک کی ممانعت کی دعوت دیتی ہو، کیونکہ یہی وہ طائفہ منصورہ ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے:

«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ»

Marfat.com

''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔''

یہی فرقہ ناجیہ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 483)

376- خدمتِ اسلام کی غرض سے مشکوک جماعتوں کی طرف منسوب ہونے کا حکم

اصل یہ ہے کہ مسلمان شخص اپنے ان بھائیوں کے ساتھ تعاون کرے جو اقامتِ دین، اشاعتِ اسلام اور جہلاء کو تعلیم دے رہے ہیں۔ یہ نیکی و تقویٰ میں تعاون ہے جس کا حکم رب العزت نے اپنی کتاب میں دیا ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: 2]

''اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

رہا سیکولر اور کمیونسٹ جماعتوں یا ان جیسی دیگر تنظیموں سے وابستہ ہونا تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ ظاہر اور پوشیدہ طور پر اسلام سے جنگ اور مسلمانوں سے عداوت استوار کیے ہوئے ہیں، نیز ان میں سے اکثر عالمی یہودی یا صلیبی اصلاحات کے لیے ورک کر رہی ہیں۔ ان جماعتوں اور تنظیموں کے اکثر قائد قومی یا وطنی امتیازات کا اظہار کرتے ہیں، تاکہ عوام کو دھوکا دے سکیں۔ افسوس کہ بہت سے مسلمان ان جماعتوں کے آلۂ کار بن گئے ہیں، حالانکہ ان سے وابستگی گناہ اور زیادتی میں تعاون کے زمرے میں داخل ہے، جس سے قرآن مجید نے

Marfat.com

منع کیا ہے۔ جواز کی صرف یہ صورت ہے کہ کوئی مسلمان غیر مسلم علاقے میں رہتا ہو اور کسی ایسی جماعت یا تنظیم سے وابستگی اختیار کرنا کہ جو اس کا دفاع اور حفاظت کرے ضروری ہو، بصورتِ دیگر مضرّت کا خدشہ ہو، یہ جائز ہے، وہ اضطراری کیفیت کے مطابق ان سے مل سکتا ہے۔

لیکن ان کی طرف منسوب ہونا اور شمولیت اختیار کرنا، یہ ناجائز ہے، اِلا یہ کہ مسلمانوں کے حکمران کی اجازت سے یا اس کی طرف سے مکلّف بنائے جانے سے یا اس کے نائب کی ہدایات کے مطابق ہو، کیونکہ اس میں کئی خطرات ہیں، لیکن اگر حکمران کی اجازت یا اس کی طرف سے پابند کرنے سے ہوگا تو درست ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بعض مہمات میں ایسی ہی ہدایات ارشاد فرمائیں اور وہ کفار میں بلکہ ان کی صفوں میں داخل ہو گئے تھے، جیسا کہ غزوۂ احزاب میں حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ سیرت ابن ہشام میں ان کا قصہ موجود ہے جس کی اصل صحیح بخاری و مسلم میں ہے۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ کی مثال ہے جب وہ اپنے مشہور لشکر میں قبیلہ خزاعہ کی طرف منسوب ہوئے تھے، جیسا کہ سیرت ابن ہشام اور سنن ابو داود وغیرہ میں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے روا نہیں کہ ایسی مشکوک اور جرائم پیشہ تنظیموں اور جماعتوں سے وابستگی اختیار کرے، الا یہ کہ ضرورت ہو یا مسلمانوں کے حکمران یا اہلِ حل وعقد میں سے اس کے نائب کی ہدایات ہوں۔

(الشبكة الإسلامية: 28097)

Marfat.com

377۔ اسلامی جماعتوں کی "علمانیہ" اور "شیوعیہ" جماعتوں سے حصہ داری

"علمانیہ" اور "شیوعیہ" جماعتوں سے تعاون جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ دونوں افکار کا اعتقاد رکھتی ہیں۔ "علمانیہ" کا صحیح ترجمہ ہے: لادینی یا دنیاوی، اور اس کا متفق علیہ مدلول ہے: دین کو ریاست اور معاشرتی زندگی سے معزول قرار دینا، اور "شیوعیہ" کا مطلب ہے: مادہ کی تقدیس کی بنیاد پر قائم ہونے والی اور یہ کہ مادہ ہی ہر چیز کی اساس ہے، یہ ایک نظریاتی مذہب ہے، جس کی بنیاد الحاد اور اللہ رب السماوات والأرض کا انکار ہے۔ (الشبكة الإسلامية: 3035)

Marfat.com

خوارج

378- خوارج کی تعریف

جماعت کے متفقہ امامِ حق کے خلاف بغاوت کرنے والے کو خارجی کہا جاتا ہے، چاہے بغاوت عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں خلفاءِ راشدین کے خلاف ہو یا ان کے بعد تابعین اور ہر دور کے ائمہ کے خلاف۔

(الملل والنحل للشهرستاني: 129/1)

379- کیا خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مددگار تھے؟

خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مددگار نہیں تھے بلکہ آپ کے مخالف تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑائی کی اور ان کے جمِّ غفیر کو تہ تیغ کیا، انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی تکفیر کی اور آپ رضی اللہ عنہ کے خون کو حلال سمجھا حتی کہ انہیں میں سے ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ خوارج خبیث ٹولہ ہے، جو معصیت کی وجہ سے مسلمان کو کافر قرار دیتے ہیں، ان کا یہ نظریہ ہے کہ نافرمان مسلمان ہمیشہ آگ میں رہیں گے، کفار کی طرح کبھی نکل نہیں سکیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ڈرایا ہے اور خبر دی ہے کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار میں سے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 341/6)

Marfat.com

380- خوارج سلف صالحین میں سے نہیں تھے

سوال آپ اس شخص کو کیا جواب دیں گے جو کہتا ہے: خوارج کا عقیدہ سلفی تھا اور وہ سلفی ہی تھے؟

جواب یہ انتہائی باطل قول ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود انھیں باطل قرار دیا ہے، فرمایا:

«تمرق مارقة على حين فرقة من أمتي، يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم، وقراءته مع قراءتهم، يمرقون من الإسلام مروق السهم من الرمية، أيما لقيتموهم فاقتلوهم، فإن في قتلهم أجراً لمن قتلهم» [1]

''میری امت کے افتراق کے وقت ایک جماعت نکلے گی، تمھارا ایک اپنی نماز کو ان کی نماز کے سامنے اور اپنی قراءت کو ان کی قراءت کے سامنے حقیر جانے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، تم انھیں جہاں بھی ملو، انھیں قتل کر دو، یقیناً انھیں قتل کرنا قتل کرنے والوں کے لیے باعثِ اجر و ثواب ہے۔''

دوسرے الفاظ یہ ہیں:

«إنهم يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان» [2]

''بلاشبہ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑیں گے۔''

ان کے عقیدے کے متعلق مترشح ہوگیا کہ وہ گنہگار مسلمانوں کی تکفیر

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [3611] صحيح مسلم [1066/154]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [3344] صحيح مسلم [1064/143]

Marfat.com

کرتے ہیں اور ان کے ہمیشہ جہنمی ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں، اسی لیے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے جنگ کی، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور جنگ نہروان میں انھیں قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت علی اور دیگر صحابہ سے راضی ہو۔ واللہ الموفق

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 253/28)

381- خوارج کی بدعت کا سبب

فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (30/13 مجموع ابن القاسم) میں ہے:

بدعتِ خوارج صرف قرآن مجید کے سوءِ فہم کی وجہ سے تھی، ان کا ارادہ قرآن کی مخالفت کا نہ تھا لیکن انھوں نے وہ سمجھ لیا جس پر قرآن دلالت نہیں کرتا اور سمجھے کہ قرآن گناہگاروں کی تکفیر کو واجب قرار دیتا ہے۔

نیز (ص: 210) پر ہے:

''خارجیوں نے اس سنت کی مخالفت کی جس کی اتباع کا قرآن نے حکم دیا ہے اور ان اہل ایمان کی تکفیر کی جن سے قرآن نے دوستی کا حکم دیا ہے۔ وہ قرآن کی متشابہات کی پیروی کرنے لگے اور بغیر معنی ومفہوم پہنچانے اور بغیر علمی رسوخ کے اس کی من مانی تاویل کرنے لگے، اس بارے میں انھوں نے مسلمانوں کی اس جماعت کی طرف مراجعت نہیں کی جو قرآن مجید کا فہم رکھتے تھے۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 136/2)

Marfat.com

382- خوارج کے مذہب کی بنیاد

ان کے مذہب کی بنیاد وہ غلوّ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا ہے۔ انھوں نے مرتکب کبیرہ کو کافر قرار دیا اور ان کے بعض لوگ صغیرہ گناہوں کی وجہ سے بھی تکفیر کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بغیر کسی گناہ کے کافر قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے دو ثالثوں حضرت عمرو بن عاص اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو فیصل تسلیم کرنے کی وجہ سے انھیں کافر کہا اور فتویٰ لگایا کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، گناہوں کے سبب تکفیر پر انھوں نے عمومات سے استدلال کیے ہیں اور خطا کے مرتکب ہوئے ہیں، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴾ [الجن: 23]

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔“

نیز فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا ﴾ [النساء: 14]

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔“

ارشادِ ربانی ہے:

Marfat.com

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا﴾ [النساء: 93]

''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے۔'' (عبداللہ اَبا طین: الرسائل الفتاویٰ: 175/1)

383- خوارج کے متعلق حدیث: ''تحقرون صلاتكم إلى صلاتهم'' کا سبب ورود

سوال نبی کریم ﷺ کا خواج کے متعلق یہ فرمان کہ

« تحقرون صلاتكم إلى صلاتهم، وصيامكم إلى صيامهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية »

تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلے میں اور اپنے روزے کو ان کے روزے کے مقابلے میں حقیر جانو گے، وہ دین سے نکل جائیں گے، جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔''

ہم کیسے معلوم کریں گے کہ یہ حدیث خاص طور پر خوارج کے متعلق ہی ہے، حالانکہ وہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھے نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں؟

جواب آپ کے لیے یہ جاننا ضروری ہے (اللہ آپ کو برکت دے) کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو کئی اشیاء کے متعلق غیبی علم عطا فرمایا تھا، یہ آپ ﷺ کے معجزات ہیں، اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی خبر دی کہ زمانہ قریب میں وہ ظاہر ہوں گے، نمازیں پڑھیں گے، قرآن مجید کی تلاوت کریں گے، اور کوئی بھی صحابی رضی اللہ عنہم اپنی نماز اور قراءت کو ان کی نماز اور قراءت کے

Marfat.com

سامنے کم تر جانے گا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ قرآن مجید کی قراءت کریں گے اور عمدہ انداز سے پڑھیں گے لیکن قرآن ان کی ہنسلیوں سے نیچے نہیں جائے گا۔ اللہ کی پناہ! یعنی فقط الفاظ پڑھیں گے اور تاثیر دلوں تک رسائی نہ پا سکے گی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

«یمرقون من الإسلام کما یمرق السهم من الرمیة»

''وہ اسلام سے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔''

تیر جب شکار کو مارا جاتا ہے جیسا کہ گولی جب پرندے کو ماری جائے تو اس سے پار نکل جاتی ہے، وہ بھی ایسے ہی ہوں گے۔ آپ ﷺ نے ان کا یہ وصف بیان فرمایا ہے۔ ان کا پہلا شخص عہد رسالت مآب میں تب ظاہر ہوا جب نبی کریم ﷺ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا: اے محمد ﷺ! عدل کرو۔ یا کہا: یہ ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ کا چہرہ تلاش نہیں کیا گیا (نعوذ باللہ) یہ قولی بغاوت ہے، کیونکہ بغاوت و خروج کی دو قسمیں ہیں، زبان سے اور تلوار و قتال سے۔

پہلی چیز دوسری کا مقدمہ ہوتی ہے، اس لیے کہ جو لوگ تلوار کے ذریعے سے بغاوت کرتے ہیں وہ ایسے نہیں کہ اسلحہ تھاما اور چل پڑے، بلکہ لازمی ہے کہ پہلے گراونڈ بنائیں اور وہ یہ کہ لوگوں کے دلوں کو بغض و عداوت سے بھر دیتے ہیں، تب بغاوت کے لیے زمین ہموار ہوتی ہے۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 7/171)

384- نبی کریم ﷺ کا خوارج کی بکثرت نماز و عبادت بیان کرنا

نبی کریم ﷺ نے عبادت اور تلاوت قرآن وغیرہ ان کا وصف بیان فرمایا ہے۔ خوارج دین میں بہت متشدد تھے، لیکن یہ دین دلوں تک نہ پہنچ پایا۔ یہ چیز

Marfat.com

ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو دوسروں کے عیب تلاش کرتے اور اپنے عیوب سے چشم پوشی کر جاتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کے تعلق سے خالی ہے، وہ فقط دنیا کے گرد منڈلاتا ہے، اس سے بھلا کیا حاصل؟

آپ اس کے دل کو غیرت کی تپش میں جلتا پائیں گے، اگر انابت و تعلق الٰہی کے اعتبار سے اس کی طرف رجوع کریں گے تو وہ صفر نکلے گا، اسی لیے ہم ہر چیز سے پہلے اپنے آپ کو اس بات سے روکتے ہیں کہ ہماری فکر لوگوں کے حالات ہی سے منسلک نہ ہو جائے کہ وہ غلطی پر ہیں اور ہم انھیں درست کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

آپ خوارج کی مثل کئی لوگوں کو پائیں گے جو حق کو باطل خیال کرتے ہیں، یا حق کو حق سمجھتے ہیں، لیکن باطل سے ڈھانپا ہوا یعنی معیوب چیزوں کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں، اور قابلِ ستائش اشیاء کو ترک کرتے ہیں، سو خود گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہی پھیلاتے ہیں۔ یہ مسئلہ بہت خطرناک ہے، اس کی مثالیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض عرب ممالک میں کتنا شر اور فتنہ پیدا ہوا کہ وہ درست نہ چل پائے۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 8/171)

385- خوارج کے متعلق سلف کا موقف

سب ائمہ خوارج کی مذمت اور گمراہی پر متفق ہیں، ان کا اختلاف ان کی تکفیر کے متعلق دو مشہور اقوال پر ہے، لیکن شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (217/7) فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی انھیں کافر نہیں کہتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور نہ ان کے علاوہ۔ بلکہ انھوں نے ان کے متعلق وہی

Marfat.com

فیصلہ صادر کیا ہے، جو دیگر سرکش اور ظالم مسلمانوں کے بارے میں ہے، جیسا کہ میں نے اس مسئلے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار کسی اور جگہ بیان کیے ہیں۔

پھر (518/28) فرماتے ہیں: ائمہ کرام سے یہی موقف ثابت ہے، جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔

نیز (282/3) پر فرمایا: خوارج جو دین سے نکل جانے والے تھے اور جن کی بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کا حکم دیا، امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو خلفاءِ راشدین میں سے ایک تھے، نے ان کے ساتھ قتال کیا۔ صحابہ و تابعین اور بعد والے ائمہ دین کا ان سے قتال پر اتفاق ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی تکفیر نہیں کی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک ان سے نہیں لڑے جب تک انھوں نے ناروا خون نہ بہایا اور مسلمانوں کے اموال پر ڈاکا زنی نہیں کی، آپ رضی اللہ عنہ ان کے ظلم و تعدی کو روکنے کے لیے ان سے لڑے نہ کہ ان کے کفار ہونے کی وجہ سے، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا نہ ان کے اموال کو مال غنیمت جانا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 137/2)

386- وہ لوگ جو آخری زمانے میں اسلام سے نکل جائیں گے

یہ خوارج ہیں جن کا وصف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اہل طاعت و عبادت ہوں گے اور صحابہ میں سے کوئی ایک اپنی نماز کو ان کی نماز کے سامنے حقیر سمجھے گا اور اپنی قراءت کو ان کی قراءت سے کم تر جانے گا، لیکن یہ عمل ان کی ہنسلیوں سے نیچے نہیں جائے گا، یعنی دل تک نہیں اترے گا۔ (اللہ کی

Marfat.com

پناہ) سو وہ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے، اور تیر جب شکار کو مارا جاتا ہے تو تیزی سے نکلتا ہے اور شکار کے آر پار ہو جاتا ہے (ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں) اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا، کیونکہ اگرچہ وہ دین میں سخت ہوں گے لیکن دین سے خارج ہو جائیں گے، اگر آپ ان کے دلوں کو کھنگالیں تو وہ سیاہ اور بہرے ہوں گے، خیر و بھلائی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتی۔ (اللہ کی پناہ) کیونکہ ان کا ایمان صرف ظاہر باہر ہوگا۔ یہ ایسی چیز ہے ہم پر لازم ہے کہ اس بارے میں اپنا محاسبہ کریں۔ اس لیے کہ ہمارے بعض لوگوں کو دیکھیں گے، گناہوں کو ناپسند کرتے، لوگوں کو ان سے نفرت دلاتے، ان پر تنقید کرتے اور گالیاں دیتے ہیں حالانکہ ایمان اس کے اپنے دل میں بھی نہیں ہوتا۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کی عبادت عبث ہے کہ دل نماز میں غیر حاضر ہے، نہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو اپنے آپ کو گنہگار تسلیم کرتا ہے۔ یہی خوارج کی صفات ہیں، اسی لیے بعض سلف کا کہنا ہے: جس نے کہا لوگ ہلاک ہو گئے وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے، اور جس نے کہا وہ گمراہ ہو گئے وہ خود ان سے بڑا گمراہ ہے۔

ان کا مطلب ہے جو دوسروں کی عیب جوئی کرتا اور اپنی فکر نہیں کرتا اس میں خوارج کا ایک شعبہ ہے، خوارج لوگوں کو بُرا جانتے، ان پر سختیاں کرتے اور کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے، حالانکہ خود ان سے بڑے کافر ہوتے، کیونکہ ان کا ایمان دل تک نہیں پہنچا، وہ فقط ظاہراً لوگوں پر تنقید کرتے، اور یہ بڑا خطرناک مسئلہ ہے۔ انسان پر واجب ہے کہ اپنا محاسبہ کرے حتی کہ اس شر سے محفوظ

Marfat.com

ہوجائے۔ یہ لوگ آخری زمانے میں نہیں ہوں گے، ہاں نبی اکرم ﷺ کی نسبت سے آخری زمانے میں تھے اور وہ گزر چکے ہیں، وہ خلافتِ راشدہ کے زمانے سے موجود رہے ہیں، ان میں سے کچھ عہدِ نبوی ﷺ میں بھی تھے لیکن انھوں نے اسلحہ نہیں اٹھایا، یعنی وہ شخص جب رسول اللہ ﷺ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کر دیا تو کہنے لگا: وہ آپ ﷺ کا پھوپھو زاد تھا، یہ خروج کی قسم ہے اور وہ شخص جب نبی کریم ﷺ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تو بولا: انصاف کرو! اور دوسرے نے کہا: یہ ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا چہرہ نہیں تلاش کیا گیا۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 28/11)

387- مرتکب کبیرہ کی تکفیر پر خوارج کا درج ذیل آیت سے استدلال اور اس کا رد ﴿ وَ مَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا ﴾

اس اشکال کا جواب پانچ وجوہ سے دیا جاتا ہے:

① یہ آیت متشابہ آیات میں سے ہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ کا اس شخص کے متعلق فرمان جس نے اپنے آپ کو لوہے سے قتل کیا (خودکشی کی):

« أَنَّهُ يُعَذَّبُ بِهَا فِي جَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَداً »[1]

”یقیناً اس وجہ سے اسے جہنم میں عذاب دیا جائے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہے گا۔“

یہ بھی متشابہ نصوص میں سے ہے، اہل ایمان کے نزدیک قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ متشابہ نصوص کو محکم نصوص پر محمول کیا جائے گا، اور محکم نصوص اس بات پر دلالت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5778] صحيح مسلم [109/175]

Marfat.com

کرتی ہیں کہ قتل نفس سے انسان ایمان سے نہیں نکل جاتا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ﴾ [البقرة: 178]

''تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے۔''

﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ ﴾ [البقرة: 178]

''پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی معاف کر دیا جائے۔''

جب ایسے ہی ہے تو واجب ہے کہ آیتِ وعید اور حدیث کو اس پر محمول کیا جائے جس سے دیگر نصوص میں تعارض پیدا نہ ہو۔ آپ یوں کہیں: جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرنا اور جان بوجھ کر خودکشی کرنا ہمیشہ جہنم میں رہنے کے اسباب ہیں اور سبب کے سامنے کبھی کوئی رکاوٹ آجاتی ہے، جو مسبب کے حصول میں مانع بن جاتی ہے۔

بطورِ مثال وراثت کے مسئلہ کو لے لیجیے، قرابت رشتہ داری کے اسباب میں سے ہے لیکن کبھی مانع پایا جاتا ہے جو اس سبب کو باطل کر دیتا ہے، اگر باپ کافر اور بیٹا مومن ہو، بیٹا فوت ہو جائے تو باپ اس کا وارث نہیں بن سکتا۔ اگر باپ مر جائے تو بیٹا اس کا وارث نہیں بنے گا، کیونکہ یہاں اختلافِ دین ہے۔ اسی طرح یہ آیات اور احادیث ہیں جن میں یہ وعید آئی ہے۔ سو یہ افعال جن پر یہ وعید لاگو ہوتی ہے یعنی ہمیشہ آگ میں رہنا، اسباب میں سے ایک سبب ہے، جب یہ سبب ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ انسان اس سے احتراز کرے، کیونکہ بسا اوقات سبب کے آگے کوئی مانع نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث پاک ہے:

((لَا يَزَالُ الرَّجُلُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَماً حَرَامًا)) [1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6862]

Marfat.com

''آدمی ہمیشہ اپنے دین کی کشادگی میں ہوتا ہے جب تک حرام خون نہ کرے۔''

یعنی جس نے حرام خون کیا قریب ہے کہ ٹیڑھا ہو جائے اور اس کی موت کفر پر آئے۔ سو ہم کہتے ہیں: یہ فعل، یعنی مومن جان کو جان بوجھ کر قتل کرنا، جہنم میں ہمیشہ رہنے کا سبب ہے، اس سبب کے آگے کبھی کوئی مانع آ جاتا ہے، جو اس سے رکاوٹ بن جاتا ہے اور وہ ہے ایمان۔ تو جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ آگ میں ہمیشہ نہیں رکھا جائے گا۔

② یہ وعید اس شخص کے متعلق ہے جو قتل کو حلال سمجھتا ہے، لیکن جب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے سامنے یہ سوال اٹھایا گیا کہ فلاں نے کہا ہے: جس نے جان بوجھ کر اور حلال سمجھتے ہوئے کسی مومن کو قتل کیا وہ ہمیشہ آگ میں رہے تو امام صاحب رحمہ اللہ ہنس دیے اور فرمایا: جب اس نے مومن کے قتل کو جائز و حلال سمجھ لیا تو وہ کافر ہو گیا، چاہے قتل کرے یا نہ کرے۔ یہ جواب کچھ بھی نہیں۔

③ بعض اہل علم نے اس کا اور جواب دیا ہے کہ ﴿فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا﴾ [النساء: 93] یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اسے سزا دی تو انھوں نے آیت میں شرط کا معنی کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے سزا دی تو اس کی یہ سزا ہوگی اور اگر سزا نہ دی بلکہ معاف کر دیا تو اسے یہ عذاب نہیں دیا جائے گا، اس لیے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [النساء: 116]

Marfat.com

”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔“

④ بعض علماءِ کرام کا کہنا ہے کہ یہ وعید زجر و توبیخ اور نفرت پیدا کرنے کے لیے ہے اور زجر و توبیخ اور تنفیر سے بعینہٖ وہ حکم مراد نہیں ہوتا، مقصد لوگوں کو اس سے نفرت دلانا ہوتا ہے، جیسا کہ آپ اپنے بیٹے سے کہتے ہیں: بخدا! اگر تو نے ایسا کیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا، اگر وہ ویسا ہی کرے تو کیا آپ اسے قتل کر دیتے ہیں؟ نہیں، بلکہ کبھی آپ اسے ہاتھ تک نہیں لگاتے، حالانکہ آپ نے اسے قتل کی دھمکی دی تھی، لیکن قتل کیا نہیں۔ سو سخت نفرت دلانے کے لیے آپ نے یہ الفاظ کہے، تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے بھی قتلِ مومن سے سخت نفرت دلانے کے لیے اور زجر و توبیخ کے انداز میں یہ وعید سنائی، درحقیقت ایسا کرنا مقصود نہ تھا۔

⑤ بعض اہل علم کی رائے ہے کہ خلود تابید کا متقاضی نہیں، کیونکہ عربی زبان میں خلود کا مطلب ہے طویل مدت ٹھہرنا نہ کہ ہمیشہ۔ آیت کریمہ کا جواب اس انداز سے دیا جا سکتا ہے، لیکن حدیث پاک کا جواب دینا ممکن نہیں کہ اس میں ہے: ”جس نے کسی چیز سے خودکشی کر لی، اس وجہ سے اسے جہنم میں عذاب دیا جاتا رہے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔“

بہر حال میری صوابدید کے مطابق سب سے اچھا جواب پہلا ہے کہ مومن کا جان بوجھ کر قتل کرنا ہمیشہ جہنم میں رہنے کا سبب ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس سبب کے آگے کوئی مانع آجاتا ہے، پھر اس فعل میں ایسا کرنے والے کے لیے سخت تحذیر سمجھی جائے گی، کیونکہ یہ سدا آگ میں رہنے کا موجب

Marfat.com

ہے، سو جب وہ ایسا کرے گا تو سبب یقینی طور پر موجود ہوگا اور مانع غیر یقینی ہوگا کہ مانع کبھی نہیں پایا جاتا۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 29/12)

388- اس شخص کی تکفیر میں توقف کا حکم جس نے جہالت کی بنا پر کوئی کفریہ کام کیا

سوال اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو جاہل کی عدم تکفیر میں جبکہ وہ کفریہ کام کا ارتکاب کرے، توقف اختیار کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ بعض علماء نے اس کے کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے اور بعض نے جہالت کے سبب اسے معذور قرار دیا ہے۔ کیا اسے گمراہ کہا جائے گا؟

جواب یہ ہدایت یافتہ ہے، جس شخص نے بھی دلیل واضح نہ ہونے کی وجہ سے کسی مسئلے کے حکم میں توقف اختیار کیا تو وہ حق پر ہے۔ اگر وہ مجتہد ہے اور دلائل میں غور کرنے سے اسے اپنی دانست میں تعارض نظر آتا ہے، یا اَن پڑھ آدمی ہے اور درپیش مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے اور وہ توقف کو اختیار کر لیتا ہے تو یہی ایمان ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴾ [الإسراء: 36]

"اور اس چیز کا پیچھا نہ کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک، اس کے متعلق سوال ہوگا۔"

اگر اس نے اس پر کفر کا حکم لگا دیا اور دلیل کا علم نہیں تو اس نے ایسی بات کہی جس کا اسے علم ہی نہیں اور اگر اس کے عدم کفر کا حکم لگایا اور دلیل کا علم

Marfat.com

ہے تو بھی اس نے ایسی بات کہی جس کے متعلق اسے کوئی علم نہیں، لیکن جب لوگوں کا اس حکم میں اختلاف ہو تو پھر قرارِ واقعی کیا ہے؟ اصل مسلمان کے اسلام کا باقی رکھنا ہے یا مسلمان کو کافر کہنا؟ اصل مسلمان کے اسلام کو برقرار رکھنا ہے۔ اس لیے اس مسئلہ کو خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ کسی شخص کو کافر کہنا معمولی بات نہیں ہے، بات صرف زبان سے کہنے کی حد تک نہیں، جب آپ نے اسے کافر کہہ دیا تو کئی احکامات لاگو ہوں گے کہ اس کا خون اور مال حلال ہے، اس کی بیوی اس پر حرام ہے، جو مال اس کے ہاتھ میں ہے اس کا نہیں ہے، اگر امیر ہے تو اس کی اطاعت ناروا ہے، اور بھی کثیر احکامات ہیں جو ارتداد کی بنا پر لاگو ہوتے ہیں۔

پھر تم کون ہو جو اللہ کے بندوں پر کفر کے فیصلے کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم صادر نہیں فرمایا؟ اگر کوئی کہے: یہ حرام ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام نہ کہا ہو تو ہم کہتے ہیں: اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے، تو اگر وہ کہے یہ کفر ہے، جبکہ وہ کفر نہ ہو، اور کیسے ہے اگر وہ کہے: یہ کافر ہے اور وہ عند اللہ کافر نہ ہو؟ اسی لیے یہ مذہب (اس کی تکفیر جس کے کفر کی کوئی دلیل نہیں) مکمل طور پر خوارج کا مذہب ہے جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے مطلع فرمایا:

«إِنَّهُمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَلَا يَتَجَاوَزُ حَنَاجِرَهُمْ وَأَنَّهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، وَأَنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْراً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[1]

”بلاشبہ وہ قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کی ہنسلیوں سے آگے نہیں جائے گا، بے شک وہ اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے آر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3611] صحيح مسلم [1066/154]

Marfat.com

پار ہو جاتا ہے، یقیناً ان کے قتل میں روزِ قیامت تک اجر و ثواب ہے۔"

یہ مسئلہ بہت خطرناک ہے، اسی لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہر چیز سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور قطعاً کفر کی بات نہ کرے، یہاں تک کہ واضح ہو جائے اور نہ کسی کو کافر قرار دے حتی کہ اس پر شروطِ تکفیر منطبق ہو جائیں۔ لیکن اگر انسان کہتا پھرے: کافر، کافر، کافر۔ یہ کیسی بات ہے؟ یہ بالکل خوارج کا مذہب ہے، خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے۔ جب حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین صلح کا موقع تھا، وہ پلٹا کھا گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے لگے۔ لیکن بحمد اللہ، اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل کیا، اللہ تعالیٰ انھیں امتِ مسلمہ کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

(ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 31/163)

389- گنہگار ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [النساء: 48]

"بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ [طٰهٰ: 82]

Marfat.com

''اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔''

کیا ان دونوں آیات میں تعارض ہے، اور ان الفاظ کا کیا مطلب ہے:

﴿مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [النساء: 48]

''جو اس کے علاوہ ہے جسے چاہے گا۔''

ان دونوں آیات کے مابین کوئی تعارض نہیں۔ پہلی آیت اس شخص کے متعلق ہے جو شرک پر فوت ہوا اور توبہ نہیں کی، اسے اللہ نہیں بخشیں گے اور اس کا ٹھکانا آگ ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ [المائدۃ: 72]

''جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الأنعام: 88]

''اور اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقیناً ان سے ضائع ہو جاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔''

اس مفہوم کی آیات بہت زیادہ ہیں، رہی دوسری آیت:

﴿ وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ [طٰہٰ: 82]

Marfat.com

یہ توبہ کرنے والوں کے حق میں ہے، اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر: 53]

''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے متعلق ہے۔

یہ فرمانِ باری تعالیٰ:

﴿وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [النساء: 48]

''اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔''

اس شخص کے حق میں ہے جو شرک کے علاوہ دیگر معاصی سے توبہ کے بغیر فوت ہو جائے، اس کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اگر چاہے تو بخش دے اور چاہے تو عذاب میں مبتلا کر دے۔ اور اگر مبتلائے عذاب کرے گا بھی تو کفار کی طرح ہمیشہ آگ میں نہیں رکھے گا، جیسا کہ خوارج، معتزلہ اور ان کے پیچھے چلنے والے کہتے ہیں۔ بلکہ تطہیر کے بعد اسے آگ سے نکال دیا جائے گا، جیسا کہ متواتر احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہوتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 308/6)

390- خوارج کا وعید کے متعلق مذہب

وعید میں ان کا مذہب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب آگ میں ہمیشہ رہے

Marfat.com

گا، اس کا خون اور مال حلال ہیں، اسی وجہ سے انھوں نے حکمرانوں کے خلاف جبکہ وہ فسق کریں بغاوت کو مباح قرار دیا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 293/4)

391- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق خوارج کا مذہب

مذہبِ خوارج میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والوں کی تکفیر پائی جاتی ہے، اسی طرح ان کے خون اور اموال کو حلال قرار دینا اور ان کے قتل سے تقرب الٰہی کا اعتقاد رکھنا بھی ان کا مذہب ہے۔ فقہاء نے ان کی تاویل کی وجہ سے ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 136/2)

392- فرقہ اِباضیہ کی تعریف

اباضیہ خوارج کے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے، یہ اپنے موسس عبداللہ بن اِباض تمیمی کی جانب منسوب ہے، اس مذہب کے ماننے والے دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ خوارج نہیں ہیں اور اپنے سے اس نسبت کی نفی کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ غالی خارجی نہیں ہیں، جس طرح ''ازارقہ''[1] ہیں، لیکن متعدد مسائل میں ان سے مطابقت رکھتے ہیں، عبداللہ بن اِباض سمجھتا تھا کہ پہلے فیصلے کے وقت خوارج میں سے وہی بات بڑھانے کا باعث بنا تھا۔ اسی طرح تعطیل صفات، خلق قرآن اور ظالم حکمرانوں کے برخلاف بغاوت میں یہ خوارج کے ہمنوا ہیں۔

[الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب والأحزاب المعاصرة 58/1]

[1] یہ خوارج کا ایک فرقہ ہے جو اپنے لیڈر نافع بن ازرق کی طرف منسوب ہے۔

Marfat.com

393- بعض اباضی فرقے

ان کے بہت زیادہ فرقے ہیں:

الحفصیہ: یہ حفص بن ابی المقدام کے ہمنوا ہیں۔ شرک اور ایمان کے مابین فرق کرنے کی وجہ سے یہ اباضیہ سے علاحدہ ہوگئے، ان کا عقیدہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی، وہ مومن ہے، اور اگر اس نے دیگر رسولوں سے کفر کیا، ان کی شریعتوں کا انکار کیا اور کبیرہ کا ارتکاب کیا تو وہ کافر ہے مشرک نہیں ہے۔

الحارثیہ: یہ حارث بن مزید کے ماننے والے ہیں، اس نے تقدیر کے مسئلہ میں اباضیہ سے اختلاف کیا اور معتزلہ کی ہمنوائی کی، جس وجہ سے ان کی نظر میں ناپسندیدہ ہوگیا اور کہا کہ استطاعت فعل سے پہلے ہوتی ہے، نہ کہ فعل کے ساتھ۔ وہ یہ بھی نظریہ رکھتا تھا کہ رضاءِ الٰہی مطلوب نہ ہو تب بھی اطاعت ہوجاتی ہے، جیسا کہ معتزلہ میں سے ابو ہذیل نے یہی بات کہی تھی۔

(عبدالرزاق عفیفی: الفتاویٰ: 293/4)

Marfat.com

معتزلہ

394- معتزلہ کی تعریف

معتزلہ ایک گروہ ہے جو اموی خلافت کے آخر میں پیدا ہوا اور عباسی دور میں نشو ونما پائی، اس نے اسلامی عقیدے کے فہم کے لیے عقلِ محض کو بنیاد بنایا کیونکہ یہ بعض بیرونی فلسفوں سے متاثر تھا جس نے اسے عقیدہ اہل سنت والجماعت سے منحرف کر دیا۔ ان کے کئی ایک نام ہیں، جیسا کہ معتزلہ، قدریہ، عدلیہ، اہل عدل وتوحید، مقتصدہ اور وعیدیہ۔ (الموسوعۃ المیسرۃ: 64/1)

395- معتزلہ کو امت کے مجوس کہنے کی وجہ

انھیں اس امت کے مجوسی کہا جاتا ہے، کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو بھی خالق مانا۔ مجوسی اعتقاد رکھتے ہیں کہ کائنات دو خالقوں نور اور ظلمت نے بنائی ہے اور معتزلہ سب بندوں کو خالق مانتے ہیں، فرمانبردار اپنی نیکی وطاعت کا خالق ہے اور گنہگار اپنی معصیت کا خالق ہے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 153/63)

396- معتزلہ کا عقیدہ

ان کے نزدیک مرتکب کبیرہ کفر و اسلام کے درمیان ایک مرتبہ پر ہوتا

Marfat.com

ہے، نہ مسلمان نہ کافر۔ اور کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ آگ میں رہے گا، اور جو آگ میں گیا کسی سفارش وغیرہ سے بھی نہیں نکل پائے گا، یہ موقف عمرو بن عبید کے متعلق مشہور ہے، وہ اور اس کے ہمنوا جماعت سے علاحدہ ہو کر بیٹھا کرتے تھے، تو امام قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ فرمایا کرتے: یہ معتزلی (علاحدہ ہونے والے) ہیں۔

انھوں نے حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بصرہ کو آماجگاہ بنایا اور اس نظریہ کے ساتھ تقدیر کی تکذیب کا نظریہ بھی ملا لیا، پھر صفاتِ الٰہی کی نفی کرنے لگے اور اسم کو بغیر صفت کے ثابت کرتے۔ کہتے کہ وہ (اللہ) علیم بلا علم، سمیع بلا سمع اور بصیر بلا بصر ہے، اسی طرح دیگر صفات کی نفی کرتے، سو وہ قدریہ بھی ہیں اور جہمیہ بھی۔ منزلہ بین منزلتین اور اس طرح توحید پرست گنہگاروں کے آگ میں ہمیشہ رہنے کا موقف ان کے امتیازات تھے۔

(عبداللہ أباطین: الرسائل الفتاویٰ: 174/1)

397- معتزلہ کے پانچ اصول

ان کے پانچ اصول ہیں جنھیں وہ حسنہ کہتے ہیں، لیکن ان کے تحت بدعات مندرج ہیں:

① توحید، اس سے مراد صفاتِ الٰہی کی نفی ہے۔

② عدل، اور اس سے مراد بندوں پر قدرتِ الٰہی کی نفی ہے۔

③ منزلہ بین منزلتین، یعنی گنہگار کو ایمان سے خارج قرار دینا اور کفر میں داخل نہ کرنا۔

④ انفاذ وعید، یعنی گناہگاروں کا ہمیشہ آگ میں رہنا۔

Marfat.com

⑤ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اس سے ان کی مراد بزعم خویش نافرمان حکمرانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا ہے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 152/63)

398- بندوں کے خالق افعال ہونے کے متعلق معتزلہ کا مذہب

وہ کہتے ہیں: بندہ خود اپنے فعل کا خالق ہے، اللہ تعالیٰ کو بندوں کے افعال پر کوئی قدرت نہیں، بلکہ بندہ خود اپنے لیے حرکت کرتا ہے اور وہی سب کچھ سرانجام دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے رد نہیں کر سکتے۔ اگر بندہ ایک کام کا ارادہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس اسے رد کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

ان لوگوں نے بندے کی قدرت میں غلو سے کام لیا اور اللہ کی قدرت کی نفی کر دی اور اوپر سے یہ دعویٰ کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ہے، ان لوگوں نے درحقیقت اللہ تعالیٰ میں نقص تلاش کیے اور اسے عاجز محض بنا دیا۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 7/54)

399- اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق معتزلہ کا مذہب

وہ اسماءِ الٰہی کا انکار اور ان میں تاویل کرتے ہیں یا ان کی دلالت کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: وہ محض نام ہیں، جس طرح ایک انسان کے متعدد نام رکھ دیے جاتے ہیں، یہ نام محض نشانات ہوتے ہیں جن سے اس آدمی کی شخصیت کا تعارف ہوتا ہے، یعنی بسا اوقات ایک انسان کے کئی نام ہوتے ہیں لیکن اس پر ان کی صفات منطبق نہیں ہوتیں۔ ہر وہ شخص جس کا نام سعد ہو ضروری نہیں کہ

Marfat.com

سعادت مندوں سے ہو، اور ہر وہ جس کا نام صادق ہو ضروری نہیں کہ سچا ہو، اور ضروری نہیں ہر طاہر نام رکھنے والا پاک ہو، اور ہر مبارک نام والا بابرکت ہو، یہ سب لازمی نہیں۔ انسان کا نام سعد، خالد، زید اور متعدد نام ہوتے ہیں لیکن ان ناموں کے معانی اس پر منطبق یا اس میں مجتمع نہیں ہوتے۔ نام صرف اس لیے رکھے جاتے ہیں تاکہ دیگر سے ممتاز ہو جائے، جیسا کہ اس کا لقب رکھا جاتا ہے یا قبیلہ و شہر کی جانب نسبت کر دی جاتی ہے وغیرہ۔ مثلاً ایک نام ہے: سعد بن زید بن درہم عبسی کوفی، یہ ایک شخص کا نام ہے اور سارا نام محض تعارفی ہے۔

معتزلہ کہتے ہیں: اسماءِ الٰہی بھی محض ذات کی معرفت کے لیے ہیں نہ کہ صفات پر دلالت کرنے والے ہیں۔ ان کی اکثریت صفات کی نفی کرتی ہے اور کہتے ہیں وہ (اللہ) سمیع بلا سمع، بصیر بلا بصر، علیم بلا علم، حکیم بلا حکمت اور رحیم بلا رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت بلند و بالا ہیں۔ جب آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحمت والی آیت کو اپنے اسم رحیم پر ختم کرتے ہیں اور عذاب والی آیت کو اسم عزیز پر اختتام پذیر کرتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان ناموں کے معانی بھی مقصود ہیں۔ مسلمانوں کو یہی دین اپنانا چاہیے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 7/54)

400- معتزلہ کی ''عدل'' سے مراد

ان کے نزدیک عدل کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ معصیت کو گنہگار کے لیے مقدر نہیں کرتے کہ پھر اسے اس معصیت کے سبب عذاب بھی دیتے ہیں،

Marfat.com

اس طرح تو ظلم ہو جائے گا۔ وہ کہتے ہیں: بندہ ہی اپنے فعل کا خالق ہے، وہ اپنے افعال کے متعلق بالکل آزاد ہے، اس کے فعل پر اللہ تعالیٰ کو کوئی قدرت نہیں، نہ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے یا گمراہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ کسی کے دل کو متوجہ کر سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں۔ سو اللہ ان کے نزدیک عاجز ہیں (اللہ تعالیٰ ان کی ہفوات سے بہت بلند ہیں) بلکہ بندے ہی اپنے افعال کے متعلق مستقل حیثیت رکھتے ہیں، انھوں نے بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالق مان لیا۔
(ابن جبرین: الفتاویٰ: 153/63)

401- منزلہ بین منزلتین سے ان کی مراد

خصائل ایمان میں سے کسی خصلت کو چھوڑنے یا کسی معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے وہ آدمی کو خارج از ایمان قرار دیتے اور کفر میں بھی داخل نہ کرتے، بلکہ اسے ان دو منزلوں کے بین بین رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں اس پر کافر کا حکم صادر نہیں کرتے کہ اسے قتل کیا جائے، یا قیدی بنایا جائے، نہ وہ مومن ہے نہ کافر، بلکہ ان کے درمیان ہے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 166/63)

402- معتزلہ کی دلیل اور اس کا جواب

معتزلہ وغیرہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ صحیحین کی روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْهَبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ

Marfat.com

حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ»[1]

''زانی جب زنا کرتا ہے تو بحالتِ ایمان نہیں ہوتا، شرابی جب شراب پیتا ہے تو بحالتِ ایمان نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو بحالتِ ایمان نہیں ہوتا اور ڈاکو جب ڈاکا زنی کرتا ہے اور لوگ اس کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھ رہے ہوتے ہیں تو وہ اس وقت بحالتِ ایمان نہیں ہوتا۔''

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس سے ایمان کی نفی کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مطلب ہے کامل ایمان کی نفی، اس کے ساتھ ناقص ایمان رہتا ہے، اور «لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ» کا مطلب ہے: اس کے ساتھ ایسا ایمان نہیں ہوتا جو اسے معاصی سے روک سکے، بلکہ اس کا ایمان مضطرب اور اختلال کا شکار ہو جاتا ہے، بعض شارحین نے وضاحت کی ہے کہ ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس پر چھتری کی مثل ہوتا ہے جب تک کہ وہ معصیت میں مبتلا رہتا ہے، لیکن اس کی طرف صحیح سالم نہیں لوٹتا، بلکہ ناقص اور خلل والا لوٹتا ہے، بہر حال یہ واضح دلیل ہے کہ اہل ایمان درجہ بدرجہ ہوتے ہیں۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 167/63)

403- اللہ تعالیٰ پر واجب قرار دینے کے متعلق معتزلہ کا مذہب

معتزلہ اللہ تعالیٰ کے فعل ''اصلح'' کو واجب قرار دیتے ہیں جبکہ صلاح دو چیزیں ہوں اور اگر ایک چیز ہو تو اللہ تعالیٰ پر فعل ''صلاح'' واجب کرتے ہیں۔

(عبدالرزاق عفیفی: الفتاویٰ: 22/1)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6810] صحيح مسلم [57/104]

Marfat.com

404- اللہ تعالیٰ کے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنے کے متعلق آیت کی معتزلی تحریف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ معتزلہ اور جہمیہ نے اس آیت کریمہ کی تاویل کی اور عجیب و غریب تحریف کر بیٹھے۔ انھوں نے کہا: "تکلیم" تجریح (زخمی کرنا) ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾ [الأعراف: 143]

''اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا۔''

نیز فرمایا:

﴿مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ﴾ [البقرة: 253]

''ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا۔''

یعنی موسیٰ علیہ السلام کو حکمت کے ناخنوں سے زخمی کیا، نیز کہا کہ "کلم" بہ معنی زخم ہی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

« مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ حِينَ كُلِمَ؛ لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ، وَرِيحُهُ مِسْكٌ »[1]

''نہیں کوئی زخمی جسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں زخمی کیا جاتا، مگر وہ قیامت کے دن آئے گا اسی حالت میں جب وہ زخمی کیا گیا تھا، اس کا رنگ خون کا اور خوشبو کستوری کی ہوگی۔''

وہ بہت دور چلے گئے اور "تکلیم" کی تفسیر زخمی کرنا کی۔ (سبحان اللہ)

---

[1] صحیح مسلم [1876/103]

Marfat.com

کیا زخمی کرنا شرف ہے؟ اور کیا اس میں موسیٰ علیہ السلام کا کوئی امتیاز ہے؟ انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کے ذریعے سے کس لیے خاص کیا:

﴿ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴾ [النساء: 164]

''اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔''

یہ اس کے بعد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی کرنے کا ذکر فرمایا:

﴿ اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ [النساء: 163]

''بلا شبہ ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) نبیوں کی طرف وحی کی۔''

اگر یہاں زخمی کرنا ہی مراد ہوتا تو اس میں کوئی فضیلت نہ ہوتی۔ حکمت کے ناخنوں سے ان کو زخمی کرنا کیسا تھا؟ زخمی کرنا تو عذاب ہے چاہے حسی ہو یا معنوی، پھر اس تاویل کو درج ذیل فرمانِ باری تعالیٰ باطل کر رہا ہے:

﴿ اِنِّی اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَ بِكَلَامِيْ ﴾ [الأعراف: 144]

''بے شک میں نے تجھے اپنے پیغامات اور اپنے کلام کے ساتھ لوگوں پر چن لیا ہے۔''

یہاں ''بتكليمي'' نہیں فرمایا، اور کلام اس معنی میں واضح ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا، اس طرح ان کی تاویل باطل ٹھہری۔

اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا ﴾ [الشوریٰ: 51]
''اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے سے۔''

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے صرف وحی کے ذریعے سے زخمی کرتا ہے کیا وحی حکمت کے ناخنوں سے زخمی کرنا ہے؟ اس سے معلوم ہوگیا کہ ''تکلیم''کلام ہی ہے، اسی لیے فرمایا:

﴿ اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ﴾ [الشوریٰ: 51]
''یا پردے کے پیچھے سے۔''

یعنی یا اس سے پردے کے پیچھے سے کلام کرتا ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہی انداز تھا۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 115/63)

405- معتزلہ کا آخرت میں ترازو کا انکار اور اہل سنت کی ان پر نکیر

معتزلہ کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے حقیقی ترازو کا انکار کیا ہے اور انھوں نے دعویٰ کیا کہ ترازو سے مراد عدل و انصاف ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء: 47]
''اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانے

Marfat.com

کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔"

انھوں نے مزید کہا کہ وزن کی ضرورت سبزی فروش وغیرہ کو ہوتی ہے، رب تعالیٰ کو ترازو نصب کرنے کی کیا ضرورت ہے، کیونکہ وہ تو ویسے ہی بندوں کے مابین عدل و انصاف کرتا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ [الکهف: 49]

"اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔"

انھوں نے تمام واضح نصوص کو جن میں ترازو کا ذکر ہے باطل قرار دیا، جیسا کہ یہ حدیث پاک بھی ہے:

« وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ »[1]

"اور الحمد للہ (کہنا) میزان کو بھر دیتا ہے۔"

اسی طرح دیگر احادیث ہیں۔ اور اہل سنت اقرار کرتے ہیں کہ وہ ترازو حقیقی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہر ایک کے لیے نصب کریں گے، نیز ہر انسان کے لیے ترازو ہوگا جس میں اس کے اعمال تولے جائیں گے، چاہے ترازو ایک ہو یا متعدد، تاکہ عدم ظلم اور عدل کے لیے زیادہ دلالت کا موجب ہو اور تاکہ اسے ہی عذاب دیا جائے جو عذاب کا مستحق ہو۔

لوگوں نے موزون (جس کا وزن کیا جائے گا) میں اختلاف کیا ہے کہ وہ کیا ہے؟ اور ممکن ہے، وزن ان تمام چیزوں کو شامل ہو جو ذیل میں وارد ہوئی ہیں:

① اعمال تولے جائیں گے چاہے اعراض ہی ہوں، اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [3]

Marfat.com

انھیں اجسام میں تبدیل کر دے، نماز کا کوئی جسم نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اسے جسم میں بدل دیں گے اور وہ ہلکی یا بوجھل ہوگی، جیسا کہ بعض احادیث میں ہے:

«إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى الصَّلَاةَ وَأَسَاءَ فِيهَا صَعِدَتْ إِلَى السَّمَاءِ وَلَهَا ظُلْمَةٌ، وَتُغْلَقُ دُونَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَتَلْعَنُ صَاحِبَهَا فَتَقُولُ: ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِي، وَتُلَفُّ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ فَيُضْرَبُ بِهَا وَجْهُ صَاحِبِهَا، وَأَمَّا إِذَا صَلَّى الصَّلَاةَ فَأَحْسَنَ فِيهَا صَعِدَتْ إِلَى السَّمَاءِ وَلَهَا نُورٌ فَتُفْتَحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتَقُولُ: حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَنِي»[1]

''بے شک آدمی جب نماز پڑھتا ہے اور بری طرح ادا کرتا ہے، تو وہ تاریکی میں آسمان کی طرف چڑھتی ہے، آسمان کے دروازے آگے سے بند کر دیے جاتے ہیں، وہ اپنے پڑھنے والے کے لیے لعنت کرتی ہے، کہتی ہے: اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا، اسے لپیٹ دیا جاتا ہے، جیسے بوسیدہ کپڑے کو لپیٹا جاتا ہے، اور پڑھنے والے کے منہ پر ماردی جاتی ہے، لیکن اگر نماز پڑھے اور اچھی طرح ادا کرے تو وہ روشنی میں آسمان کی طرف چڑھتی ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جیسے تو نے میری حفاظت کی۔''

نماز تو عرض ہے، اس کے باوجود اس کا جسم ہوگا۔ اسی طرح روزے کا

---

[1] ضعيف. طبراني في الأوسط [3095]

Marfat.com

جسم ہوگا جس کا وزن کیا جائے گا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ باقی اعمال کو اجسام عطا فرمائیں گے۔ صدقات کے متعلق بھی حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پرورش کرتے ہیں جیسے تمھارا کوئی ایک اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے، وہ صدقے کو پالتا ہے، اگرچہ معمولی اور تھوڑا ہو حتی کہ وہ پہاڑ کی مثل ہو جائے گا، پھر اس کے بعد وزن کیا جائے گا اور وہ صدقہ کرنے والے کی نیت کے مطابق ہلکا یا بوجھل ہوگا۔

② جس چیز کا وزن کیا جائے گا وہ صحیفے ہوں گے، یعنی اعمال والے صحیفے جنھیں فرشتوں نے لکھا ہوگا، لیکن وہ بھی اچھے یا برے اعمال کے مطابق خفیف اور ثقیل ہوں گے، اس کے لیے کاغذ کے ٹکڑے والے کی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، جس میں ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلٰى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا، كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَتُنْكِرُ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا؟ أَظَلَمَتْكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ؟ يَقُولُ: لَا يَا رَبِّ! يَقُولُ أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُولُ: لَا يَا رَبِّ! فَيُقَالُ: بَلٰى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْهِ الْيَوْمَ، فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولُ: أُحْضُرْ وَزْنَكَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ! مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ؟ فَقَالَ: إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ، فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كِفَّةٍ وَتُوْضَعُ الْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ»[1]

---

[1] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [2639]

Marfat.com

''یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میری امت کے ایک آدمی کو نجات دیں گے۔ اس کے سامنے ننانوے رجسٹر کھول دیے جائیں گے اور ہر رجسٹر تاحدِ نگاہ تک پھیلا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا تجھ پر میرے لکھنے والے نگرانوں نے ظلم کیا ہے؟ وہ بولے گا: نہیں، اے میرے رب! اللہ فرمائیں گے: تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ کہے گا: نہیں، اے میرے رب! سو کہا جائے گا، ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، تجھ پر آج ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا: ''أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله'' اللہ فرمائیں گے: ترازو کے پاس چلو، وہ کہے گا: پروردگار! اس کاغذ کے ٹکڑے کی ان رجسٹروں سے کیا نسبت؟ اللہ فرمائیں گے: تجھ پر قطعاً ظلم نہیں کیا جائے گا، چنانچہ رجسٹر ایک پلڑے میں اور رقعہ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو رجسٹر ہلکے اور رقعہ وزنی ہو جائے گا۔''

اس میں دلیل ہے کہ صحیفوں میں تحریر شدہ اعمال تولے جائیں گے، یعنی تولے تو صحیفے جائیں گے لیکن ہلکا اور بوجھل ہونا عمل کی صحت اور اخلاص کے حساب سے ہوگا، جیسا کہ وہ حدیث پاک ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

«لَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرَضِينَ فِي كِفَّةٍ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كِفَّةٍ، مَالَتْ بِهِنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»[1]

---

[1] ضعيف. أخرجه الحاكم [710/1]

Marfat.com

''بے شک اگر سات آسمان اور سات زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو "لا إله إلا الله" انھیں اٹھا دے گا۔''

یہ اس شخص کے حق میں ہے جس نے توحید کو خالص کر لیا اور صدق و یقین سے اس کا اقرار کیا۔

③ جس چیز کا وزن کیا جائے گا، وہ خود عمل کرنے والا ہی ہوگا، اس پر درج ذیل فرمانِ باری تعالیٰ سے استدلال کیا گیا ہے:

﴿ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴾ [الكهف: 105]

''سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔''

یعنی ان کا وزن معتبر نہیں ہوگا، یا جب ان کا وزن کیا جائے گا تو ہلکے ہو جائیں گے اور ترازو میں ان کا کوئی بوجھ نہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ہے کہ وہ پیلو کے درخت پر مسواک توڑنے کے لیے چڑھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی پنڈلیوں کی باریکی سے تعجب کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّهُمَا فِي الْمِيزَانِ أَثْقَلُ مِنْ جَبَلِ أُحُدٍ»[1]

''بلاشبہ یہ پنڈلیاں ترازو میں احد پہاڑ سے بھی وزنی ہوں گی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا وزن کیا جائے گا اور یہ کہ ایمان کے حساب سے وہ بوجھل ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے:

«إنه ليأتي الرجل العظيم السمين يوم القيامة لَا يزن عند الله جناح بعوضة»

---

[1] صحيح. مسند أحمد [420/1]

Marfat.com

”بے شک ایک بڑا اور موٹا آدمی روزِ قیامت آئے گا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا وزن مچھر کے برابر بھی نہیں ہوگا۔“

یعنی جب اس کی کوئی قدر و قیمت اور کوئی نیک اعمال نہیں ہوں گے تو اس کا ترازو ہلکا ہو جائے گا اور مچھر کے پَر کے برابر بھی وزن نہ رہے گا۔

بہر حال اس سے کوئی مانع نہیں کہ عامل کا وزن کیا جائے، صحیفوں کا وزن کیا جائے اور اعمال کو جسم کی شکل دے کر وزن کیا جائے، تاکہ اللہ تعالیٰ کا عدل اس کے بندوں میں ظاہر ہو جائے۔

﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ [الکھف: 49]

”اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔“ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 198/63)

406- جنت اور جہنم کے متعلق معتزلہ کا قول

بعض معتزلہ اس طرف گئے ہیں کہ جنت اور جہنم اب موجود نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہی انھیں پیدا کریں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب ان کے وجود و بقا کی کوئی حاجت نہیں کہ کئی ہزار سال تک فضول پڑی رہیں، ان سے کوئی کام نہ لیا جائے اور دروازے بھی بند ہوں، اب ان کی تخلیق و ایجاد کا کیا فائدہ ہے؟ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 199/63)

407- معتزلہ کے اس قول کی تردید

جنت اور جہنم کے وجود کے دلائل کی بنیاد پر ہم ان کے وجود کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو تیار کرنے کا ذکر فرمایا ہے:

Marfat.com

﴿ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران: 133]

''ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

﴿أُعِدَّتْ﴾ کا معنی ہے تیار کی گئی، سو وہ اب بنائی جا چکی ہے۔ اس کا ذکر یوں بھی فرمایا:

﴿ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ﴾ [النجم: 15,14]

''آخری حد کی بیری کے پاس۔ اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے۔''

اس میں دلیل ہے کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔ بعینہٖ جہنم کے متعلق بہت زیادہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ جہمیوں اور نافرمانوں کے لیے بنائی گئی ہے، جو دلیل ہے کہ وہ اب موجود ہے، اور حدیث پاک میں ہے:

« أُوقِدَ عَلَى النَّارِ أَلْفُ عَامٍ حَتّٰى احْمَرَّتْ، ثُمَّ أُوقِدَ عَلَيْهَا أَلْفُ عَامٍ حَتّٰى ابْيَضَّتْ، ثُمَّ أُوقِدَ عَلَيْهَا أَلْفُ عَامٍ حَتّٰى اسْوَدَّتْ »

''جہنم کو ایک ہزار سال بھڑکایا گیا، یہاں تک کہ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار سال جلایا گیا حتی کہ سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار سال بھڑکایا گیا حتی کہ وہ سیاہ ہوگئی۔''

اس حدیث میں جہنم کے وجود کی دلیل ہے، اسی طرح وہ اوصاف جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، جہنم کے وجود پر دال ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جنت اور جہنم دونوں اس وقت موجود ہیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس پر ''حادی الأرواح'' میں گفتگو کی ہے اور ان کے وجود والے قول ہی کو ترجیح دی ہے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 200/63)

Marfat.com

408- جادو کے متعلق معتزلہ کا موقف

معتزلہ کہتے ہیں کہ جادو محض ایک خیال ہے حقیقت نہیں ہے، اس کے لیے انھوں نے درج ذیل فرمانِ باری تعالیٰ سے استدلال کیا ہے:

﴿ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ﴾ [طٰہٰ: 66]

''اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا، ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔''

جادو یہی ہے کہ انسان کی فکر خراب اور مختل ہو جائے، ایک جامد چیز، رسی، لاٹھی وغیرہ کو دیکھے جو حرکت نہیں کرتیں، لیکن بندے میں خیال پیدا ہو وہ دوڑ رہی ہیں حالانکہ وہ دوڑ نہیں رہیں، لیکن اس میں خیال پیدا کر دیا گیا ہے۔ کیا جادو مؤثر نہیں ہوا؟ لہٰذا ان کی دلیل انھیں پر ثبت ہوگئی۔

البتہ جادو چیزوں کی ذات پر اثر انداز نہیں ہوتا لوہے کو لکڑی وغیرہ نہیں بنا سکتا۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 27/10)

409- انسان پر جناتی اثرات کے متعلق معتزلہ کا موقف

معتزلہ کہتے ہیں کہ جن کا انسان پر آسیب کرنا ناممکن ہے، اس قول کی قرآن وسنت سے تکذیب ہوتی ہے، سود خوروں کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ [البقرة: 275]

''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص

Marfat.com

کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔"

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ»[1]

"یقیناً شیطان ابن آدم میں خون کے چلنے کی جگہ چلتا ہے۔"

اور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آسیب زدہ کو لایا گیا، آپ ﷺ نے اس پر قرآن پڑھا اور جن کو اس سے نکلنے کا حکم دیا۔

یہ چیز مشاہدات میں بھی آچکی ہے کہ انسان پر جناتی اثرات ہو جاتے ہیں جس سے وہ انسان کو خوف زدہ، مرض میں مبتلا، پریشان اور سوچ کو مضطرب کرتا ہے، یعنی جس انداز سے بھی اس کا تسلط جم جائے۔

اس مناسبت سے میں چاہوں گا کہ مسلمان دو چیزیں استعمال کریں:

① اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں اور اعتقاد رکھیں کہ ان کا اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا جنات کی قوت و طاقت سے زیادہ مضبوط چیز ہے، اور جن ذکر الٰہی کے سامنے ذلیل ہیں، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾ [الناس: 4]

"وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، جو ہٹ ہٹ کر آنے والا ہے۔"

جو اللہ کے ذکر کے وقت چھپ جاتا ہے۔

② کثرت سے وہ ورد کریں جو ان کی حفاظت کا باعث ہیں، جیسا کہ آیت الکرسی ہے، جو شخص رات کے وقت اس کی تلاوت کرتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر کر دیا جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2039] صحيح مسلم [2175/24]

Marfat.com

کے قریب نہیں آتا۔

اور اگر لوگوں نے ان وسوسوں اور اندیشوں کے سامنے سر جھکا لیا تو یہ زیادہ ہوتے جائیں گے، شیطان بسا اوقات انسان کے دل کو ٹٹولتا ہے، جب دیکھتا ہے کہ وہ بزدل اور کمزور ہے تو اس پر چڑھائی کر جاتا ہے، اور اگر قوی و دلیر ہو تو اس سے دور ہو جاتا ہے، کیا ایسا نہیں کہ شیطان حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھاگتا تھا؟ جب وہ کسی راستے پر چلتے تو شیطان راستہ تبدیل کر لیتا، کیونکہ وہ دل کے مضبوط تھے، اور ہم جانتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انھیں کی مثل تھے یا ان سے بھی قوی تھے، اور ہمیں معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی زیادہ مضبوط تھے۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 25/163)

Marfat.com

اشاعرہ

410- اشاعرہ کی تعریف

یہ ایک اسلامی کلامی فرقہ ہے اور ابو الحسن اشعری کی طرف، جس نے معتزلہ کے خلاف خروج کیا تھا، منسوب ہے، اشاعرہ نے حقائق دین اور اسلامی عقیدے کے اثبات کے لیے اپنے مخالفین معتزلہ اور فلاسفہ وغیرہ کے مد مقابل عقلی اور کلامی دلائل کو وسیلہ بنایا، اس بارے میں وہ ابن کلّاب کی روش پر چلے۔
(الموسوعة الميسرة: 83/1)

411- اشاعرہ کا مذہبِ کلابیہ سے متاثر ہونا

کلابیہ عبداللہ بن سعید بن کُلاب کے پیروکار ہیں، یہ صرف سات صفاتِ الٰہی کے قائل ہیں۔ اور وہ ہیں: سمع، بصر، کلام، حیات، قدرت، ارادہ اور علم۔ ان کے علاوہ وہ باقی صفات کا انکار کرتے ہیں۔ ابو الحسن اشعری اپنی شروع زندگی میں اسی راستے پر چلے، اسی ابو الحسن کی طرف مشہور مذہب ''اشاعرہ'' منسوب ہے، اور اشاعرہ ابن کُلاب کے مذہب پر ہیں۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 248/63)

412- اشاعرہ کی اہل سنت کی طرف نسبت کا حکم

اشاعرہ ان مسائل میں اہل سنت و الجماعت میں سے ہیں جن میں وہ

Marfat.com

ان کے ہمنوا ہیں اور صفات کے مسئلے میں وہ ان کے مخالف ہیں، کیونکہ وہ صرف سات صفات کے قائل ہیں۔ مزید یہ کہ وہ ان صفات کو اس انداز سے ثابت نہیں کرتے، جس طرح اہل سنت ثابت کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم مطلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اہل سنت ہیں، نہ ہی مطلق ان کے اہل سنت سے ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں: وہ ان مسائل میں اہل سنت میں سے ہیں جن میں ان کی موافقت کرتے ہیں اور جہاں ان کی مخالفت کرتے ہیں، ان میں مخالف تصور ہوں گے۔ بات وہی ہے جو حق ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا﴾ [الأنعام: 152]

''اور جب بات کرو تو انصاف کرو۔''

ان کو علی الاطلاق اہل سنت میں داخل کرنا عدل نہیں اور نہ اہل سنت سے خارج کرنا انصاف ہے، ہر حق والے کو اس کا حق دینا فرض ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 20/6)

413- اشاعرہ امام ابو الحسن اشعری کے پیروکار نہیں ہیں

اشعری علماء امام ابو الحسن اشعری کے متبعین میں سے نہیں ہے، کیونکہ انھوں نے صفات کی تاویل سے رجوع کر لیا تھا اور اسماء و صفات کے اثبات میں اہل سنت والجماعت کے مذہب کو اپنا لیا تھا کہ ان پر بغیر تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے ایمان لانا ضروری ہے، جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب ''الإبانۃ'' اور ''المقالات'' میں وضاحت کی ہے۔ مندرجہ بالا بیان سے مترشح ہوا کہ امام اشعری کی طرف منسوب جن لوگوں نے صفات میں تاویل کی ہے وہ ان کے جدید مذہب پر نہیں ہیں، بلکہ اس کے قدیم مذہب پر ہیں اور یہ بھی واضح

Marfat.com

ہے کہ عالم کا مذہب وہی ہوتا ہے جس کے اعتقاد پر اسے موت آئے نہ کہ سابقہ موقف جس سے وہ رجوع کر چکا ہو، اس پر متنبہ ہونا ضروری ہے، نیز ان چیزوں سے بچنا چاہیے جو امور کو خلط ملط کرتی ہیں۔ واللہ المستعان

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 73/3)

414- بعض اشعری علماء کے متعلق امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ابو ذر ہروی، باقلانی اور باجی وغیرہ اشعری علماء کے متعلق فرماتے ہیں:

''یقیناً ان میں سے ہر ایک کی خدمتِ اسلام میں قابلِ قدر مساعی اور بھرپور حسنات ہیں، انھوں نے الحاد پرستوں اور اہل بدعت سے ٹکر لی اور اہل سنت والجماعت میں سے اکثریت کی حمایت کی۔ جو ان کے احوال وظروف کو جانتا اور علم، صدق، عدل اور انصاف سے بات کرتا ہے، اس پر یہ مخفی نہیں رہ سکتا۔ البتہ افعال اختیاریہ اور مشیتِ الٰہی کے متعلق امور کی نفی جو انھوں نے ابتداءً معتزلہ سے اخذ کی تھی، اس کی وجہ سے معاملہ ملتبس ہوگیا، حالانکہ وہ علماء وفضلاء تھے، انھیں اس کی تردید اور بیخ کنی کرنی چاہیے تھی، لیکن اس کے سبب ان سے ایسے اقوال صادر ہوئے، جس سے مسلمان اہل علم ودین نے ان پر انکار کیا، اس وجہ سے لوگ یا تو ان کے محاسن وفضائل کی وجہ سے ان کی تعظیم کرتے اور کچھ ان کے کلام میں واقع ہونے والی بدعات واباطیل کے سبب ان کی مذمت کرتے ہیں اور بہترین امور

Marfat.com

درمیانی راہ ہیں۔

''یہ صرف ان حضرات کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اہل علم و دین کی کئی جماعتوں میں ایسے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام مومن بندوں کی حسنات کو قبول کرتے اور ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾
[الحشر: 10]

''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

''بلاشبہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے دین اور طلبِ حق کے لیے اجتہاد کیا اور بعض مقامات پر غلطی کر گیا، اللہ تعالیٰ اس کی لغزش معاف کرتے ہیں، کیونکہ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اہل ایمان سب کے متعلق قبول فرمالی ہے:

﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ [البقرة: 286]

''اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔''

''اور جو شخص اپنے خیال اور خواہش کی پیروی کرے اور اپنی خطا پر

Marfat.com

مخالفت کرنے والے کو بُرا بھلا کہے، نیز اجتہاد کے بعد اپنے موقف کو درست کہے، حالانکہ وہ مخالفِ سنت بدعات میں سے ہو، تو اسے بھی اس کی مثل یا اس سے بڑا یا چھوٹا گناہ لازم آتا ہے، ان میں جو اس کے اصحاب میں سے اس کی تعظیم کرتے ہیں، متاخرین میں سے کم ہی ہیں جو اس چیزوں سے بچ پائے ہوں، اشتباہ و اضطراب کے زیادہ ہونے، لوگوں کے نورِ نبوت اور شمسِ رسالت سے دور ہونے کی وجہ سے کہ جس کی بدولت ہدایت اور درست سمت ملتی ہے، نیز دلوں سے شک وریب کا خاتمہ ہوتا ہے۔'' (درء تعارض العقل والنقل: 103,102/2)

415- اشعری توحید پر مرنا

سوال اس کا کیا حکم ہے جو اشعری توحید پر مرے، اس سے پہلے اسے توحید اسماء و صفات پہنچی نہ کسی نے خبردار کیا اور وہ توحید ربوبیت و الوہیت کا اقراری ہے، اس کا عذر ہے یا نہیں؟

جواب اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، کیونکہ اشاعرہ کفار نہیں ہیں، انھوں نے صرف بعض صفات کی تاویل میں غلطی کی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 6606)

416- کتاب ''الإبانة عن أصول الديانة'' کی امام اشعری کی طرف نسبت

سوال بعض لوگوں نے کتاب ''الإبانة'' کی امام ابو الحسن اشعری کی طرف نسبت کا انکار کیا ہے کہ یہ ان کی تصنیفات میں شامل نہیں ہے۔ کیا علماء

Marfat.com

میں سے کسی نے ایسی بات کہی ہے؟ اس کی تردید کے دلائل کیا ہیں؟

جواب پرانے اور موجودہ سب علماء میں کتاب ''الإبانۃ'' کی نسبت امام ابوالحسن اشعری کی طرف مشہور ہے، اس کے مندرجات کی ان کے پیروکار تقلید کرتے ہیں، ان سے ''الإبانۃ'' کے کئی مقامات سے اہل علم کی ایک جماعت نے اختلاف کیا اور تنقید کا نشانہ بنایا ہے، لیکن ان کی طرف اس کتاب کی نسبت کا انکار نہیں کیا، جو اس نسبت کا انکار کرتا ہے اگر اس کے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کرے تاکہ اس میں غور وخوض کیا جائے۔ (اللجنة الدائمة: 10909)

417- صفات کے مسئلے میں تکییف اور تمثیل میں فرق

مسئلہ صفات میں تمثیل اور تکییف کا معنی قریب قریب ہے، تمثیل کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق عقیدہ رکھنا کہ وہ مخلوق کی صفات کے مثل ہیں، اور تکییف ہے: صفاتِ الٰہی ایسی ایسی کیفیت میں ہیں، اگرچہ مخلوق کی صفات جیسی نہیں ہیں، مثلاً ایک شخص کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ میرے ہاتھ جیسا ہے یا فلاں مخلوق کے ہاتھ جیسا ہے تو اس نے تمثیل کی ہے، اور اگر کہے: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اس ہیئت میں ہے یا اس شکل میں ہے اور کسی مخصوص مخلوق کے ساتھ تشبیہ نہ دے تو یہ تکییف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ سب باطل اور کلمات کو ان کی جگہوں سے بدلنا ہے، چاہے اس معنی میں ہو یا اُس معنی میں۔ (اللجنة الدائمة: 20722)

418- ایمان کے متعلق اشاعرہ کا مذہب

ایمان محض تصدیق کا نام ہے، اعمالِ جوارح اس میں داخل نہیں ہیں۔

Marfat.com

ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ احادیث میں اعمال کا نام ایمان رکھا گیا ہے لیکن وہ مجازی ہے نہ کہ حقیقی۔ (عبدالرحمٰن اَباطین: الفتاویٰ: 177/1)

419- صفات میں اشاعرہ کا مذہب

وہ صرف سات صفات کا اقرار کرتے ہیں، جو یہ ہیں: سمع، بصر، کلام، قدرت، علم، حیات، ارادہ، اور باقی صفات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام بلند صفات سے موصوف ہے جو خود اس نے اپنی صفات بیان کی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ میں نقص نکالنا ہے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ثابت کردہ صفات کا انکار کیا ہے، لیکن وہ تمام اسماء الٰہی کا اقرار کرتے ہیں، اگرچہ بعض کی دلالت کے انکاری ہیں۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 38/63)

420- اشاعرہ کے نزدیک سلبی صفات

اشاعرہ کے نزدیک سلبی صفات پانچ ہیں: ① قدم۔ ② بقا۔ ③ حوادث کی مخالفت۔ ④ قیام بالنفس۔ ⑤ وحدانیت۔

(عبدالرزاق عفیفی: الفتاویٰ: 105/1)

421- اشاعرہ کے نزدیک صفاتِ معنویہ اور نفسیہ

صفاتِ معنویہ جنھیں صفاتِ احوال بھی کہا جاتا ہے، سات ہیں: اس کا قادر ہونا، اس کا ارادہ کرنے والا ہونا، اس اضافہ کے ساتھ ہر ایک پر اس کا ارادہ کرنا، اشاعرہ کے نزدیک صحیح بات سات معنوی صفات کی نفی ہے اور کہتے ہیں: حق یہ ہے کہ حال محال ہے۔ ماتریدیہ نے ایک صفت کا اضافہ کیا ہے، اس

Marfat.com

طرح آٹھ ہوجاتی ہیں اور وہ ہے تکوین۔ اور صفتِ نفسی وجود ہے۔

(عبدالرزاق عفیفی: الفتاویٰ: 105/1)

422- اشاعرہ کے نزدیک صفاتِ معانی

اشاعرہ کے نزدیک صفات معانی سات ہیں: ① قدرت۔ ② ارادہ۔ ③ علم۔ ④ حیات۔ ⑤ سمع۔ ⑥ بصر۔ ⑦ کلام۔

423- اشاعرہ کے نزدیک صفاتِ ثبوتیہ صرف سات ہی کیوں ہیں؟

انھوں نے صفاتِ الٰہی میں سے صرف سات کا اثبات کیا ہے: حیات، علم، قدرت، ارادہ، کلام، سمع اور بصر۔ ان کے اور سلف کے درمیان ان میں بعض صفات کے اثبات کی کیفیت میں اختلاف ہے۔

جن صفات کا انھوں نے انکار کیا ہے، ان کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے اثبات سے تشبیہ لازم آتی ہے اور جن صفات کا اثبات کیا ہے، ان کے متعلق کہتے ہیں کہ عقل انھیں تسلیم کرتی ہے کہ مخلوقات کی ایجاد قدرت پر دال ہے، بعض مخلوقات کی تخصیص اس سے جس سے وہ ممتاز ہوتی ہیں، ارادہ کی دلیل ہے، اور ان کا اِحکام علم پر دلالت کرتا ہے۔ یہ صفات (قدرت، ارادہ اور علم) حیات پر دال ہیں، اور یہ صفات کسی زندہ ہی سے قائم ہوسکتی ہیں، پھر زندہ یا تو کلام، سمع اور بصر رکھتا ہوگا اور یہ صفاتِ کمال ہیں، یا ان کے برعکس صفات گونگا، بہرہ اور اندھا ہونا یہ صفات رکھتا ہوگا جو نقص والی صفات ہیں، اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ممنوع ہیں، لہٰذا کلام، سمع اور بصر کا ثبوت واجب ہوگیا۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 166/4)

Marfat.com

424- اشاعرہ کے مذہب کی تردید

ان کی تردید کئی اعتبار سے کی جاسکتی ہے:

① اس مسئلہ (صفات) میں عقل کی طرف رجوع کرنا سلف صالحین، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ دین کے خلاف ہے، وہ سب اس بارے میں کتاب و سنت کی طرف ہی رجوع کیا کرتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کا اثبات کرتے جو اس نے اپنے لیے ثابت کی ہیں، یا اس کے رسولوں نے ثابت کی ہیں، امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"اللہ تعالیٰ کی صفات جو اس نے خود بیان فرمائی ہے اور ہم کتاب و سنت سے آگے نہیں بڑھتے۔"

② اس بارے میں عقل کی طرف رجوع کرنا عقل کے خلاف ہے کیونکہ اس مسئلے کا تعلق امور غیبیہ سے ہے، عقل کا یہاں کوئی دخل نہیں، یہ محض سمع سے حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں جو واجب، جائز اور ممنوع ہے عقل قطعاً اس کی تفصیل کا ادراک نہیں کرسکتی۔ سو اس بارے میں عقل کو فیصل بنانا، مخالفِ عقل ہے۔

③ اس بارے میں عقل کی طرف رجوع کرنا، اختلاف و تناقض کو مستلزم ہے، ان میں ہر کوئی صاحبِ عقل ہے، جو اس کی طرف رجوع کو واجب کرتا ہے جیسا کہ ان میں واقعتاً ایسا ہی ہوا۔ ایک ثابت کرتا ہے جس کی دوسرے نے نفی کی ہوتی ہے، بسا اوقات ایک ہی تضاد کا شکار ہو جاتا ہے کہ جس چیز کی نفی کی ہوتی ہے، دوسری جگہ اس کا اثبات کر رہا ہوتا ہے، یا اس کی مثل کی نفی کر رہا ہوتا ہے، سو ان کا کوئی درست قانون نہیں جو مرجع بن سکے۔

Marfat.com

شیخ الاسلام رحمہ اللہ ''فتویٰ حمویہ'' میں فرماتے ہیں:

''ہائے افسوس! کس عقل پر کتاب وسنت کو پرکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں، انھوں نے فرمایا: جب بھی ہمارے پاس ایک سے بڑھ کر ایک جھگڑالو آئے تو کیا ہم ان سے جھگڑے کے لیے اسے چھوڑ دیں جو جبریل (علیہ السلام) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے کر آئے ہیں؟''

اور یہ بھی معلوم ہے کہ اقوال کا تناقض ان کے فساد کی دلیل ہے۔

4. جب وہ نصوص کو ان کے ظاہر سے دوسرے معنی کی طرف پھیرتے ہیں، جسے ان کی عقل واجب کرتی ہے تو ان پر لازم ہے کہ اس معنی کے مثل اس دوسرے معنی کا بھی اثبات کریں، کتاب وسنت میں تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے جس کی انھوں نے نفی کی تھی۔ مثلاً جب وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ''ید'' (ہاتھ) سے مراد حقیقی ہاتھ نہیں بلکہ قوت ہے، کیونکہ ''ید'' کی حقیقت کے اثبات سے مخلوق سے تشبیہ لازم آتی ہے، جس کا ''ید'' (ہاتھ) ہو۔ تو ہم جواباً کہیں گے: قوت کے اثبات میں تمھیں اس کی مثل چیز لازم آئے گی جو تمھیں حقیقی ہاتھ کے اثبات میں لازم آتی ہے، اس لیے کہ مخلوق کی بھی قوت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے قوت کو ثابت کرنا بھی مخلوق کے ساتھ تشبیہ کو مستلزم ہے، جیسا کہ تمھارا اپنا قاعدہ ہے۔

دوسری مثال:

جب وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد محبوب و پسندیدہ چیز کے ثواب کا ارادہ یا بذاتِ خود ثواب ہے، حقیقی محبت نہیں، کیونکہ حقیقی محبت کا اثبات

Marfat.com

تشبیہ کو مستلزم ہے، تو ہم کہتے ہیں: اگر تم محبت کی تفسیر ارادے سے کرتے ہو تو تمھیں ارادے کے اثبات میں اسی کے مثل چیز لازم آئے گی جو تمھیں حقیقی محبت کے اثبات میں لازم آتی ہے، اس لیے کہ مخلوق کا بھی ارادہ ہوتا ہے، تمھارے اپنے اصول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے ارادہ کو ثابت کرنا مخلوق سے تشبیہ کو مستلزم ہے۔ اور اگر تم اس کی تفسیر ثواب سے کرتے ہو، تو ثواب مخلوق اور مفعول ہے یہ خالق اور فاعل کے بغیر قائم نہیں ہوسکتا اور ضروری ہے کہ فاعل کا ارادۂ فعل ہو، تمھارے ہی قانون کی رو سے ارادے کے اثبات سے تشبیہ لازم آتی ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں: تمھارا ارادہ ثواب کا اثبات یا بذاتِ خود ثواب کا اثبات کرنا، اس عمل کی محبت کو مستلزم ہے جس پر ثواب دیا جاتا ہے، اگر عمل سے محبت نہ ہوتی تو عامل کو ثواب نہ دیا جاتا، اس طرح تمھاری تاویل اس چیز کو لازم کر رہی ہے جس کی تم نفی کرتے ہو، اگر تو اسے اس انداز سے ثواب دیتے ہو جو مخلوق کے مماثل ہے تو تمثیل میں واقع ہو جاؤ گے اور اگر اس شکل میں ثواب دیتے جو محض اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے اور اس کے لائق ہے تو درست کرو گے اور تمھیں جمیع صفات کا اثبات لازم آئے گا۔

⑤ جن صفات کی نفی کرتے ہیں ان کے متعلق ان کا کہنا کہ ان کا اثبات تشبیہ کو مستلزم ہے، ممنوع ہے کیونکہ اسماء و صفات کا اشتراک مسمیات و موصوفات کے تماثل کو مستلزم نہیں ہوتا، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ پھر یہ اس کے متناقض ہے جس کا ان حضرات نے اثبات کیا ہے، کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے حیات، علم، قدرت، ارادہ، کلام، سمع اور بصر کو ثابت کیا ہے، حالانکہ مخلوق میں بھی یہ صفات پائی جاتی ہیں، سو ان کا ان صفات کو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا حالانکہ مخلوق بھی ان صفات سے متصف ہے، ان کے اپنے اصول کے مطابق تشبیہ کو مستلزم ہے۔

اگر وہ کہیں کہ ہم ان صفات کو اللہ تعالیٰ کے لیے ایسے انداز سے ثابت کرتے ہیں جو اس کے ساتھ مختص ہے، ان میں مخلوق کے ساتھ تشبیہ نہیں پائی جاتی۔

ہم کہیں گے کہ یہ جواب بہت سیدھا ہے، تو پھر آپ ان صفات کو جن کی آپ نفی کرتے ہیں، ایسے انداز سے ثابت کیوں نہیں کر لیتے جو اللہ تعالیٰ کے لیے مختص ہے اور مخلوق سے اس میں تشبیہ نہ ہو؟

اگر وہ کہیں کہ جنھیں ہم ثابت کرتے ہیں، عقل ان کے اثبات پر دلالت کرتی ہے، سو ان کا اثبات لازم آتا ہے۔ ہم اس کے تین جوابات دیں گے:

1. اس مسئلہ میں عقل پر اعتماد صحیح نہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔
2. جن کی تم نفی کرتے ہو انھیں عقلی دلیل سے ثابت کرنا ممکن ہے جو تمھاری اثبات والی دلیلوں سے بعض جگہوں پر زیادہ واضح ہے۔

مثلاً: رحمت، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے اور فرمایا ہے:

﴿ وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ﴾ [الكهف: 58]

''اور تیرا رب نہایت بخشنے والا، خاص رحمت والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ [الأحقاف: 8]

''اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس کا اثبات عقل سے ممکن ہے، جیسا کہ سمع کی دلالت ہے، کہا جائے گا: مخلوق پر احسان کرنا جس سے اسے نفع پہنچے اور تکلیف دور ہو، رحمت پر دلالت

Marfat.com

کرتا ہے، جس طرح کے ارادہ پر تخصیص کی دلیل ہے، بلکہ وہ زیادہ واضح اور ظاہر ہے کہ ہر کسی کو معلوم ہے۔

③ ہم کہتے ہیں: فرض کریں جن صفات کی آپ نفی کرتے ہیں عقل ان پر دلالت نہیں کرتی، تو عقل کا دلالت نہ کرنا نفسِ امر میں نفی کو مستلزم نہیں، اس لیے کہ معین دلیل کی نفی مدلول کی نفی کو لازم نہیں کرتی، اس لیے کہ وہ چیز دوسری دلیل سے بھی ثابت ہو جاتی ہے، اگر فرض کریں کہ دلیل عقل اسے ثابت نہیں کرتی تو دلیلِ سمعی اسے ثابت کر رہی ہے، تب ایسی دلیل سے جو قائم اور معارض و مناقض سے سالم ہو اثبات واجب ہوگا۔

اگر وہ کہیں: بلکہ عقل اس کی نفی پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اس کا اثبات تشبیہ کو مستلزم ہے اور عقل تشبیہ کی نفی پر دال ہے، تو ہم کہیں گے (جن کی تم نفی کرتے ہو) اگر ان کا اثبات تشبیہ ہے تو پھر ان کا اثبات بھی تشبیہ ہے جن کو تم ثابت کرتے ہو۔ اگر تم یہ تسلیم نہیں کرتے تو پھر جن کی تم نفی کرتے ہو، وہ بات بھی تسلیم نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں، تب یا تو آپ تمام صفات کا اثبات کرو گے اور سلف کی موافقت کرو گے، یا تمام کی نفی کرو گے اور معتزلہ کی موافقت کرو گے، لیکن فرق کرنا ظاہر تناقض ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 123/4)

425- کلام الٰہی کے متعلق اشاعرہ کا مذہب

ان کا نظریہ ہے کہ کلام اس کا معنی ہے جو قائم بالنفس ہے، اس کی تعبیر عربی میں کی جائے تو قرآن ہے، اگر عبرانی میں کی جائے تو تورات ہے اور سریانی میں کی جائے تو انجیل ہے، وہ اس بات کے انکاری ہیں کہ ان حروف کے

Marfat.com

ساتھ یہ بعینہ کلام الٰہی ہے، وہ کہتے ہیں: کلام اللہ معنی ہے لفظ نہیں ہے، یہ حروف جو ان مصاحف میں ہیں، کلام اللہ نہیں ہیں، ان کا نظریات سے وہ پردہ داری چاہتے تھے کہ کہیں یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ قرآن مخلوق ہے، ورنہ ان کی بات معتزلہ کے قریب تھی جو کہتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے، اور یہ لوگ کہتے تو یہی ہیں کہ یہ کلام اللہ ہے، لیکن کلام اللہ صرف معنی میں نہ کہ الفاظ میں۔ وہ زیادہ تر اس شعر سے استدلال کرتے ہیں جو ان کی کتابوں میں موجود ہے کہ ایک عربی شاعر نے کہا ہے:

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

''بے شک کلام تو یقیناً دل میں ہے، زبان کو محض دل کی بات کی راہنمائی کرنے والی بنایا ہے۔''

سو وہ کہتے ہیں کہ کلام اللہ محض معنی ہے نہ کہ الفاظ، حقیقی کلام وہی ہے جو قائم بالنفس ہے، جو کانوں سے سنا جاتا ہے، وہ کلام نہیں ہے، عبارت یا حکایت ہے، یعنی ان کے نزدیک قرآن عبارت یا حکایت ہے، بعینہ کلام الٰہی نہیں ہے۔
(ابن جبرین: الفتاویٰ: 118/63)

426- اشاعرہ کے اس عقیدے کی تردید

عرب خاموش کے لیے کلام کی نسبت نہیں کرتے، چاہے فی نفسہ جھوٹا ہو۔ کلام تب کہا جائے گا جب اس کا نطق کیا جائے گا، بولنے سے پہلے اسے کلام نہیں کہہ سکتے۔ رہا وہ شعر جس سے وہ استدلال کرتے ہیں اور اخطل کی طرف منسوب کرتے ہیں، وہ صحیح نہیں ہے۔ نہ اس کے دیوان ہی میں پایا جاتا ہے،

Marfat.com

اکثر شعراء اور ادیب اس شعر کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ خود ساختہ ہے و بے بنیاد ہے، پھر بعض نے وہ شعر اس طرح بیان کیا ہے:

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

"بے شک بیان دل میں ہی ہے اور زبان کو دل کی راہنما بنایا گیا ہے۔"

پھر اگر فرض کریں یہ شعر صحیح اور اَخطل کا ہے تو بھی اسے قبول نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ اَخطل نصرانی ہے، عیسائیت سے اپنی گہری وابستگی میں مشہور ہے، اس پر ناز کرتا ہے اور مسلمانوں کے افعال سے گریزاں رہتا تھا، اس کا ایک مشہور شعر ہے:

وَلَسْتُ بِقَائِمٍ كَالْعِيرِ يَدْعُوْ
قُبَيْلَ الصُّبْحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

وَلَسْتُ بِقَائِدٍ عِيسًا بَكُوْرًا
إِلَى بَطْحَاءِ مَكَّةَ لِلنَّجَاحِ

"نہیں میں کھڑا ہونے والا اس اونٹ کی طرح جو صبح سے پہلے پکارتا ہے: حي علی الفلاح، نہ ہی میں اونٹوں کو دن کے شروع حصہ میں نجات کے لیے بطحاء مکہ کی طرف ہانکنے والا ہوں۔"

وَلَسْتُ بِصَائِمٍ رَمَضَانَ طَوْعًا
وَلَسْتُ بِآكِلٍ لَحْمِ الْأَضَاحِيْ

وَلٰكِنِّيْ سَأُشْتِيهَا شُمُوْلًا
وَأَسْجُدُ عِنْدَ مُنْبَلَجِ الصَّبَاحِ

Marfat.com

''نہ خوشی سے رمضان کے روزے رکھنے والا، نہ ہی قربانی کا گوشت
کھانے والا ہوں، لیکن میں انھیں عام سمجھتے ہوئے فروخت کردوں گا
اور روشن صبح کے وقت سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔''

بلاشبہ یہ کفر صریح پر دلالت کر رہا ہے، اور جب وہ نصرانیت پر فخر و ناز کرتا تھا تو پھر اس کے کلام سے عقیدے کے متعلق مسئلے پر استشہاد کیونکر کیا جا سکتا ہے، پھر اس کا نام تھا ''اُخطل'' اور ''خطل'' کلام میں عیب کو کہتے ہیں، پھر نصرانی مسمّٰی (کلام) میں گمراہ ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نفس (الکلم) بنا دیا۔ جب یہ سب درست ہے تو اس اخطل نصرانی کے کلام سے عقیدے کے مسئلے پر استشہاد کیوں کیا جائے؟

امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنے قصیدہ نونیہ میں کہتے ہیں:

''ان کی دلیل اس بارے میں ایک شعر ہے جو کہا جاتا ہے کہ اخطل نصرانی کا ہے۔''

اسی طرح وہ شعر جو شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی طرف عقیدہ لامیہ میں منسوب ہے، اس کی ابتداء میں ہے:

يا سائلي عن مذهبي وعقيدتي
رزق الهدىٰ من للهداية يسأل

''اے میرے مذہب اور عقیدے کے متعلق سوال کرنے والے، ہدایت دیا جائے جو ہدایت کے متعلق سوال کر رہا ہے۔''

اسمع كلام محقق في قوله
لا ينثني عنه ولا يتبدل

Marfat.com

''اس محقق کی بات سن جو اپنی بات سے ہٹتا ہے نہ بدلتا ہے۔''

حب الصحابة كلهم لي مذهب
ومودة القربى بها أتوسل

''سب صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت میرا مذہب ہے اور اقرباء کی محبت کو میں وسیلہ بناتا ہوں۔''

ولكلهم قدر و فضل ساطع
لكنما الصديق منهم أفضل

''ان سب کی بلند فضیلت اور قدر و منزلت ہے، لیکن صدیق رضی اللہ عنہ ان میں سب سے افضل ہیں۔''

یہاں تک کہ فرمایا:

''بہت برا ہے جو کتاب (قرآن) کو پسِ پشت ڈال دے اور جب استدلال کرے تو کہے: اُخطل نے یوں کہا ہے۔''

اس بنا پر اخطل کی بات مسئلہ کلام میں دلیل کیسے بن سکتی ہے؟ اور یہ کہنا کہ کلام صرف معنی ہے، لفظ نہیں ہے، عرب ساکت کے لیے کلام کی نسبت نہیں کرتے، چاہے دل میں بات کر رہا ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا، مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا أَوْ يَعْمَلُوا بِهِ »[1]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو معاف کر دیا ہے جو بھی دل میں خیالات پیدا ہوئے، جب تک کلام نہ کیا یا ان کے مطابق عمل نہ کیا۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5269] صحيح مسلم [127/201]

Marfat.com

اور جب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ بے شک ہمارا کوئی ایک اپنے دل میں وہ چیز محسوس کرتا ہے، اس کے متعلق کلام کرنے سے بہتر ہے وہ کوئلہ ہو جائے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ)) [1]

''اللہ کا شکر ہے جس نے اس کی خفیہ تدبیر کو وسوسے کی طرف لٹا دیا ہے۔''

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 118/63)

427- اشاعرہ کے اس قول کی تردید کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے

ان کا کہنا ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے، ان سے جواباً کہا جائے گا کہ تم دعا آسمان سے کرتے ہو یا آسمان کے رب سے؟ جب آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہو تو کہتے ہو: یا اللہ! تم اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، تب اللہ ہی وہاں ہے، تم یہ نہیں کہتے، یا سماء۔ اور ان کا یہ کہنا کہ دعا گو کا قبلہ آسمان ہے، خطا ہے، اس لیے کہ دعا کرنے والے کا قبلہ کعبہ ہے، یقیناً جس عبادت میں قبلہ رخ ہونا مشروع ہے وہ صرف کعبہ کی طرف ہی مشروع ہے۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 22/112)

428- استواء اور استیلاء کی تفسیر میں اشاعرہ کی غلطی

﴿ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ [الحدید: 4] یعنی عرش پر بلند ہوا، جب آپ دیکھیں کوئی کہتا ہے: ﴿اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ کا مطلب ہے: عرش پر غلبہ پا لیا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عظیم کو عربی زبان میں نازل کیا ہے اور عربی لغت دلالت کرتی ہے کہ لفظ ''استویٰ''

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [5112]

Marfat.com

جب ''إِذا'' کے ساتھ متعدی ہو تو اس کا معنی یہی ہوتا ہے کہ ''بلند ہونا'' جو اس کی تفسیر ''استویٰ'' (غلبہ پا لیا) کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا، کتاب اللہ کی نصوص میں قصور وار اور تحریف کا مرتکب ہوگا، اس کا قصور دو اعتبار سے ہے:

① آیات کو ان کے ظاہر سے پھیرنا۔

② ان میں ایسا معنی پیدا کرنا جس پر ان کا ظاہر دلالت نہیں کرتا۔

اشاعرہ مفسرین ہوں یا غیر مفسرین ان کی کتب میں یہ معنی کثرت سے پایا جاتا ہے، لیکن وہ اس وجہ سے واضح گمراہی میں چلے گئے۔ نسأل اللہ العافیة

جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو تخلیق کیا تو اس وقت عرش پر کس کا غلبہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی تخلیق کے بعد ہی غلبہ ملا؟ پہلے غالب کون تھا؟ لازماً اس کے جواب میں انھیں کہنا پڑے گا کہ وہ غیر اللہ تھا، وگرنہ ان کی خطا واضح ہوجائے گی، اور وہ غلطی پر ہی تھے۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 4/209)

429- اللہ تعالیٰ کے بذاتہٖ بلند ہونے کے انکار کے مسئلے میں اشاعرہ کی غلطی

ابو المعالی جوینی ۔عفا اللہ عنہ۔ اشاعرہ کے مذہب کا اقراری اور استواء علی العرش کا انکاری تھا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بذاتہ بلند ہونے کا انکاری تھا۔ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ تھے اور ان کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی، اور اب وہ اس حالت پر ہیں جس پر پہلے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار کر رہا ہے،

Marfat.com

یعنی اللہ تعالیٰ تھے اور عرش نہیں تھا، اور اب بھی ویسے ہی ہیں یعنی عرش پر مستوی نہیں ہیں۔

اس سے ابو العلاء ہمزانی نے کہا: استادِ محترم: عرش اور عرش پر استواء کے ذکر کو چھوڑیے (مطلب تھا کہ اس ''استواء'' کی دلیل تو سمعی ہے، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس بارے خبر نہ دیتے تو ہم معلوم نہ کر سکتے) ہمیں اس ضرورت کے متعلق بتائیے، جسے ہم اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں کہ کسی عارف نے کبھی نہیں کہا: یا اللہ! مگر اس کے دل میں اوپر کی طرف ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس پر ابوالمعالی حیران و ششدر رہ گیا، اور اپنا سر پیٹنے لگا: مجھے ہمزانی نے حیرت زدہ کر دیا ہے، مجھے ہمزانی نے حیرت زدہ کر دیا، اس لیے کہ یہ فطرتی دلیل ہے۔ کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 323/8)

430- اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے متعلق اشاعرہ کا مذہب

وہ رؤیت کو ثابت تو کرتے ہیں، لیکن وہ رؤیت نہیں جو آنکھوں کی ہوتی ہے، بلکہ وہ اس کی تفسیر تجلیات سے، جو دل کی ہوتی ہیں اور مکاشفات سے جو جنت میں ان کے لیے منکشف کیے جائیں گے، کرتے ہیں۔ اس طرح ان چیزوں کا علم اور یقین حاصل ہوگا جن سے قبل ازیں وہ جاہل تھے۔ یہ قول بلاشک باطل اور حقائق کے انکار پر مبنی ہے، آپ ان کو پائیں گے کہ رؤیت کا اقرار کریں گے اور اپنی تفاسیر میں یہ باطل تاویل کریں گے۔

حتی کہ اکابر اشعری جیسا کہ رازی، ابوسعود اور بیضاوی رحمہم اللہ وغیرہ ہیں جب اس آیت کریمہ: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾

Marfat.com

[القیامة: 23,22] پر کلام کرتے ہیں تو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کو دیکھا جائے گا مگر بغیر جہت کے، کیونکہ ہم جہت کی نفی کرتے ہیں، اسے بغیر سامنے آنے کے دیکھا جائے گا، یا پھر یہ رؤیت تجلیات یا مکاشفات کی صورت میں ہوگی۔

انھوں نے رؤیت کے نام کو ثابت کیا ہے، لیکن اس حقیقت کو ثابت نہیں کیا جو اہل جنت کی اپنے رب کے لیے ہوگی کہ جیسے تم چاند کو دیکھتے ہو اور اس کی رؤیت میں کوئی مشکل نہیں ہوتی۔ احادیث کا ظاہر یہی ہے کہ وہ آنکھوں کی رؤیت ہوگی، اپنے رب تعالیٰ کے چہرے کی طرف دیکھیں گے، جیسے اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ منکرین کے انکار کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، نہ ان کی تاویل کی طرف، کیونکہ اس کے ناقابل تردید واضح دلائل موجود ہیں۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 140/63)

431- اشاعرہ کا صفتِ رحمت کا انکار

اشاعرہ اور اہل تعطیل نے اللہ تعالیٰ کے صفت رحمت سے متصف ہونے کا انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عقل اس پر دال نہیں، دوئم یہ کہ رحمت، رقت، کمزوری اور اس چیز پر جس پر رحم کیا جا رہا ہے، ترس کھانے کا نام ہے اور یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہیں کہ رحمت کے اس معنی کے مطابق رحم کریں اور اللہ تعالیٰ کے لیے رحمت کا ہونا ناممکن ہے، نیز کہا: رحمت سے مراد: ارادۂ احسان، یا بذاتِ خود احسان ہے، یعنی نعمتیں یا نعمتوں کا ارادہ۔

غور کیجیے! انھوں نے کیسے اس عظیم صفت کو سلب کر لیا جس کا ہر مومن امیدوار ہے، ہر انسان سے اگر آپ پوچھیں: آپ کیا چاہتے ہیں؟ وہ کہے گا: اللہ کی رحمت چاہتا ہوں:

Marfat.com

﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [الأعراف: 56]

''بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔''

انھوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: اللہ تعالیٰ کا صفت رحمت سے موصوف ہونا ناممکن ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 213/8)

432- اشاعرہ کے مذکورہ بالا موقف کی تردید

ہم ان کے موقف کی تردید دو اعتبار سے کرتے ہیں: ① تسلیم اور ② منع۔

تسلیم: اس طرح کہ ہم کہتے ہیں، ٹھیک ہے عقل صفات کے اثبات پر دلالت نہیں کرتی، لیکن سماع تو دلالت کرتا ہے، سو صفات دوسری دلیل سے ثابت ہوگئیں، اور تمام عقلاء کے نزدیک عام قاعدہ ہے کہ معین دلیل کی نفی مدلول کی نفی کو مستلزم نہیں، کیونکہ مدلول دوسری دلیل سے بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ مان لیا کہ صفت رحمت عقل سے ثابت نہیں ہوتی، لیکن سماع سے ثابت ہو رہی ہے اور کتنی ہی چیزیں ہیں جو کثیر دلائل سے ثابت ہوتی ہیں۔

منع: اس طرح کہ ہم کہتے ہیں: آپ کا یہ قول کہ عقل رحمت پر دلالت نہیں کرتی باطل قول ہے، بلکہ عقل رحمت پر دلالت کناں ہے، یہ نعمتیں جن کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے اور سنی جا رہی ہیں، اور یہ عذاب جن کو رد کر دیا جاتا ہے، کیا سبب ہے؟ بلاشبہ ان کا سبب رحمت الٰہی ہی ہے، اگر اللہ تعالیٰ بندوں پر رحم نہ کھاتے ہوتے تو کبھی انھیں نعمتیں عطا نہ کرتے، نہ ان سے عذاب ہی کو ٹالتے، یہ مشاہداتی امور ہیں، ہر عام و خاص اس کا مشاہدہ کر رہا ہے، عامی آدمی اپنی دکان یا بازار میں ان آثارِ نعمت کو جان رہا ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 213/8)

Marfat.com

ماتریدیہ

433- تعریف

یہ ایک بدعتی کلامی فرقہ ہے جو ابو منصور ماتریدی کی طرف منسوب ہے، اس نے اپنے مخالفین معتزلہ و جہمیہ[1] وغیرہ کے خلاف عقلی و کلامی دلائل و براہین سے کام لیا تاکہ اسلامی عقیدہ اور دین کے حقائق کو ثابت کر سکیں۔

(الموسوعة الميسرة، ص: 95)

434- تحسینِ عقلی اور تقبیحِ عقلی کا قضیہ

ماتریدیہ کہتے ہیں: یقیناً عقل اچھا اور قبیح کہہ سکتی ہے اور انھوں نے شرعاً اچھی اور بری چیزوں کو موافق و مخالف کی طرف لوٹا دیا ہے۔

(فتاوىٰ الشبكة الإسلامية: 48784)

435- ماتریدیہ کے متعلق اہل سنت والجماعت کا موقف

رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ یہ امت عنقریب تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، سب کے سب جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک کے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ فرقہ ناجیہ وہ جماعت ہوگی جو نبی علیہ السلام اور صحابہ کے منہج

[1] یہ ایک کلامیہ فرقہ ہے، جو جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے۔ یہ بدعتی اور شاذ کلامی آراء کو لے کر کھڑے ہوئے جو یکسر منہج سلف کے خلاف تھیں۔

Marfat.com

پر چلیں گے، بلاشبہ اہل سنت و الجماعت جو علمی اور عملی ہر دو اعتبار سے کتاب و سنت کو تھامے ہوئے ہیں وہی فرقہ ناجیہ ہیں، کیونکہ ان میں وہ وصف ثابت ہو چکا ہے، یعنی علمی اور عملی اعتبار سے اس دین کا التزام، جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ فرد یا جماعت کے فرقہ ناجیہ میں سے ہونے کے لیے محض سنت کی طرف اس کی نسبت ہی کافی نہیں ہے بلکہ سلف صالحین صحابہ و تابعین کے منہج کو اپنانا بھی ضروری ہے، علم، عمل، تصور اور سلوک کسی میں بھی ان کی مخالفت نہیں ہونی چاہیے۔

ماتریدیہ ان جماعتوں میں سے ہے، جن کے اقوال میں حق و باطل اور سنت کی مخالفت سب کچھ پایا جاتا ہے، یہ معلوم ہی ہے کہ ان گروہوں میں ہر کوئی حق سے قریب اور دور ہونے کی مسافت میں مختلف و متفاوت ہے۔ ہر ایک جو سنت کے زیادہ قریب ہوگا وہ حق و صواب کے بھی زیادہ نزدیک ہوگا۔ ان میں سے بعض نے بڑے عظیم کاموں میں سنت کی مخالفت کی ہے، اور کچھ نے معمولی چیزوں میں اختلاف کیا ہے، اور کچھ وہ ہیں جنھوں نے دوسری مخالف سنت جماعتوں کی تردید کی ہے، جو ان سے بھی زیادہ سنت سے دور تھے۔ انھوں نے جو حق بات کہی اور باطل کا جواب دیا اس میں یہ قابل ستائش ہیں، لیکن یہ باطل کی تردید میں عدل سے تجاوز کر گئے کیونکہ بعض حق کا خود بھی انکار کر بیٹھے، اور بعض باطل کے قائل ہوگئے۔ گویا انھوں نے چھوٹی بدعت کے ساتھ بڑی بدعت کا رد کیا اور باطل کی تردید کی اس باطل سے جو اس سے چھوٹا تھا۔ اکثر اہل کلام کا یہی حال ہے جو سنت و جماعت کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔

(ابن تیمیه في الفتاوىٰ: 348/1، محمد صالح المنجد: الإسلام سوال و جواب: 3742)

Marfat.com

436- ماتریدیہ اور عقیدے میں ان کے ہمنواؤں کے متعلق ہمارا فریضہ

اشخاص کے مختلف ہونے سے جواب بھی مختلف ہوتا ہے، ان میں سے جو معاند و سرکش اور بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہے، اس سے بچنا ضروری ہے، اس طرح اس کی گمراہی اور انحراف کو بیان کرنا لازمی ہے، لیکن جو بدعت کی دعوت نہیں دیتا اور اس کے قول و عمل سے مترشح ہو چکا ہے کہ وہ حق کا طالب اور حق کے لیے سعی کرنے والا ہے، اس کی خیر خواہی کی جائے، اس کے عقیدے کی خطا واضح کی جائے اور بہترین انداز سے اس کی راہنمائی کی جائے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ اسے حق کی توفیق دے دیں، یہ اس خیر خواہی ہی شامل ہے جیسا کہ حدیث پاک ﷺ میں ہے:

« الدين النصيحة » قلنا: لمن؟ قال: « لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم »[1]

''دین خیر خواہی ہی ہے'' ہم نے عرض کی: کس کے لیے؟ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول ﷺ کے لیے، مسلمانوں کے ائمہ اور عوام کے لیے۔''

(محمد صالح المنجد: الإسلام سوال و جواب: 2473)

---

[1] صحیح مسلم [55/95]

Marfat.com

شیعہ

437- تعریف

یہ وہ لوگ ہیں جو بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گروہ کہلائے اور آپ رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کا بالنص اور جلی یا خفی وصیت کے اعتبار سے اعتقاد رکھا۔ ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ امامت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے باہر نہیں نکل سکتی، اگر نکلی تو بوجہ ظلم یا ان کی طرف سے تقیہ کی صورت میں نکلے گی۔

وہ کہتے ہیں کہ امامت مصلحت کا فیصلہ نہیں ہے کہ عام لوگوں کو اس کا اختیار دے دیا جائے اور ان کے تقرر سے امام مقرر ہو جائے، بلکہ یہ اصولی قضیہ ہے اور دین کا رکن ہے، رسولوں علیہم السلام کے لیے بھی جائز نہیں کہ اسے بے سود چھوڑیں، غفلت برتیں اور عام لوگوں کے سپرد کر دیں۔

ان کے اعتقاد کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ تعیین و تنصیص کے وجوب کے قائل ہیں، صغیرہ و کبیرہ تمام گناہوں سے انبیاء اور ائمہ کو معصوم مانتے ہیں اور تقیہ کے علاوہ ہر حالت میں قولی، فعلی اور اعتقادی اعتبار سے دوستی اور دشمنی کے قائل ہیں۔

[الملل والنحل للشهرستاني [155/1

438- اہل سنت اور شیعہ کے مابین فرق

ان کے درمیان بہت فرق ہے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو برابر پیدا نہیں

Marfat.com

فرمایا، نیک عمل کرنے والے اور برے افعال سرانجام دینے والے برابر نہیں ہیں، نہ فجّار و ابرار ہی ایک سے ہو سکتے ہیں۔ کفار اور مسلمانوں کے درمیان اور شیعہ اور ان کے علاوہ فرقوں کے درمیان پہچان ضروری ہے۔ شیعہ بدعتی ہیں اور ان کی متعدد اقسام ہیں، کچھ ان میں سے رافضی، بعض نصیری اور کئی اسماعیلی ہیں، ان میں دیگر کئی اقسام ہیں، جن کے متعدد طبقات اور قسمیں ہیں، بعض ان میں سے اہل بیت کی عبادت کرتے ہیں اور ان سے دعائیں کرتے، فریادیں مانگتے ہیں جیسا کہ رافضہ اور نصیریہ وغیرہ ہیں، یہ کفار ہیں۔ نسأل اللہ العافیة

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 260/28)

439- رافضی عوام کا حکم

عوام میں سے کسی نے بھی ائمہ کفر و ضلالت میں سے کسی کو اپنا امام بنایا، بغاوت و سرکشی اختیار کرتے ہوئے اس کی تائید و حمایت کی اور اس کی سیادت و بڑائی کا ڈنکا بجایا تو ان پر بھی کفر و فسق کا وہی حکم لاگو ہوگا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾ [الأحزاب: 68,67]

”اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت

Marfat.com

بڑی لعنت۔"

اس بارے مزید معلومات کے لیے درج ذیل آیات پڑھیں: سورت بقرہ [167,166,165] سورت اعراف [39,38,37] سورت ابراہیم [22,21] سورت فرقان [29,28] سورت قصص [64,63,62] سورت سبا [33,32,31] سورت صافات [20 تا 36] سورت غافر [47 تا 50]

کتاب وسنت میں ان کے علاوہ بھی دلائل موجود ہیں اور اس لیے بھی کہ نبی کریم ﷺ نے مشرکین کے سرداروں اور ان کے پیروکاروں سب سے قتال کیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ایسے ہی کیا اور لیڈروں اور عوام میں فرق نہیں سمجھا۔ (اللجنة الدائمة: 9247)

440- نبی کریم ﷺ پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کی وصیت کرنے کی تہمت

یہ قول شیعہ کے علاوہ مسلمانوں کی کسی جماعت سے معروف نہیں ہے، یہ قول باطل ہے۔ احادیثِ مصطفیٰ ﷺ سے اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی، بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کے کثیر دلائل موجود ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی اسی پر دال ہے۔ البتہ نبی کریم ﷺ نے اس پر نص صریح قائم کی اور نہ قطعی وصیت ہی فرمائی، لیکن حکم صادر فرمایا جو اس پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے انھیں اپنی بیماری کے ایام میں لوگوں کو امامت کروانے کا حکم دیا، اور جب آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے بعد امر خلافت ذکر کیا گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

«يَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ»[1]

''اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب کا انکار کرتے ہیں۔''

اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، اور اس پر اجماع کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سب سے افضل ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں کہا کرتے تھے:

«خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ»

''اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ان کے اس قول پر برقرار رکھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسے آثار تواتر سے ملتے ہیں جن میں وہ فرماتے ہیں:

''اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

''میرے پاس ایسا کوئی شخص نہ لایا جائے جو مجھے ان دونوں (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے فضیلت دیتا ہو، وگرنہ میں اسے تہمت لگانے والے شخص جیسی حد لگاؤں گا۔''

انھوں نے کسی دن اپنے بارے دعویٰ نہیں کیا کہ وہ امت میں سب سے افضل ہیں، نہ یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خلافت کی وصیت فرمائی تھی،

---

[1] صحیح مسلم [87/11]

Marfat.com

نہ یہ کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان پر ظلم کیا اور ان کا حق ہتھیا لیا۔ جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دوبارہ بیعت کی جو پہلی بیعت کی تاکید تھی، جس سے یہ بھی مقصود تھا کہ لوگ جان لیں وہ جماعت کے ساتھ ہیں اور ان کے دل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق کچھ نہیں ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خنجر اتارے گئے اور انھوں نے ان چھ افراد پر مشتمل شوریٰ بنا دی، جنھیں زندگی میں ہی جنت کی خوشخبری دی گئی تھی، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد انکار نہیں کیا، نہ یہ کہا کہ وہ ان تمام سے افضل ہیں۔ لوگوں میں سے کسی کے لیے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولے اور کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی وصیت کی تھی۔ جبکہ بذاتِ خود علی رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا، نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ایسی بات کہی، بلکہ انھوں نے حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی صحتِ خلافت پر اجماع کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا اعتراف کیا اور ان تمام کی جہاد اور شوریٰ وغیرہ میں معاونت کی، پھر تمام مسلمانوں نے بھی اسی پر اجماع کیا، جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ سو لوگوں میں سے کسی کے لیے جائز نہیں، نہ کسی جماعت کے لیے شیعہ ہوں یا کوئی اور کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وصی ہونے کا دعویٰ کرے اور کہے کہ ان سے پہلے کی خلافت باطل تھی، جیسا کہ یہ بھی کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا حق غصب کر لیا، بلکہ یہ باطل ترین

Marfat.com

موقف ہے، اور اصحابِ رسول ﷺ کے متعلق بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوءِ ظن ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امتِ محمدیہ ﷺ کو گمراہی پر جمع ہونے سے مامون و محفوظ کرلیا ہے، چنانچہ متعدد احادیث میں ہے:

«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُورَةً» [1]

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، اس کی مدد کی جائے گی۔''

لہٰذا یہ محال ہے کہ یہ امت اپنے افضل ترین ادوار میں باطل پر یعنی حضرت ابوبکر، عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت پر جمع ہوگئی ہو، جس کا اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا، نہ ہی وہ شخص کہ جسے حکمِ اسلام کے متعلق ادنیٰ بصیرت ہو۔ واللہ المستعان ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العظیم

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 325/2)

441- شیعہ گروہ اور ان کا حکم

شیعہ سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اہل بیت یعنی نبی کریم ﷺ کے قرابت داروں سے محبت کا دم بھرتا ہے، ان کی کئی جماعتیں اور فرقے ہیں، متکلمین نے ان کی تعداد بیس سے زائد بتائی ہے۔ ہمارے لیے ان سب پر ایک ہی حکم صادر کرنا ناممکن ہے بلکہ ضروری ہے، ہم دیکھیں کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ رب اور معبود ہیں جیسا کہ عبداللہ بن سبا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر واضح طور پر کہا ہے: آپ ہی اللہ ہیں، اس پر

[1] صحیح مسلم [1523/3]

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خندقیں کھودنے کا حکم دیا، پھر انھیں آگ میں جھلسا دیا کہ ان کی بات ہی اتنی بھیانک تھی۔ العیاذ باللہ!

ایسے ہی جس نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اہل بیت کے چند افراد کے سوا باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم مرتد ہوگئے تھے، وہ بھی کافر ہے، کیونکہ یہ بات شریعت اسلامیہ کے لیے موجب رد و قدح ہے، نیز یہ کہ ہم قرآن و سنت میں سے جو بھی ہماری طرف نقل کیا گیا ہے، ہم اس پر ایمان نہ لائیں، تو جب یہ اعتقادِ شریعت اسلامیہ کے رد و قدح اور خاتمے کو متضمن ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اسلامی شریعت کے ساتھ کفر ہے۔ اور جس نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ولی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں، وہ بھی کافر ہے، کیونکہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ ہم اس رافضی یا شیعہ شخص کے عقیدہ کو دیکھیں، اگر وہ کفر کا متقاضی ہے تو ہم اس پر کفر کا فتویٰ صادر کریں گے، اور اگر وہ کفر تک نہیں پہنچتا بلکہ بدعت پر مبنی ہے جو اسے فاسق دیتی ہے نہ کہ کافر تو ہم وہی حکم لگائیں گے جس کا اس کی بدعت تقاضا کرتی ہے۔

(ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 9/36)

442- شیعوں اور رافضیوں کے مابین فرق

رافضی شیعہ ہی ہیں بلکہ کہنا چاہیے کہ شیعہ رافضیوں کی نسبت عام ہیں۔ اس لیے کہ شیعہ کا اطلاق ان پر کیا جاتا ہے جو حد سے زیادہ اہل بیت کی تعظیم کرتے ہیں، اور رافضی وہ ہیں جنھوں نے تب جنابِ زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا جب وہ ان کے پاس آئے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال

Marfat.com

کیا، انھوں نے ان دونوں کی مدح و ستائش کی اور فرمایا: وہ دونوں میرے نانا (نبی ﷺ) کے وزیر تھے۔ تو انھوں نے انھیں چھوڑ دیا کیونکہ رافضی اپنی جہالت کے سبب سمجھتے ہیں کہ جس نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف کی اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کی اور جس نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کی اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا۔ یہ سراسر ان کی جہالت ہے، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حق والوں کے حق کو پہچانا اور علانیہ فرمایا کرتے تھے:

''اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔''

لیکن بعض رافضی کہتے ہیں، اس امت میں بدترین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ نسأل اللّٰه العافية!

وہ یہ بھی دعویٰ رکھتے ہیں کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے حمایتی ہیں، حالانکہ حضرت علی اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم ان کے طریقہ سے بَری ہیں، بلکہ بعض رافضی تو اپنے اماموں کی نسبت یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ ہمارے بعض امام اس مرتبۂ بلند پر فائز ہے، جہاں مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے، نہ کوئی نبی و رسول۔ یعنی ان کے امام نبیوں اور فرشتوں سے افضل ہیں، اس پر مستزاد ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ ان کے امام ہی کائنات کے مدبر ہیں، اور وہ اللہ عزوجل کو تدبیرِ کائنات سے خارج کر سکتے ہیں۔ نسأل اللّٰه العافية!

یہ شرکِ اکبر ہے جو دینِ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، جس نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات کا کوئی مدبر ہے تو وہ کافر و مرتد ہے، اگرچہ وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے، دعا کرے، حج کرے اور عمرہ کرے، سب بے سود ہوگا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾

[الفرقان: 23]

''اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔''

رافضیوں کے متعدد فرقے ہیں، لیکن جن کا مذکورہ بالا منہج ہو یعنی ان کے ائمہ میں سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی کائنات کا مدبر ہے تو وہ کافر ہے، اس کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 22/77)

443- رافضیوں کی مجالس میں شرکت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر رافضیوں کی منعقد کی جانے والی مجالس اور ان میں نوحہ و ماتم کرنا، نیز فوت شدگان اور اہلِ بیت کرام سے استغاثہ کرنا بدترین بدعت اور گمراہی ہے، اس کا ترک واجب ہے اور شرکت ناجائز ہے، وہاں جو کھانا پیش کیا جاتا ہے، اس کو کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم نے ایسے کام نہیں کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ »

''جس نے ہمارے اس دین میں وہ کچھ ایجاد کر لیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

یہ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے، دوسری حدیث پاک ہے:

« مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ »

Marfat.com

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔''

یہ صحیح مسلم میں ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اسے معلق بالجزم بیان فرمایا ہے، اس مفہوم کی احادیث کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

رہا فوت شدگان اور اہل بیت سے فریاد رسی کرنا تو یہ اہل علم کے اجماع کے مطابق شرکِ اکبر ہے، اس لیے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المومنون: 117]

''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن: 18]

''اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾

[الأحقاف: 6,5]

''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو

Marfat.com

قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔"

نیز فرمایا:

﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ [الفاطر: 14,13]

"وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔"

اس معنی کی آیات بہت زیادہ ہیں اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

Marfat.com

«اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ»[1] ''دعا عبادت ہی ہے۔''

صحیح مسلم میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ»[2]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا۔''

سو تمام شیعہ وغیرہ پر واجب ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک کے لیے خالص عبادت کریں اور غیر اللہ سے مدد مانگنا چھوڑ دیں، وہ فوت شدگان ہوں یا غائب یا اہل بیت سے ہوں یا کوئی اور۔ جیسا کہ جمادات کو پکارنا اور ان سے استغاثہ کرنا ناجائز ہے، وہ بت ہوں، درخت ہوں یا ستارے وغیرہ۔ اس کے دلائل اوپر بیان ہو چکے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد والوں کا بھی اس پر اجماع ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 321/8)

444- شیعہ فرقوں کی تفصیل

شیعہ کے متعدد گروہ ہیں، تھوڑے وقت میں ان کے متعلق بات کرنا آسان نہیں ہے، بلحاظِ اختصار، کچھ ان میں سے کافر ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت کرتے ہیں اور یا علی کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کی عبادت کرتے ہیں۔ بعض کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے امانت میں خیانت کی، دراصل نبوت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی نہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ ان میں دوسرے اور لوگ بھی ہیں، رافضیوں کا

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [2969]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [1978]

Marfat.com

ایک فرقہ امامیہ ہے جو اثنا عشری کہلاتا ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرستش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے امام فرشتوں اور نبیوں سے افضل ہیں، ان کی کئی اقسام ہیں، کچھ کافر اور کچھ غیر کافر ہیں۔ ان میں سب سے سہل و آسان وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی تین سے افضل ہیں، یہ کافر نہیں ہیں مگر خطا پر ضرور ہیں۔ یقیناً حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے نمبر پر ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ان سے افضل ہیں۔ اگر کوئی حضرت علی کو ان تین پر فضیلت دیتا ہے تو خطا کا مرتکب اور اجماعِ صحابہ کا مخالف ہے، لیکن وہ کافر نہیں ہوگا۔ ان کے متعدد طبقات اور اقسام ہیں، تفصیل کے لیے دیکھیں: "الخطوط العریضۃ" از محی الدین خطیب۔ "منھاج السنۃ" از شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ۔ اور "الشیعہ والسنۃ" از احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ۔ اس بارے اور بھی متعدد کتب ہیں، جنھوں نے ان کی اغلاط اور شر کی نقاب کشائی کی ہے۔ نسأل اللہ العافیۃ

ان میں سے خبیث ترین امامیہ، اثنا عشریہ اور نصیریہ ہیں جنھیں ''رافضہ'' کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ زید بن علی سے علاحدہ ہوگئے، جب انھوں نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے اظہارِ براءت کرنے سے انکار کر دیا۔ سو ہر اسلام کا دعویدار مسلمان نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ اس کے دعوے کو دیکھا جائے گا، جس نے اللہ وحدہ کی عبادت کی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جو کچھ وہ لائے، اس کی تصدیق و اتباع کی تو یہ ہے مسلمان، لیکن جس نے اسلام کا دعویٰ کیا اور وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عبادت کرتا ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عبادت کرتا ہے، بدوی کی پوجا کرتا ہے اور عیدروس وغیرہ کی پرستش کرتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ نسأل

Marfat.com

اللّٰه السلامة والعافية

اسی طرح جس نے دین کو گالی دی یا نماز ترک کی، وہ اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہے وہ مسلمان نہیں ہے، یا جس نے دین کا مذاق اڑایا، نماز، روزے، زکوۃ اور یا محمد ﷺ کا استہزاء کیا یا آپ ﷺ کی تکذیب کی یا کہا کہ آپ ﷺ جاہل تھے یا کہا کہ آپ ﷺ نے رسالت مکمل نہیں کی اور نہ واضح دین پہنچایا تو یہ سب کافر ہیں۔ نسأل اللّٰه العافية

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 257/28)

445- حدیث «لَا فَتىٰ إِلَّا عَلِيٌّ، وَلَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَار»

یہ حدیث بے بنیاد ہے، ممکن ہے شیعہ کی خود ساختہ ہو، اس کے متعلق ملا علی قاری رحمہ اللہ اپنی کتاب ”الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة“ المعروف ”الموضوعات الكبریٰ“ (ص: 384) میں فرماتے ہیں: حدیث: «لَا فَتىٰ إِلَّا عَلِيٌّ، لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارُ» بے اصل ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ اس کمزور سند سے مروی ہے، جسے حسن بن عرفہ عبدی نے ابوجعفر محمد بن علی باقر رحمہ اللہ کی حدیث سے بیان کیا ہے، انھوں نے کہا: جنگِ بدر میں ایک فرشتے نے جسے ”رضوان“ کہا جاتا تھا پکارا: «لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَار، لَا فَتىٰ إِلَّا عَلِيٌّ» اسے اسی طرح ”الرياض النضرة“ میں بیان کیا ہے اور کہا ہے: ذوالفقار نبی کریم ﷺ کی تلوار کا نام تھا، اس کا یہ نام رکھا گیا کیونکہ اس میں چھوٹے دندانے تھے۔ میں کہتا ہوں، جو چیزیں اس روایت کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے ہے کہ اگر جنگِ بدر کے دن آسمان سے یہ آواز

Marfat.com

دی جاتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے سنتے اور ائمہ عظام اسے نقل کرتے۔ بدر کے ارگرد نقارہ بجانے کے حوالے سے جو کچھ منقول ہے، یہ بھی اسی کے مشابہ ہے، جسے وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لے کر اب تک جدل و اختلاف کی خاطر فرشتوں کی طرف منسوب کرتے چلے آرہے ہیں، یہ عقلاً نقلاً باطل ہے، اگرچہ اسے ابن مرزوق نے ذکر کیا ہے اور قسطلانی نے "المواھب" میں اس کی پیروی کی ہے۔

(اللجنة الدائمة: 10652)

Marfat.com

زیدیہ

446- تعریف

یہ شیعہ ہی کا فرقہ ہے، اس کی نسبت اس فرقہ کے بانی زید بن علی زین العابدین کی طرف ہے، جنھوں نے شیعہ کے نظریے کو سیاست و حکومت میں داخل کیا، اس کی خاطر جہاد کیا اور اسی راہ میں جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ آپ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سب کی امامت کو صحیح سمجھتے تھے، ان میں سے کسی نے کسی صحابی رضی اللہ عنہم کی تکفیر نہیں کی۔ ان کے مذہب کے مطابق افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت درست ہے۔ (الموسوعة الميسرة: 76/1)

447- بعض مسائل میں زیدیہ کی معتزلہ سے موافقت

زیدی چند مسائل میں معتزلہ کے ہمنوا ہیں۔ جیسا کہ آسمان کے دروازے، صفات، تقدیر، منزلہ بین المنزلتین۔ جبکہ اہل سنت اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، غیر مخلوق ہے، اسی سے شروع ہوا اور اسی کی طرف لوٹے گا۔

(فتاویٰ الشبكة الإسلامية: 7540)

448- کیا امام شوکانی رحمہ اللہ زیدی تھے؟

پہلے پہل امام شوکانی رحمہ اللہ زیدی تھے، پھر متبحر عالم و محقق ہو گئے، آپ دلیل تلاش کرتے اور ہمیشہ اس کی اتباع کا شوق رکھتے، وہ تمام ذرائع علوم

Marfat.com

جیسا کہ لغت، اصول اور اصطلاحات میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ علم تفسیر، حدیث، فقہ اور اقوال سلف میں بھی کامل دسترس تھی، انھوں نے اپنی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ اور سیوطی رحمہ اللہ کی تفاسیر سے استفادہ کیا ہے، حتی کہ بعض نقادوں کے نزدیک آپ رحمہ اللہ نے ان دونوں تفاسیر کو بطور خاص سامنے رکھا ہے، جیسا کہ ''نیل الاوطار'' میں ''فتح الباری'' از ابن حجر رحمہ اللہ اور اس طرح ان کی دیگر کتب ''التلخیص'' اور ''لسان المیزان'' سے استفادہ کیا ہے، نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن حزم رحمہم اللہ کی کتب سے بھی مدد لی ہے۔

یہ دونوں کتابیں بطورِ خاص زیدی مذہب کی عکاسی نہیں کرتیں، ان کے مطالعہ کرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مؤلف ہمیشہ دلیل اور مذہب اہل سنت کا ساتھ دیتا ہے، پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ انبیاء کے بعد کوئی معصوم نہیں، لیکن عالم کی نیکیوں کے سمندر اس کی خطاؤں کو بہا لے جاتے ہیں۔

(الشبكة الإسلامية: 76057)

449- زیدیہ کے بنیادی مسائل

اہل ایمان میں سے کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ درست تھے اور ان کے مخالفین غلطی پر تھے، واقعہ تحکیم میں وہ صحیح تھے اور دونوں ثالثوں نے خطا کی تھی۔ ان کی رائے میں ظالم حکمرانوں کے خلاف تلوار اور علم بغاوت بلند کیا جا سکتا ہے نیز یہ کہ فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

(عبدالرزاق عفیفی: الفتاویٰ: 95/1)

Marfat.com

450- امامت کے مسئلہ میں زیدیہ کا موقف

زیدیہ کے نزدیک افضل کی موجودگی میں مفضول امام کروا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت کو صحیح جانتے ہیں حالانکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان تینوں سے افضل قرار دیتے ہیں۔

(فتاویٰ الشبكة الإسلامية: 7540)

451- مسئلہ شفاعت میں زیدیہ کی گمراہی کا سبب

ان کی گمراہی کا سبب ان دلائل سے استدلال ہے جن سے مراد کفار اور وہ شخص ہے جو کفر کی حالت میں مرے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴾ [المؤمن: 18]

''ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔''

اور اسی طرح کے دیگر دلائل جن سے مقصود کفار ہیں، جیسا کہ وہ وعید والی آیات و احادیث کے عموم سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ جیسا کہ جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا ﴾ [النساء: 93]

''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے۔''

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

Marfat.com

اَبَدًا﴾ [الجن: 23]

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔''

﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [النساء: 14]

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا» ❶

''دو قسم کے لوگ جہنم میں جائیں گے، میں نے انھیں نہیں دیکھا۔''

وعید والی نصوص کے متعلق اہل سنت کا منہج یہ ہے کہ انھیں گنہگار موحدوں کے ساتھ خاص کیا جائے۔ اس طرح ان تمام نصوص کے مابین جمع و تطبیق ہو جاتی ہے جس سے کلامِ الٰہی کے بعض کا بعض سے تعارض لازم آتا ہے نہ نصوص کی باہمی تکذیب۔ (الشبكة الإسلامية: 47303)

452- زیدی فرقے

زیدیہ کے تین فرقے ہیں: ① جارودیہ، ② سلیمانیہ، اور ③ بتریہ

جارودیہ: یہ ابو جارود زیاد بن منذری عبدی کے پیروکار ہیں جو 150ھ میں فوت ہوا تھا۔ ابو جعفر باقر نے ان کا نام ''حزب الشیطان'' رکھا تھا۔ ان کا

❶ صحیح مسلم [2128/125]

Marfat.com

دعویٰ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت وصف سے بیان کی تھی نہ کہ اسم سے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ترک کرنے کی وجہ سے کافر ہوگئے تھے، اسی وجہ سے انھوں نے زید بن علی کی امامت کی مخالفت کی۔ ابو جارود کے ساتھیوں میں سے فضیل الرسان اور ابو خالد واسطی ہیں۔

سلیمانیہ: یہ سلیمان بن جریر زیدی کے پیروکار ہیں جو ابو جعفر منصور کے دور میں ظاہر ہوا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ امامت ایک مشورہ ہے اور یہ امت کے دو بہترین آدمیوں سے بھی منعقد ہوجاتی ہے، اور افضل کی موجودگی میں مفضول کے لیے بھی منعقد ہوجاتی ہے، لیکن انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب واقعات کی وجہ سے ان کی تکفیر کی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑائی کے اقدام کے سبب حضرت عائشہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی ہے، یہ حضرات عقیدہ بدا اور تقیہ کی وجہ سے رافضیوں پر بھی طعن کرتے ہیں۔

بتریہ اور صالحیہ: بتریہ کثیر النواء کے پیروکار ہیں، اس کا لقب الأبتر تھا اس نے ۱۷۹ھ میں وفات پائی، اور ''صالحیہ'' حسن بن صالح کوفی ہمدانی (۱۶۷ھ) کے پیروکار ہیں۔ امامت کے متعلق ان کا مذہب ''سلیمانیہ'' کی طرح ہے مگر یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ان کی طرف منسوب واقعات کی وجہ سے ان کی تکفیر میں توقف اختیار کرتے ہیں، اس طرح آپ رضی اللہ عنہ کے قائلین کی تکفیر کے بارے بھی تأمل کا شکار ہیں۔ ''مقامات الإسلامیین'' میں مذکور ہے کہ زیدیہ کے چھ فرقے ہیں، باقی تین یہ ہیں: النعیمیہ، یہ نعیم بن یمان کے پیروکار ہیں۔ الیمانیہ، یہ محمد بن یمان کے پیروکار ہیں۔ اور الیعقوبیہ: یہ یعقوب بن علی کوفی کے حاشیہ نشین ہیں۔ (عبدالرزاق عفیفی: الفتاویٰ: 96/1)

Marfat.com

صوفیہ

453- تصوف کا معنی

کہا جاتا ہے کہ صوفیہ صفہ کی طرف منسوب ہیں کہ ان کی مشابہت جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہے۔ وہ بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے صفہ کی طرف پناہ پکڑتے تھے۔ یہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ صفہ کی طرف نسبت "صفی" ہے، فا کی تشدید اور یا نسبت کے ساتھ، اس میں واؤ نہیں آتا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ "صفوۃ" کی طرف منسوب ہیں کہ ان کے دل اور اعمال صاف ہوتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ اس لیے کہ "صفوۃ" کی نسبت صفوی ہے۔ اس لیے بھی کہ ان میں بدعت اور فسادِ عقیدہ غالب ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ "صوف" کی طرف منسوب ہیں، کیونکہ یہ صوف (اُون) ان کے لباس کا شعار اور امتیازی علامت ہے۔ یہ قول لغت اور قرارِ واقعی کے زیادہ قریب ہے۔ (اللجنة الدائمة: 6899)

454- موجودہ صوفی ازم کے متعلق اسلام کا حکم

آج جسے تصوف کا نام دیا جاتا ہے، اس میں شرک اور دیگر کئی بدعات کثرت سے پائی جاتی ہیں، جیسا کہ ان کا یہ کہنا ہے: "یا سید" ان کا قطبوں کو پکارنا اور اجتماعی ذکر جس میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا جاتا، جیسا کہ ھوھو اور آہ آہ،

Marfat.com

آہ کرنا۔ جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے، وہ ان کی کثیر شرکی بدعات اور دیگر بداعمالیوں کو جانتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 9406)

455- اوراد و اذکار

سوال صوفیوں کے سلسلوں اور ان اوراد کا حکم جو انھوں نے منظوم انداز سے لکھے ہیں اور نمازِ فجر سے پہلے اور مغرب کے بعد پڑھتے ہیں، نیز اس شخص کا حکم جس نے دعویٰ کیا کہ اس نے بحالتِ بیداری نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے اور آپ ﷺ پر یوں سلام کہا: "السلام علیك یا عین العیون وروح الأروح؟"

جواب جو سلسلے اور اوراد آپ نے ذکر کیے ہیں، سب بدعات و ایجادات ہیں، ان میں ہی سے سلسلہ تیجانیہ اور کتانیہ ہے، ان کے صرف وہی اوراد و وظائف درست ہیں جو قرآن مجید اور سنت کے موافق ہیں اور جو مذکور ہے کہ ایک شخص کتانی کے پاس آیا تو آپ ﷺ کو اس کے پہلو میں بیداری کی حالت میں دیکھا اور کہا: ''السلام علیک یا عین العیون'' یہ باطل اور من گھڑت ہے، نبی کریم ﷺ کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد بحالت بیداری نہیں دیکھا جا سکتا، اور آپ ﷺ قبر مبارک سے قیامت والے دن ہی نکلیں گے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ [المومنون: 16,15]

''پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔''

Marfat.com

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ❶

''میں وہ ہوں جس کی زمین (قبر) قیامت کے روز سب سے پہلے پھٹے گی۔'' (اللجنة الدائمة: 7140)

456- صوفیہ کے سلسلوں کی طرف منسوب ہونے کا حکم

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

« صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَ وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَا ذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ: أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافاً كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ » ❷

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے، ہمیں پُر اثر وعظ کیا، جس سے آنکھیں بہ پڑیں اور دل کانپ اٹھے۔ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ الوداع کہنے

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [2412]

❷ سنن أبي دواد، رقم الحديث [4607]

Marfat.com

والے کی نصیحت معلوم ہوتی ہے، آپ ﷺ ہم سے کیا عہد و پیمان لینا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں اللہ کے ڈر اور سمع و طاعت کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر بن جائے۔ میرے بعد تم میں سے جو بھی زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا، سو تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت لازم ہے، اس سے چمٹ جانا اور ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لینا، اور نئے کاموں سے بچنا کہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ مطلع فرما گئے کہ آپ ﷺ کی امت میں بہت زیادہ اختلاف ہوگا، راستے اور منہج بکھر جائیں گے اور بدعات و خرافات زیادہ ہو جائیں گی۔ مسلمانوں کو حکم دیا کہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لیں، آپ ﷺ کی سنت سے لو لگائیں اور اسے ڈاڑھوں کی مضبوطی سے پکڑ لیں اور انھیں تفرقہ بازی، اختلاف اور بدعات و خرافات کی پیروی سے ڈرایا، کیونکہ یہ گمراہ کن اور تکلیف دہ راستے ہیں، جو ان پر چلا فرقہ بندی کا شکار ہوا۔ آپ ﷺ نے انھیں وہی وصیت کی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو کی ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران: 103]

''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

[الأنعام: 153]

Marfat.com

”اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔“

سو ہم آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی وصیت کے مطابق نصیحت کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے منہج کو اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہیں اور آپ کو ان سلسلوں سے ڈراتے ہیں جو صوفیہ نے ایجاد کیے۔ جن میں صوفی ازم، بدعتی اذکار، غیر مشروع اوراد، شرک سے بھری دعائیں یا ایسی دعائیں جو شرک کا ذریعہ ہیں، جیسا کہ غیر اللہ سے فریاد رسی کرنا، اور اللہ تعالیٰ کا مفرد ناموں ”اللہ، اللہ“ اور کلمہ ”آہ“ سے ذکر کرنا، حالانکہ یہ اسماءِ حسنیٰ میں سے نہیں ہے، ان کا دعا میں مشائخ کو وسیلہ بنانا، ان کا یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ دلوں کے جاسوس ہیں اور دلوں کی چھپی باتوں کو جانتے ہیں اور حلقے بنا کر مترنم گیتوں سے بیک آواز ہو کر اللہ تعالیٰ کا اجتماعی ذکر کرنا وغیرہ، یہ ان کے ایسے اعمال ہیں جو کتاب الٰہی اور سنت رسول اللہ ﷺ سے نہیں ملتے۔ (اللجنة الدائمة: 948)

457- صوفیہ کے متعلق اسلام کا موقف

کہا جاتا ہے کہ صوفیہ کا لفظ ”صفا“ سے مشتق ہے، دوسرا قول ہے کہ یہ ”صفوۃ“ سے مشتق ہے، جبکہ ایک قول ”صوف“ سے مشتق ہونے کا ہے اور یہی زیادہ قریب ہے، اس لیے کہ وہ اپنے ابتدائی زمانہ ظہور میں زہد اور سادگی کے طور پر اُون کے لباس پہنتے تھے۔ صوفیہ کے کئی اعتقادات ہیں، جن میں کفرِ صریح بھی پایا جاتا ہے، جیسا کہ ان کا وحدت الوجود کا عقیدہ ہے کہ وہ صرف رب کا

Marfat.com

مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جو نشانیاں بھی دیکھی جا رہی ہیں، درحقیقت وہ اللہ ہی ہے، بلاشبہ یہ صریح کفر ہے۔ ان میں کچھ اسلام سے کٹ جاتے ہیں، ان کے کئی متفاوت درجات ہیں۔ میں سائل کو نصیحت کروں گا کہ کتاب "هذه هي الصوفية" از شیخ عبدالرحمٰن وکیل کا ضرور مطالعہ کرے، کیونکہ انھوں نے اس کتاب میں واضح کیا ہے کہ یہ صوفیہ جو اہل معرفت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، درحقیقت لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جاہل ہیں، اس لیے کہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے رسول اللہ ﷺ تھے، پھر خلفاءِ راشدین اور پھر ان کے بعد آنے والے۔ یہی سب سے بڑے عارف تھے، جو ان کے راستے سے ہٹ کر چلے گا تو وہ اللہ کے متعلق اتنا جاہل ہوتا جائے گا جتنا کہ نبی ﷺ اور خلفاءِ راشدین کے طریقے سے ہٹتا جائے گا۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5/23)

458- صوفیہ کا شرکیہ عقیدہ

سوال صوفیہ کی اس بات کا کیا مطلب ہے کہ فلاں صاحبِ وقت ہے اور وہ اہل تصریف میں سے ہے؟ جو یہ اعتقاد رکھے اس کا کیا حکم ہے؟ اگر اس کا علم ہو تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب فلاں صاحب وقت ہے ...اس کا مطلب ہے کہ یہاں انسانوں میں سے کوئی ہے کہ مخلوق کے کام جس کے سپرد ہیں اور ان کے امور میں تصرف پر اسے قدرت حاصل ہے، وہ ان کی سختیوں کو کشادگیوں میں بدلتا، آزاد کرتا، رنج وغم سے نجات دیتا اور جو چاہے بھلائیاں عطا کرتا ہے، جو یہ عقیدہ رکھے وہ توحید ربوبیت اور مخلوق کے امور کی تدبیر میں اللہ کے ساتھ شریک بنانے والا

Marfat.com

ہے، ان کے پیچھے نماز درست نہیں، اسے مسلمانوں کا حاکم نہیں بنایا جا سکتا نہ نماز میں ان کا امام مقرر کیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس کا کفر صریح اور شرک واضح ہے، وہ پہلی جاہلیت کے شرک سے بھی بدتر ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴾ [يونس: 32,31]

”کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ”اللہ“ تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟“

اس بارے میں اور بھی کئی آیات موجود ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 2612)

459- انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی بشر کے لیے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرنا ممکن ہے؟

انبیاء و رسل علیہم السلام کے علاوہ کوئی انسان ایسا نہیں جو براہِ راست اللہ تعالیٰ سے وحی کا علم خبر یا تشریع کی صورت حاصل کر سکے۔ محض سچے خواب ہیں، جنھیں

Marfat.com

نیک آدمی دیکھتا یا نیند میں اسے دکھائے جاتے ہیں نہ کہ بحالتِ بیداری۔ یہ وحی کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہیں، اور دوسری چیز سچی فہم و فراست ہے، جو الہام کی قسم ہے، جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تھی، لیکن یہ خواب اور فہم و فراست انبیاء و رسل علیہم السلام کے علاوہ کسی کی بھی ہو، دین میں دلیل بن سکتی ہے اور نہ اس کی تصدیق واجب ہے، خوابوں اور فراستوں میں بہت زیادہ التباس اور سچ و جھوٹ کی آمیزش ہوتی ہے، سو ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، الا یہ کہ انبیاء و رسولوں علیہم السلام کے خواب ہوں، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بھروسا نہیں کیا، حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوابوں اور آراء پر بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بس اسی پر اعتماد کیا جو وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ (اللجنة الدائمة: 2612)

460- صوفیہ کے رقص و غنا کا حکم

سب سے بہتر کلام اللہ تعالیٰ کا اور بہترین ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور سب سے برے کام دین میں نئے کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے قولاً، عملاً اور اعتقاداً دین کو مکمل فرما دیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدة: 3]

”آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول، فعل اور تقریر سے دین کو بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور اقرار نقل کر دیے ہیں، تو دین اپنے قواعد اور بیان و نقل کی جہت سے مکمل ہے، اور ذکر عبادات کی ایک قسم

Marfat.com

ہے اور عبادات کی بنیاد توقیف پر ہے، جس نے کوئی عبادت مخصوص کی، اس کے لیے وقتِ معین کی تحدید کی یا ادا کرنے کی خاص کیفیت مقرر کی، اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا، جو کچھ سوال میں مذکور ہے، ہمیں اس کی شرعاً کوئی قابل اعتماد بنیاد معلوم نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»

''جس نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

سوال میں مذکور چیزیں بھی از نوع مردود ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 2612)

461- کیا نبی کریم ﷺ نزول وحی سے قبل قرآن مجید کا علم رکھتے تھے، جیسا کہ صوفیہ کا خیال ہے؟

قرآن اپنے حروف و معانی کے ساتھ کلامِ الٰہی ہے، اور قرآنِ مجید کا سب سے پہلا حصہ جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا، وہ سورت ''اقرأ'' ہے، پھر قرآن مجید آہستہ آہستہ تیئس سال نازل ہوتا رہا، اللہ عزوجل نے واضح فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نزول قرآن سے قبل اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ ﴾ [الشورىٰ: 52]

''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔''

Marfat.com

اس سے مترشح ہو گیا کہ صوفیہ کا یہ خیال کہ رسول اللہ ﷺ نزولِ وحی سے قبل قرآن مجید کا علم رکھتے تھے، صحیح نہیں ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے متعلق بغیر علم کے بات کرنا ہے۔ اسی طرح دیگر لوگوں کی یہ بات بھی کہ آپ ﷺ علم غیب رکھتے تھے، باطل اور کفر و ضلالت ہے، اس لیے کہ غیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ فرمایا:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

[النمل: 65]

''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔''

(اللجنة الدائمة: 3544)

462- کوئی ولی وفات پا جائے تو وہ آسمان کی طرف نہیں چڑھتا

سوال کیا لوگوں کی یہ بات صحیح ہے کہ جب ولی فوت ہو جاتا ہے اور قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو فرشتے آتے ہیں، اسے قبر سے نکالتے ہیں اور اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں؟

جواب یہ درست نہیں ہے، صرف روح کو لے کر چڑھا جاتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، بشرطیکہ مومن ہو اور اگر روح کافر ہو تو اسے زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 7781)

463- صوفیہ کے اس قول کی تردید کہ ذکر نماز سے افضل ہے

ان کی دلیل یہ ہے:

﴿وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ [العنكبوت: 45]

Marfat.com

''اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے کثرت سے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے، فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴾ [الأحزاب: 42,41]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو، بہت یاد کرنا۔ اور اس کی تسبیح کرو، پہلے پہر اور پچھلے پہر۔''

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس کے ذکر سے دلوں کو اطمینان پہنچتا ہے:

﴿ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴾ [الرعد: 28]

''سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔''

اور تنہائی میں ذکر کرنے سے جس کی آنکھیں بہہ پڑیں اسے نبی کریم ﷺ نے ان سات آدمیوں میں شمار کیا ہے، جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کا سایہ نصیب کریں گے جس دن کسی کا سایہ نہیں ہوگا، اور آپ ﷺ نے ہمارے سامنے ذکر کرنے والے اور ذکر نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ سے بیان کی ہے، ذکر میں دلوں کی حیات و اطمینان اور نفوس کی صفائی و طہارت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی عظیم فضیلت ہے۔

بلاشبہ نماز افضل ترین اذکار جیسا کہ تلاوتِ قرآن، تکبیر، تہلیل، تسبیح، تحمید اور شہادتین پر مشتمل ہے، اور اللہ کے کلام کی فضیلت اس کے بندوں کے کلام پر ایسے ہی ہے، جیسے اس کی فضیلت بندوں پر ہے، اور سب سے افضل ذکر جو رسول اللہ ﷺ نے اور سابقہ انبیاء علیہم السلام نے کیا وہ ''لا إلہ إلا اللہ'' ہے اور وہ نماز

Marfat.com

میں موجود ہے، نیز نماز رکوع و سجود پر مشتمل ہے، اور بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب بحالتِ سجدہ ہوتا ہے، تو نماز کے علاوہ ذکر کو نماز پر فضیلت دینا اگر اس سے اعلیٰ پر تفضیل نہ ہو تو یہ چیز کو خود اپنے آپ پر فضیلت دینے کی قبیل سے ہو جائے گا، جو صحیح نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ [العنکبوت: 45]

''اور نماز قائم کر، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔''

کا مطلب ہے کہ نمازیں اپنے اوقات پر فرض ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے بیان فرمایا ہے، جب مسلمان انھیں اس مسنون انداز سے ادا کرتا ہے تو یہ اس کے گناہوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے برائیوں کے ارتکاب سے بچالیں گے، اور اللہ تعالیٰ کا تمھیں یاد کرنا جبکہ تم اس کا ذکر کرتے ہوئے زیادہ عظمت والا اور اجر و ثواب کے اعتبار سے سب سے افضل ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ ﴾ [البقرة: 152]

''سو تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا۔''

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں یہی موقف اختیار کیا ہے، مفسرین کی ایک جماعت نے ان کی موافقت کی ہے، ان کا اعتماد کثیر صحابہ و تابعین کے اقوال پر ہے۔ (اللجنة الدائمة: 948)

Marfat.com

464- شیخ کا مرید کو اجازت نامہ

سوال بعض صوفیہ کہتے ہیں: شیخ مرید کو اس طرح اجازت نامہ دیتا ہے کہ اے مرید! جا میں نے تجھے اجازت دی کہ تو ایک سو چالیس مرتبہ لا إلٰہ إلا اللہ کا ذکر کر سکتا ہے۔ بایں طور کہ اس کا سلسلہ اسناد نبی ﷺ تک، پھر حضرت جبرائیل تک اور پھر اللہ تعالیٰ تک بیان کر۔ کیا یہ بات صحیح ہے یا غلط، اور کیا یہ اجازت نامہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے یا کہ بدعت ہے؟

جواب بندوں کا اپنے رب کا ذکر کرنا ان کے مشائخ کی اجازت پر موقوف نہیں ہے، وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر تلاوتِ قرآن مجید اور ان ماثور و منقول اذکار سے کریں گے جو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں، جیسا کہ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا إلٰہ إلا اللہ اور اللہ اکبر وغیرہ ہیں کہ ان کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کی ترغیب وتحریض دلائی ہے۔ صوفیہ کے مشائخ یا مریدین میں سے جس کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہر نام کا ایک خادم ہے، یا اللہ تعالیٰ کے مشروع کردہ ذکر کے آگے ایک رکاوٹ ہے، حتی کہ شیخ مرید کو ذکر کرنے کی اجازت دے دے تو اس نے دین میں بدعت کا ارتکاب اور اللہ و رسول ﷺ پر افترا بازی کی۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ میں ایسی کسی بات کا ثبوت نہیں ملتا۔ بعض صوفیہ کا یہ خیال محض بدعت ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»

"جس نے ہمارے اس دین میں وہ کچھ ایجاد کر لیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔" (اللجنة الدائمة: 948)

Marfat.com

465- فوت شدہ ولیوں کے لیے جشن کا انعقاد

نبی کریم ﷺ اور صحابہ وسلف صالحین کے زمانے میں نیک اور صالح فوت شدگان کے جشن منعقد کیے جاتے تھے نہ کھانے پکائے جاتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے میلاد پر آپ ﷺ کی زندگی میں اور نہ وفات کے بعد کوئی مجلس منعقد کی، اور نہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کھانا تیار کیا۔ سو نبی کریم ﷺ کا میلاد منانا یا کسی نیک بزرگ یا قومی لیڈروں کا یومِ ولادت منانا، اس کے لیے مجلس بپا کرنا، پیدائش کے حوالے سے تألیف شدہ مواد پڑھنا اور آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت حاضرین کا اس خیال سے کھڑے ہوجانا کہ آپ ﷺ اس وقت موجود ہیں، اور نبی کریم ﷺ، کسی خلیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کا جشنِ ولادت منانا اور وہاں کھانا کھانا بدترین بدعات ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا احترام اور محبت آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران: 31]

”کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اور نیک لوگوں کا احترام اور محبت اس چیز میں ان کی متابعت میں ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور سنت کے مطابق ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے نبی ﷺ اور ان کے بعد خلفاءِ راشدین کی سنت کو حرزِ جاں بنائیں، صالحین کے متعلق غلوّ سے احتراز کریں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

« لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارىٰ ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ »[1]

”مجھے اس طرح نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم علیہ السلام کو بڑھایا، میں محض ایک بندہ ہوں، سوتم بھی اللہ کا بندہ اور رسول ﷺ ہی کہو۔“

یہ صحیح بخاری میں ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ »[2]

”دین میں غلوّ (حد سے بڑھ جانے سے بچو) تم سے پہلے لوگوں کو غلوّ ہی نے ہلاک کر دیا۔“ (اللجنة الدائمة: 948)

466- اللہ تعالیٰ کو ”یا ھو“ کہہ کر پکارنا، اور مراد ”اللہ“ لینا

متکلم، مخاطب اور غائب کی ضمیریں مطلق طور پر متکلم، مخاطب اور غائب سے کنایہ ہیں، یہ لغوی اور شرعی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نام نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ نام نہیں رکھتے، ان ضمائر سے اسے پکارنا ایسے ناموں سے پکارنا ہے، جو اس کے نہیں ہیں، لہٰذا ناجائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد ہے کہ اس

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3261]

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3029]

Marfat.com

کے وہ نام رکھنا جو قرارِ واقعی میں نہیں ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا وہ انداز ہے جو اس نے مشروع نہیں قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

[الأعراف: 180]

''اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (اللجنة الدائمة: 3867)

467- عالم بیداری میں نبی ﷺ کی رؤیت

نبی ﷺ کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد دنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا، صرف خواب میں دیکھا جا سکتا ہے، جس نے آپ ﷺ کو خواب میں آپ ﷺ کی شکل وصورت میں دیکھا، اس نے آپ ﷺ ہی کو دیکھا، اس لیے کہ شیطان آپ ﷺ کا رُوپ نہیں دھار سکتا۔ اس بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں۔ رہا بعض صوفیوں کا یہ دعویٰ کہ وہ نبی ﷺ کو بحالتِ بیداری دیکھتے ہیں، یہ باطل ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ (اللجنة الدائمة: 9450)

468- بریلویوں کے اعتقادات

① نبی ﷺ مطلق طور پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نائب ہیں، عالم آپ ﷺ کے تصرف کے ماتحت ہے، آپ ﷺ اس میں جو چاہیں کریں، اپنی مرضی

Marfat.com

سے جو چاہیں کسی کو عطا کریں، جو چاہیں کسی سے چھین لیں، آپ ﷺ کے حکم کو کوئی ردّ کرنے والا نہیں، نہ ہی کوئی آپ ﷺ کے حکم کی گرفت کر سکتا ہے اور وہ کہتے ہیں: جس نے آپ ﷺ کو مالک نہ مانا وہ سنت کی حلاوت سے محروم رہا۔

② آپ ﷺ کے بعد ولیوں کے پاس کائنات میں تصرف کی قدرت ہے۔

③ انھوں نے نبی کریم ﷺ کے متعلق غلوّ سے کام لیا ہے اور آپ ﷺ کو مرتبۂ الوہیت تک پہنچا دیا ہے، احمد رضا خان ''حدائق بخشش'' میں رقمطراز ہیں:

''یعنی اے محمد ﷺ! میں طاقت نہیں رکھتا کہ آپ ﷺ کو اللہ کہوں، اور نہ میں یہ طاقت رکھتا ہوں کہ آپ دونوں (اللہ و محمد ﷺ) کے درمیان فرق کرسکوں، سو آپ ﷺ کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، وہی آپ ﷺ کی حقیقت کو جانتا ہے۔''

④ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی ﷺ اس وقت مخلوق کے افعال پر حاضر و ناظر ہیں، اور ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ وہ آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو اللہ کے نور میں سے نور قرار دیتے ہیں۔

⑤ وہ اپنے پیروکاروں کو انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ سے فریاد رسی کی تعلیم و ترغیب دیتے ہیں اور جو ان کی تردید کرے، اس پر الحاد کی تہمت لگاتے ہیں۔

⑥ وہ ''اسقاط'' کے قائل ہیں اور وہ ہے: میت کی طرف سے اتنی مقدار میں دیا جانے والا صدقہ جتنی کہ اس نے نمازیں اور روزے وغیرہ ترک کیے ہیں، اس صدقہ کی مقدار میت کی چھوڑی ہوئی ہر نماز اور ہر روزے کے بدلے معروف صدقہ فطر کی مقدار کے برابر ہے۔

Marfat.com

یہ باطل عقائد ہیں، جس نے یہ اعتقاد رکھا وہ کافر اور دینِ اسلام سے خارج ہے، اس نے منہجِ توحید کو پھینکا ہے، اس کے پیچھے نماز بھی جائز نہیں ہے۔
(الشبكة الإسلامية: 10931)

469- بریلویوں کا اعتقاد کہ نبی ﷺ کا سایہ نہیں تھا

یہ باطل قول ہے اور قرآن وسنت کی ان واضح نصوص کے خلاف ہے جو آپ ﷺ کے بشر ہونے پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنی بشری تکوین و بناوٹ میں دیگر لوگوں سے مختلف نہیں تھے، اور آپ ﷺ کا سایہ تھا، جس طرح کہ ہر انسان کا سایہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو نبوت و رسالت کا اعزاز بخشا ہے، اس سے آپ ﷺ ماں باپ سے پیدا کردہ اس بشری وصف سے نکل نہیں جاتے، جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تخلیق فرمائی، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ [الكهف: 110]

''کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ [إبراهيم: 11]

''ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم نہیں ہیں مگر تمھارے جیسے بشر۔''

اور جو روایت بیان کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے نور سے پیدا کیے گئے، وہ من گھڑت حدیث ہے۔ (اللجنة الدائمة: 6534)

Marfat.com

470-"أوراد الطريقة البرهامية" نامی کتاب کے مطابق عبادت کرنا

اس کتاب کی تعلیمات کے مطابق عبادت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں فوت شدگان کے لیے قرآن پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے، بلکہ مخصوص فوت شدگان کے لیے محسوس ہوتا ہے ان کے تبرک کی خاطر ان کے لیے تلاوت کی جاتی ہے، جیسا کہ "فواتح اہل السلسلۃ" میں ہے، اس کی بدعات میں سے ہے کہ ان فوت شدگان کے لیے ابتدائی سورتوں کی تلاوت کو اوراد کی چابی قرار دیا گیا ہے، اسی طرح ان کا ایک ورد "اساس" ہے، جسے فجر اور عصر کے بعد پڑھا جاتا ہے، اس ذکر کے وقت کی تحدید سراسر بدعت ہے، اسی طرح "بسم اللہ" سو بار پڑھنے کی تحدید، اور سو بار "یا دائم" کے کلمہ سے ذکر کرنا۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں، نہ یہ ذکر نہ وقت اور نہ عدد، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف "بسم اللہ" کو بطورِ عبادت تکرار سے پڑھا ہو۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "یادائم" کے کلمہ سے کبھی ذکر الٰہی کیا۔

اسی طرح اس کتاب میں دعا مانگتے وقت عرش، کرسی اور نورِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بنانے کا ذکر ہے، یہ مندرجہ ذیل عنوان کے تحت ہے: "التحصين الشريف والغوثية" اور اس کے "الحزب الكبير" میں بدعتی دعائیں ہیں۔ نیز سورتوں کی ابتداء میں پائے جانے والے حروفِ مقطعات اور چند مجہول نامعلوم ناموں کو وسیلہ بنایا گیا ہے، جو عربی زبان کے بھی نہیں ہیں، جیسے کہ کد کد، کردد کردد، کردہ کردہ، دہ دہ، بہا بہا بہا، بہیا بہیا بہیا، بہیات بہیات بہیات، اور جیسا کہ ابن مشیش کی نماز میں عجیب وغریب کلمات پائے جاتے

Marfat.com

ہیں، مثلاً اس نے نبی ﷺ کے متعلق کہا ہے:

"ولا شيء إلا وهو به من منوط إذ لولا الواسطة لذهب كما قيل الموسوط"

اور اس نے دعائیہ الفاظ یوں کہے ہیں:

"وأنشلني من أوحال التوحيد وأغرقني في عين بحر الوحدة حتى لا أرىٰ ولا أسمع ولا أجد ولا أحس إلا بها..."

نیز اس کتاب میں نبی ﷺ، اہل بیت، شافعی، بدوی اور رفاعی کو وسیلہ بنانے کی تعلیم دی گئی ہے اور غیر اللہ سے فریاد رسی کا ذکر ہے، یہ سب "التوسل" کے عنوان سے ایک نظم کے تحت مذکور ہے، اور بھی کئی بدعات وخرافات اور شرکیہ امور و وسائل کا ذکر ملتا ہے، بنا بریں ان اوراد سے عبادت کرنا جائز نہیں ہے، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ تلاوتِ قرآن پاک، اذکار اور ثابت شدہ دعائیں کرے جو نبی کریم ﷺ کی سنت سے ثابت ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 4911)

471- طریقہ تیجانیہ کے ورد کے ساتھ عبادت کرنا

طریقہ تیجانیہ بہت برا طریقہ ہے، رسول اللہ ﷺ کی سنت و طریقہ سے یکسر مختلف ہے، بلکہ اس میں شرکیہ بدعات ہیں جو ایسا اعتقاد رکھنے والے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے کو دینِ اسلام سے خارج قرار دیتی ہیں۔ العیاذ باللہ!

ان اوراد میں چونکہ بدعات ہیں، لہٰذا ان کے ذریعے سے عبادت کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اذکار عبادات سے ہیں اور عبادات توقیفی ہیں، ان میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، جبکہ قرآن مجید کی تلاوت اور وہ ذکر و دعا جس کی رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دی، جو

Marfat.com

دواوینِ سنت میں موجود ہیں، نیز ان کتب میں جو اس بارے مخصوص ہیں، جیسے ''ریاض الصالحین'' از امام نووی رحمہ اللہ ''الکلم الطیب'' از امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''الوابل الصیب'' از امام ابن قیم رحمہ اللہ اور ''الاذکار'' از امام نووی رحمہ اللہ وغیرہا۔

(اللجنة الدائمة: 2139)

472- فرقہ جعفریہ کا حکم جو سختیوں کے وقت حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو پکارتے ہیں

اگر معاملہ ایسے ہی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ جعفریہ حضرت علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اور اپنے بڑوں سے التجائیں کرتے ہیں تو وہ مشرک اور اسلام سے خارج و مرتد ہیں۔ والعیاذ باللہ!۔ ان کے ذبیحے کھانا حرام ہے، کیونکہ وہ مردار ہیں اگر چہ ان پر اللہ کا نام بھی لیا جائے۔ (اللجنة الدائمة: 1661)

473- رفاعی جماعتوں کا فرقہ احمدیہ

ان کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر چہ وہ اسلام اور طریقۂ فقر و سلوک کی طرف منسوب ہیں، اور ان کے بعض میں عبادات، رغبت، وجد، محبت، زہد، فقر، تواضع، نرمی، خطاب اور رہنے سہنے میں ملاطفت اور کشف و تصرف جیسے اوصاف پائے جاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ان کے بعض میں شرک اور انواعِ کفر بھی پائی جاتی ہیں، اسی طرح غلو، بدعات اور دین سے اعراض موجود ہے، وہ اسلام کا استخفاف بھی کرتے ہیں، نیز جھوٹ، تلبیس، باطل امور کا اظہار، لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانا اور اللہ کے راستے سے روکنا بھی ان کا نصب العین ہے۔ (فتاویٰ الشبکة الإسلامیة: 35433)

Marfat.com

تیسری قسم

غیر اسلامی فرقے

جو اسلام کی طرف نسبت کا دعوی کرتے ہیں

1. البهائية۔
2. القاديانية (قادیانیت)
3. بوهره۔
4. الدروز۔
5. المهدية۔
6. الكاكائية۔
7. اليزيدية۔
8. الحشاشون۔
9. الأحباش۔

Marfat.com

Marfat.com

البهائية

474- اس گمراہ مذہب کا بانی

اس کا بانی مرزا علی محمد رضا شیرازی تھا، یہ ۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوا اور ۱۲۶۶ھ میں وفات پا گیا۔

اس آدمی نے دعویٰ کیا کہ وہ حقیقی اللہ تک پہنچانے والا دروازہ ہے، اس نے روسی جاسوس (لکلینازدالغورکی) جو عیسیٰ نکرانی کے نام سے اسلام کا دعویٰ کرتا تھا، کے زہر کو اُگلا۔ بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی، بلکہ ۱۲۶۶ھ میں دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں مادی وجسمانی حلول کرلیا ہے۔ (تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا)

علماء نے اس پر مناقشہ کیا تو اس نے ان کے سامنے توبہ و رجوع کا اظہار کیا لیکن انھوں نے اس کی تصدیق نہ کی، سوا سے پھانسی کا آرڈر سنا دیا گیا، اس کی وحی کا کاتب حسین یزدی ہے، جس نے اس کی پھانسی سے قبل مذہب بہائی سے توبہ کر لی تھی اور اسے چھوڑ دیا گیا تھا۔ (فتاویٰ الشبکۃ الإسلامیة: 20553)

475- بہائیت کے عقائد

① بے شک بہاء (بانی مذہب) نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔

② یہ حلول، وحدت الوجود، تناسخ ارواح اور کائنات کے ہمیشہ باقی رہنے کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں ثواب یا سزا صرف روح کو ہوگی جو ایک خیال کی

Marfat.com

مانند ہوگی۔

3. وہ بدھ، کنفیوشس، برہما اور زرتشت جیسے ہندوستان، چین اور پہلے ایرانی حکماء کی نبوت کے قائل ہیں۔

4. حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دینے کے متعلق یہود و نصاریٰ کے موقف سے ہم آہنگی رکھتے ہیں۔

5. قرآنِ مجید کی باطنی تاویلات کرتے ہیں۔

6. بہائی کے دین کو شریعت محمدی ﷺ کا ناسخ تسلیم کرتے ہیں۔

7. استعماری عزائم کی تکمیل کے لیے جہاد، اسلحہ اٹھانے اور دشمنوں کے سامنے اسے ظاہر کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

8. عورت کے حجاب کو حرام، متعہ کو حلال اور عورتوں اور اموال کو جائز قرار دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی کئی باطل اور فضول نظریات ہیں، جن سے ایک عقلمند شخص بخوبی اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ گرے ہوئے لوگوں کی چیرہ دستیاں ہیں۔

(فتاویٰ الشبکۃ الإسلامیۃ: 20553)

Marfat.com

قادیانیت (مرزائیت)

476- قادیانی جماعت

یہ ایسی جماعت ہے جو دعویٰ رکھتی ہے کہ مرزا غلام احمد ہندی نبی ہے، اس کی طرف وحی کی جاتی ہے اور کسی کا اسلام صحیح نہیں ہوسکتا حتی کہ اس پر ایمان لائے۔ یہ تیرہویں صدی ہجری کی پیداوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مطلع فرما دیا ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہی خاتم النبیین ہیں اور علماء مسلمین نے اس پر اجماع کیا ہے، جس نے دعویٰ کیا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہے، جس کی طرف اللہ عزوجل کی طرف سے وحی کی جاتی ہے تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے کتاب اللہ کی تکذیب کی ہے۔ اسی طرح ان صحیح احادیث کو جھٹلایا ہے جو آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور وہ اجماع امت کا مخالف ہے۔ (اللجنة الدائمة: 1615)

477- مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان فرق

ان کے مابین فرق یہ ہے کہ مسلمان وہ ہیں جو اللہ وحدہ کی عبادت اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرتے ہیں اور یہ ایمان رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ لیکن احمدی جو مرزا غلام احمد کے پیروکار ہیں، کافر اور غیر مسلم ہیں، کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ مرزا

Marfat.com

غلام احمد محمد ﷺ کے بعد نبی ہے، اور جس نے یہ اعتقاد رکھا وہ تمام مسلمان علماء کے نزدیک کافر ہے، کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾ [الأحزاب: 40]

"محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں اور لیکن وہ اللہ کا رسول اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي)) [1]

"میں نبیوں کے آخر میں آنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(اللجنة الدائمة: 8536)

478- غلام احمد قادیانی کے جھوٹ

قادیانی نے اپنی نبوت پر معجزات کے دلائل قائم کرنے کی کوشش کی اور دعویٰ کیا کہ اس کے لاکھ سے زائد معجزات ہیں۔ اس نے جو پیشین گوئیاں کی ان میں اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل و رسوا کیا اور اس کے جھوٹے دعوے کو ظاہر کر دیا۔ یہاں اس کی چند جھوٹی پیشین گوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

(1) مرزا غلام احمد کو ایک عورت سے محبت ہوگئی، اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ عنقریب وہ اس کی بیوی بن جائے گی، اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے، اس نے اس کی شادی میں رکاوٹ بننے والوں کو چیلنج دیا ہے، اور کہا کہ اگر کوئی اور اس عورت سے شادی کرے گا تو لازماً

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5543] صحيح مسلم [2404/30]

Marfat.com

دو سال کے اندر اندر مر جائے گا، اللہ تعالیٰ نے اسے جھوٹا کر دیا اور اس کی شادی کسی اور سے ہوگئی، جس سے اس عورت کی اولاد پیدا ہوئی اور اس کا خاوند کتنے سال زندہ رہا۔

② مرزا سے ایک نصرانی نے جس کا نام عبداللہ آتھم تھا، مناظرہ کیا، مرزا کامیاب نہ ہو سکا، اسے غصہ لگا اور کہا: اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق اگر اس نصرانی نے توبہ نہ کی تو یہ پندرہ ماہ کے بعد مر جائے گا اور مرزا قادیانی نے یہ بھی کہا: اگر ۵/مئی ۱۸۹۳ء تک پندرہ ماہ میں وہ نہ مرا اور میری بات ثابت نہ ہوئی تو میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں، میرا چہرہ سیاہ کر دیا جائے، مجھے رسوا کیا جائے اور میری گردن میں رسی ڈال کر مجھے لٹکا دیا جائے، میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جو میں نے کہا وہ ضرور ہو کر رہے گا، اللہ تعالیٰ نے اسے جھوٹ ثابت کیا اور رسوا کر دیا، ایک زمانہ گزر گیا اور وہ آدمی زندہ رہا، اس نے قادیانیوں اور ان کے لیڈر کو نیچا دکھا دیا، انھوں نے دعویٰ کیا کہ وہ مسلمان ہوگیا جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دے دی ہے، اس عیسائی نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے لکھا کہ وہ عیسائی ہے اور اس پر فخر کرتا ہے، اس کے بعد ایک مدت تک وہ عیسائی زندہ رہا۔

③ مرزا نے پیشین گوئی کی کہ وہ ۱۹۲۰ء کے بعد فوت ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ۱۹۰۸ء ہی میں ہلاک کر دیا۔

④ اس نے یہ بھی کہا کہ جب تک وہ قادیان میں رہے گا، طاعون وہاں نہیں آئے گی، اللہ نے اسے یہاں بھی جھوٹا کر دیا اور طاعون قادیان میں داخل ہوگئی اور انھیں اپنی گرفت میں لے لیا، بلکہ مرزا کے گھر میں در آئی اور اس

Marfat.com

کی موت اسی وجہ سے ہوئی، جبکہ قادیان گرد و پیش کی بستیوں اور علاقوں میں طاعون کا وجود تک نہ تھا۔

5. مرزا غلام احمد قادیانی اور علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے مابین متعدد مناظرے ہوئے جن سے مرزا غصے اور شکست کے ساتھ بھاگا۔ چنانچہ مرزا نے پیشین گوئی کر دی کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے کو سچے کی زندگی میں مار دے گا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس پر ہیضہ اور طاعون جیسی بیماری مسلط کر دے جس سے اس کی موت واقع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی اور جھوٹے مرزا کو مار دیا جبکہ علامہ ثناء اللہ رحمہ اللہ اس کے بعد مدتِ مدید تک بقیدِ حیات رہے، مرزا قادیانی کو وبائی ہیضہ ہوا اور وہ بیت الخلا میں قضاءِ حاجت کی صورت بیٹھا بیٹھا مر گیا۔

مرزا کے جھوٹ مشہور و معروف ہیں اور اوپر کے بیان کردہ قصوں میں سے ایک ہی اس کے کذاب و دجال ہونے کے لیے کافی ہے اور جھوٹے پر کسی چیز میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ (الشبكة الإسلامية: 5419)

479- قادیانیوں کے اعتقادات

1. تناسخ اور حلول کا عقیدہ اور یہ کہ انبیاء کی روحیں دوبارہ دنیا میں آتی رہتی ہیں۔ مرزا قادیانی نے یہاں تک کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی وفات سے دو ہزار پچاس سال بعد دوبارہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں پیدا ہوئے اور ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا۔ بلکہ مرزا کا کفر یہاں تک پہنچ گیا کہ اس نے اپنے اندر اللہ کے حلول کر جانے کا دعویٰ کیا اور کہا:

Marfat.com

''یقیناً اللہ تعالیٰ میرے اندر اُتر آیا ہے اور میں اس کے اور تمام مخلوقات کے درمیان واسطہ ہوں۔''

② ان کے عقائد میں اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دینا بھی شامل ہے، مرزا قادیانی اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: بے شک میں نماز پڑھتا، روزہ رکھتا، جاگتا اور سوتا ہوں۔''

اور کہا:

''بلاشبہ میں رسول ﷺ کے ساتھ جواب دیتا ہوں، خطا کرتا اور درست بھی کہتا ہوں، یقیناً میں رسول کے ساتھ گھیرنے والا ہوں۔''

اس نے اللہ تعالیٰ کو ایک بحری جانور سے تشبیہ دی ہے جس کے کئی ہاتھ، پاؤں اور اعضاء ہوتے ہیں، جو شمار سے باہر ہیں۔ نعوذ باللہ۔ اس نے صراحت سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منہ ہے، اور کہا:

''اللہ تعالیٰ اپنے منہ سے صور پھونکیں گے۔''

یہ سب بدترین کفر ہے۔ (الشبكة الإسلامية: 5419)

480- عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قادیانی نظریہ

قادیانیوں کا راہنما مرزا غلام احمد قادیانی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق انتہائی توہین آمیز اور گستاخانہ عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ ناجائز اولاد اور شرابی ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ جو بلاشبہ کفریہ نظریہ ہے۔

Marfat.com

بوہرہ

481- بوہرہ فرقے کے لیڈر کا دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ زمین پر ہے

یہ دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ زمین پر ہے صریح کفر ہے، جس نے یہ دعویٰ کیا وہ طاغوت ہے جو اپنی ذات کی الوہیت اور عبادت کی طرف بلا رہا ہے، دین اسلام میں اس کا بطلان یقینی طور پر معلوم ہے۔ (اللجنة الدائمة: 2289)

482- بوہرہ فرقے کے لیڈر کو سجدہ کرنا

بوہرہ کے علماء اصرار کرتے ہیں کہ ان کے پیروکار جب بھی زیارت کو آئیں تو انھیں لازماً سجدہ کریں۔

سجدہ انواع عبادت میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ صرف اپنی ذات کے لیے خاص کرنے کا حکم دیا ہے، اور یہ باعثِ تقرب ہے۔ واجب ہے کہ بندہ اس کے ذریعے سے اللہ وحدہ لاشریک کی طرف متوجہ ہو۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ [النحل: 36]

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“

Marfat.com

اور فرمایا:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [الأنبياء: 25]

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔''

نیز ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ [حم السجدة: 37]

''اور اسی کی نشانیوں میں سے رات اور دن، اور سورج اور چاند ہیں، نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا، اگر تم صرف اس کی عبادت کرتے ہو۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو شمس وقمر کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ یہ دونوں اللہ کی مخلوق اور نشانیاں ہیں، اس لیے سجدے اور دیگر انواع عبادت میں سے کسی کے مستحق نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی ذات کے لیے سجدہ کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ ان دونوں (شمس وقمر) اور دیگر موجودات کا خالق ہے، سو اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات میں کسی کو بھی سجدہ روا نہیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا

Marfat.com

تَبْکُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾

[النجم: 59 تا 62]

"تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم غافل ہو۔ تو اللہ کو سجدہ کرو اور (اس کی) بندگی کرو۔"

سجدے کا حکم صرف اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے رکھا اور پھر عبادت کا حکم دیا کہ بندے عبادت کی جمیع اقسام کے ساتھ اس کی جانب متوجہ ہوں نہ کہ دوسری مخلوقات کی طرف۔ اگر بوہرہ کی یہی حالت ہے جو اوپر سوال میں مذکور ہے تو ان کا اپنے بڑوں کو سجدہ کرنا عبادت اور ان کی الوہیت کا اقرار ہے۔ نیز انھیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک یا الٰہ و معبود بنانا ہے، لیڈر کا انھیں اس کا حکم دینا یا اس پر رضا مند ہونا، اسے طاغوت بنا دیتا ہے، جو اپنی ذات کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے، دونوں گروہ تابع (مرید) اور متبوع (لیڈر) اللہ کے ساتھ کفر کرنے والے اور دین اسلام سے خارج ہیں۔ والعیاذ باللہ (اللجنة الدائمة: 2289)

483- بوہرہ کی عورتوں کا اپنے بڑوں کے ہاتھ پاؤں اور اپنے خاندان کے تمام افراد کے ہاتھ چومنا

اولاً: اوپر مذکور مسئلہ کہ بوہرہ کی ماننے والی عورتوں کا اپنے لیڈروں اور خاندان کے جمیع افراد کے ہاتھ پاؤں چومنا، یہ ناجائز ہے، نبی کریم ﷺ اور خلفاءِ راشدین میں کسی سے یہ ثابت نہیں ہے کیونکہ اس میں مخلوق کی تعظیم کے سلسلے میں غلو پایا جاتا ہے جو شرک کا ذریعہ ہے۔

ثانیاً: اجنبی مرد کے لیے جائز نہیں کہ اجنبی عورت سے مصافحہ کرے یا اس کے

Marfat.com

جسم کو چھوئے، کیونکہ اس میں فتنہ ہے اور یہ اس سے بھی بڑی چیزوں زنا اور اس کے ذرائع کا راستہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو مومنہ عورتیں ہجرت کر کے آتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا امتحان لیتے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ﴾ [الممتحنة: 10]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمھارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کرو۔''

عروہ کہتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو مومنہ عورت ان شرائط کا اقرار کر لیتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف بول کر فرماتے: میں نے تجھ سے بیعت کر لی، بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لیتے وقت کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ محض یہ فرماتے: میں نے اس پر تجھ سے بیعت کر لی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مصافحہ سے بیعت نہیں کی بلکہ صرف کلام سے بیعت کی، حالانکہ مصافحہ کا مقتضی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم بھی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے کوئی فتنہ کا اندیشہ بھی نہیں تو دوسرے لوگوں کو تو اجنبی عورتوں سے مصافحہ کرنے سے اور بھی اجتناب کرنا چاہیے، بلکہ یہ حرام ہے، چہ جائیکہ ان کے ہاتھ پاؤں اور افراد کنبہ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«إِنِّي لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ»[1]

''بلاشبہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔''

[1] صحيح. سنن النسائي، رقم الحديث [4181]

Marfat.com

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: 21]

''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 2289)

484- بوہرہ کے عالم کا دعویٰ

بوہرہ کا سب سے بڑا عالم دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کی نیابت کرتے ہوئے روح و ایمان (عقائد دینیہ) کا کلی مالک ہے۔

اگر بوہرہ کا سب سے بڑا عالم یہ دعویٰ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ باطل ہے، چاہے وہ روح اور ایمان کی ملکیت سے یہ دعویٰ کرے کہ ارواح اور دل اس کے ہاتھ میں ہیں، جیسے چاہے انھیں پھیر دے، ایمان کی طرف ہدایت دے یا سیدھے راستے سے پھیر دے۔ یہ اختیار اللہ کے علاوہ کسی کو سزاوار نہیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [الأنعام: 125]

''تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان

Marfat.com

میں چڑھ رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔"

نیز فرمایا:

﴿مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَ مَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا﴾ [الكهف: 17]

"جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے، پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔"

اس کے علاوہ بھی کئی آیات ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ دلوں کو ہدایت یا گمراہی کی طرف پھیرنا، اللہ کے سپرد ہے نہ کہ کسی اور کی طرف۔ اور حدیث پاک میں بھی ہے:

«قُلُوْبُ الْعِبَادِ بَيْنَ إِصْبَعَيْنَ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يَصْرِفُهَا كَيْفَ يَشَاءُ» ❶

"بندوں کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جیسے چاہے انھیں پھیرتا ہے۔"

اور آپ ﷺ گھبراہٹ کے وقت یہ دعا مانگا کرتے تھے:

«يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ، ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ» ❷

"اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔"

❶ صحيح مسلم [2654/17]

❷ صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [2140]

Marfat.com

یا وہ ارواح و ایمان کی ملکیت سے اپنی جماعت کی نیابت کا ارادہ کرے کہ اس کا ایمان ہی اس کے پیروکاروں کو کافی ہے (انھیں ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے) انھیں اجر وثواب دیا جائے گا اور عذاب سے بچا لیا جائے گا، چاہے برے اعمال کریں اور جرائم کا ارتکاب کریں۔ یہ قرآن مجید کے اس فرمان کے مخالف ہے:

﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ [البقرة: 286]

''اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا۔''

اور فرمایا:

﴿كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ [الطور: 21]

''ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ﴾ [المدثر: 38 تا 42]

''ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا، گروی رکھا ہوا ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔ جنتوں میں سوال کریں گے۔ مجرموں سے۔ تمھیں کس چیز نے سقر میں داخل کر دیا؟''

دوسری جگہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ

Marfat.com

لَا نَصِيْرًا ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾

[النساء: 124,123]

''جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مدد گار۔ اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ [النجم: 39]

''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔''

نیز فرمایا:

﴿وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ [الفاطر: 18]

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی (جان) اپنے بوجھ کی طرف بلائے گی تو اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا، خواہ وہ قرابت دار ہو۔''

اس کے علاوہ کئی آیات ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ ہر انسان کو اس کے اپنے عمل کا ہی بدلہ دیا جائے گا، اچھا ہو یا بُرا، اور حدیث پاک میں ہے: نبی کریم ﷺ پر وحی نازل کی گئی تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

Marfat.com

«يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ ۔أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا۔ اِشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ، سَلِيْنِي مِنْ مَالِيْ مَا شِئْتِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا»[1]

”اے قریش کی جماعت! (یا اس طرح کا کوئی لفظ بولا) اپنی جانوں کا سودا کر لو، میں اللہ تعالیٰ کے پاس تمھارے کچھ کام نہیں آؤں گا، اے عباس بن عبد المطلب! میں آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ کے ہاں ذرہ کام نہیں آؤں گا، اے صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! میں آپ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ کام نہیں آؤں گا، اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے مال سے جو چاہو مانگ لو، میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔“ (اللجنة الدائمة: 2289)

485- اس عالم کا یہ دعویٰ کہ وہ جمیع املاک وقف کا کلی مالک ہے اور تمام صدقات پر اس سے محاسبہ نہیں کیا جا سکتا

بوہرہ کے عالم کبیر کا یہ کہنا کہ وہ جمیع املاکِ وقف کا تنہا مالک ہے، تمام صدقات پر اس سے محاسبہ نہیں کیا جا سکتا اور ساری زمین پر وہی خدا ہے، سب باطل دعوے ہیں، یہ دعوے اس نے کیے ہوں یا کسی اور نے۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اوقاف کا مالک کوئی نہیں بن سکتا، ان سے حاصل

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2753] صحيح مسلم [206/351]

Marfat.com

ہونے والے غلے پر ملکیت ہوسکتی ہے اور وہ شخص اس غلّے کو ان جہات کی طرف منتقل کرے گا، جن کی خاطر املاک وقف کی گئی ہیں، نہ کہ کسی اور طرف۔ سو بوہرہ کا لیڈر بعینہٖ اوقاف والی زمینوں کا مالک نہیں بن سکتا، نہ ان سے حاصل ہونے والے غلّے کا، اِلا یہ کہ اس کی اہلیت ثابت ہونے پر غلّہ اس کے لیے وقف کیا گیا ہو۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کا محاسبہ نہیں کیا جا سکتا۔ واضح رہے کہ تمام اعمال پر وہ صدقات میں تصرف ہو یا کوئی اور عمل ہر انسان کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اس پر کتاب و سنت اور اجماعِ امت کی نصوص دلالت کرتی ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 2289)

Marfat.com

الدروز

486- فرقہ دروز کے بانی محمد بن اسماعیل الدروزی کا تعارف

محمد بن اسماعیل الدروزی عبیدیوں کے ایک بادشاہ ابوعلی منصور بن عزیز کے زمانے میں ظاہر ہوا جو مصر پر تقریباً دو سو سال حکومت کرتے رہے اور بہتان تراشی اور کذب و افترا سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دعویٰ کیا کہ وہ اہل بیت میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہیں۔

محمد بن اسماعیل الدروزی پہلے باطنی اسماعیلی فرقہ میں تھا جو محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق کے پیروکار ہیں، ان سے بغاوت کر کے حاکم عبیدی سے جا ملا، اور اس کے دعوائے الوہیت میں اس کی ہمنوائی کی اور لوگوں کو اس کی عبادت و وحدت کی طرف دعوت دینے لگا۔ اور اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حلول کر گیا ہے اور اس کی بشریت کی چادر اوڑھ لی ہے اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روح یکے بعد دیگر ان کی اولاد میں منتقل ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ حاکم میں آ گئی ہے۔ حاکم نے مصر میں کئی امور اس کے سپرد کر دیے، تاکہ لوگ دعوت کے سلسلے میں اس کی پیروی کریں۔ جب مسلمانوں کو اس کی اصل تصویر دکھائی دی تو اس پر پل پڑے اور اس کے حاشیہ نشینوں کی ایک جماعت کو قتل کر دیا، سب نے اسے مارنے کا پروگرام بنایا تو وہ بھاگا اور حاکم کے پاس جا کر چھپ گیا۔

Marfat.com

حاکم نے اسے دولت دی اور کہا کہ ملک شام بھاگ جائے اور وہاں جا کر اپنا مشن جاری کرے، وہ وہاں پہنچا اور دمشق کی غربی جانب وادی تیم اللہ بن ثعلبہ میں پڑاؤ ڈالا، وہاں اس نے حاکم کی الوہیت کی دعوت دی، مذہب دروز کے بنیادی مسائل نشر کیے، ان میں مال تقسیم کیا اور وہ اس کے پیروکار بن گئے۔

حاکم کی الوہیت کی دعوت کو لے کر ایک اور فارسی شخص بھی اٹھا جس کا نام حمزہ بن علی بن احمد حاکمی الدروزی ہے جو کبار باطنیوں میں سے تھا۔ یہ حاکم کے گروہ کے ان لوگوں سے جا ملا جو پوشیدہ دعوت دے رہے تھے، اس نے بھی خفیہ انداز سے اس کی الوہیت کا پرچار کیا، حتی کہ بڑا سرگرم رکن بن گیا، پھر اس نے علانیہ دعوت دی اور دعویٰ کیا کہ وہ حاکم کا رسول ہے، حاکم نے اس کی موافقت کی، جب حاکم مر گیا اور اس کا بیٹا علی جس کا لقب الظاہر لاعزاز دین اللہ ہے، جانشین بنا تو اپنے باپ کے دعویٰ الوہیت سے اظہار براءت کر دیا، سو مصر میں دعوت پر پابندی لگ گئی اور حمزہ شام کی طرف بھاگا، اس کے بعض ہمنوا بھی پیچھے ہو لیے۔ ان کی اکثریت شام کی اس گھاٹی میں ٹھہر گئی بعد ازاں جس کا نام ''جبل الدروز'' رکھا گیا۔ (اللجنة الدائمة: 1800)

487- دروز کے بنیادی مسائل

① وہ حلول کے قائل ہیں، وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ میں حلول کر گیا، پھر ان کے بعد ان کی اولاد میں یکے بعد دیگرے حلول کرتا رہا، یہاں تک کہ حاکم عبیدی ابو علی منصور بن العزیز میں آ گیا۔ سو الوہیت اس کی بشریت میں اتر گئی اور وہ حاکم کے دوبارہ لوٹنے اور اس کے غائب اور

Marfat.com

ظاہر ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔

② تقیہ، وہ صرف اپنے ہم خیال لوگوں ہی سے مذہب کی حقیقت بیان کرتے ہیں، بلکہ اپنا راز صرف اس کے سامنے افشاں کرتے ہیں، جس کے متعلق انھیں پورا وثوق واطمینان ہو کہ اپنی جماعت سے ہے۔

③ اپنے اماموں کی عصمت، وہ کہتے ہیں کہ ان کے امام گناہ اور خطا سے معصوم ہیں، بلکہ وہ ان کو الٰہ مانتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں جیسا کہ حاکم کے ساتھ کیا۔

④ علم باطن، وہ شرعی نصوص کے باطنی معانی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل میں وہی مراد ہیں نہ کہ ظاہری معانی۔ شرعی نصوص کے اوامر و نواہی اور اخبار میں الحاد و تحریف کے سلسلے میں اسی پر انھوں نے بنیاد رکھی ہے۔ اخبار میں الحاد اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا انکار کر دیا۔ اسی طرح یومِ آخرت اور اس میں حساب و کتاب اور اس کے بدلے حاصل ہونے والی جنت دوزخ کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے عوض وہ تناسخ کے نظریات پیش کرتے ہیں یعنی انسانی یا حیوانی روح کا موت کے وقت دوسرے انسان یا حیوان میں اس کے ابتداءِ تخلیق کے وقت میں منتقل ہوجانا تاکہ وہاں نعمت یا عذاب میں زندگی گزارے۔ وہ کہتے ہیں: زمانہ ہمیشہ رہے گا، دنیا قائم رہے گی، رشتے ختم ہوجائیں گے، زمین نگل لی جائے گی۔ وہ فرشتوں اور رسولوں کی رسالت کے منکر ہیں، انھوں نے ان فلسفیوں کی اتباع کی ہے جو ارسطو کے بنیادی نظریات کے پیرو ہیں۔ اوامر و نواہی میں ان کا الحاد یہ ہے کہ انھوں نے ان کی جگہوں سے بدل دیا ہے اور کہا کہ نماز اسرار کی

Marfat.com

معرفت ہے نہ کہ دن رات میں پانچ دفعہ ادا کی جانے والی اور روزہ اپنے رازوں کو چھپانا ہے نہ کہ طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک روزہ توڑنے والی چیزوں سے رُکنا، اور حج ان کے مقدس بزرگوں کی زیارت کا نام ہے، انھوں نے ظاہر اور پوشیدہ تمام بے حیائیوں کو حلال کیا، ماؤں اور بہنوں سے نکاح حلال سمجھا، اس کے علاوہ بھی دین کے یقینی مسائل کو بازیچۂ اطفال بنایا، اسی لیے ان کے متعلق ابو حامد غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا: ان کے مذہب کا ظاہر رافضی اور باطن کفرِ محض ہے، وہ اس بارے میں اخوان الصفا کے رسائل والوں کی طرح ہو گئے ہیں اور عقائد، اعمال اور طریقہ میں کچھ ان کے مشابہ ہیں۔

5. وہ مادہ پرستوں کی ذہنیت رکھتے ہیں کہ طاقتیں زندگی کو پیدا کرنے والی ہیں اور موت طبعی حرارت کے ختم ہو جانے کا نام ہے، جیسا کہ تیل ختم ہونے پر دیے کا بجھ جانا ہے، سوائے اس کے جو حادثاتی طور پر مر جائے۔

6. دعوت میں نفاق اور دھوکا، وہ تشیع اور اہل بیت کی محبت کا اظہار کرتے ہیں، جب وہ مان لیتا ہے تو رافضیت کی دعوت دیتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عیب ظاہر کرتے اور طعنہ زنی کرتے ہیں، جب وہ یہ بھی مان لے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عیب بیان کرتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں، جب وہ یہ بھی تسلیم کر لے تو پھر اسے انبیاء علیہم السلام کے طعن کی طرف لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں: ان کے کچھ اسرار و رموز اور باطنی مسائل تھے جو ان کی امتوں کو دی جانے والی دعوت کے مخالف و متضاد تھے، نیز کہتے ہیں کہ انبیاء بڑے سیانے تھے، انھوں نے اپنی امتوں کے لیے شرعی قانون وضع

Marfat.com

کیے تا کہ ان کے ذریعے سے دنیوی اغراض و مقاصد ثابت کر سکیں ... الخ۔
(اللجنة الدائمة: 1800)

488- فرقہ دروز کے نزدیک ""تقمص"" کا مطلب

دروز کے نزدیک اس کا مطلب ہے جان کا ایک بشری جسم سے دوسرے جسم کی طرف منتقل ہونا، وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کوئی جان فوت نہیں ہوتی بلکہ اس کی قمیض مرتی ہے یعنی جسم، اور جان دوسرے جسم کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، یہ عقیدہ باطل اور قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر خبر دی ہے کہ جان فوت ہوتی اور قبض کر لی جاتی ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا﴾ [الزمر: 42]

''اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں۔''

نیز فرمایا:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ [آل عمران: 185]

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جان مرتی اور قبض کر لی جاتی ہے، ایک جسم سے دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی، جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں، لیکن جان کے مرنے اور قبض کیے جانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فنا ہو جاتی ہے، بلکہ

Marfat.com

باقی رہتی ہے، نعمت میں یا عذاب میں، حتی کہ اپنے جسم کی طرف لوٹا دی جائے گی، کتاب وسنت کی نصوص اس پر دلالت کناں ہیں۔

(فتاویٰ الشبکۃ الإسلامیۃ: 13149)

489- ان کے متعلق حکم

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے دروزیہ اور نصیریہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے درج ذیل جواب دیا:

''دروزیہ اور نصیریہ مسلمانوں کے نزدیک بالاتفاق کافر ہیں، ان کا ذبیحہ کھانا حلال ہے نہ ان کی عورتوں سے نکاح، بلکہ وہ جزیہ بھی نہیں دیتے، وہ دین اسلام سے بوجہ ارتداد خارج ہیں، نہ مسلمان ہیں نہ یہودی نہ عیسائی، وہ نہ پانچ نمازوں کے وجوب کے قائل ہیں، نہ رمضان کے روزوں کے وجوب کے اور نہ حج کی فرضیت کے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو بھی مردار اور شراب وغیرہ حرام کی ہیں، ان کو حرام نہیں مانتے، وہ اگرچہ شہادتین کا اظہار کریں لیکن ان عقائد کی موجودگی میں وہ بالاتفاق کافر ہیں۔'' (اللجنۃ الدائمۃ: 1800)

Marfat.com

المهدية

490- تعریف

سوال یہ امام مہدی کے انصار کہلاتے ہیں، مغربی سوڈان میں پھیلے ہوئے ہیں، عوام الناس میں لاکھوں لوگ اس فکر کے حامل ہیں، مہدی اپنے منشوارت میں کہتا ہے: رسول اللہ ﷺ میرے لشکر کے آگے چلتے ہیں اور مجھے نصرت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ ان خرافات اور فریب کاریوں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب ① اس شخص کا یہ دعویٰ کہ وہ مہدی ہے اور رسول اللہ ﷺ اس کے لشکر کے آگے چلتے اور اسے نصرت کی خوشخبری دیتے ہیں، جھوٹ و افترا اور شریعت کے مخالف ہے، نیز یہ اس حقیقت کے برعکس ہے جس پر تمام ملت اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت والے دن ہی قبر مبارک سے نکلیں گے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ [المومنون: 16,15]

”پھر بے شک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔“

Marfat.com

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴾ [الزمر: 31,30]

''بے شک تو مرنے والا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔''

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [1]

''قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی۔''

② مہدی منتظر کے متعلق متعدد کتب تصنیف کی گئی ہیں، ان میں سب سے جامع فضیلۃ الشیخ عبد المحسن العباد سابق نائب رئیس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی کتاب ہے۔ (اللجنة الدائمة: 5235)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2412]

Marfat.com

الکاکائیۃ

491- تعریف و اعتقادات

اس گروہ کے متعلق تحریری رکارڈ یہ بتاتا ہے کہ اسلام سے برگشتہ و منحرف ایک فرقہ ہے، عراق کے شمال میں رہتا ہے، گیارہویں صدی ہجری میں ایک مذہب کے بطور معروف ہوا، ان کے ظہور کی تاریخ کا قطعی علم نہیں ہے۔ یہ قبل ازیں صوفیانہ انداز سے فخر العاشقین سید سلطان الحق برزنج (ولادت: ۶۷۱ھ) کے ذریعے سے بھی ظاہر ہو چکے ہیں۔ طٰہٰ ہاشمی اپنی کتاب ''جغرافیا عراق'' میں رقمطراز ہیں:

> ''کاکائیہ برزنجی لیڈروں کے مطیع و منقاد تھے جو جبل برادران کے قریب وسیع میدان میں رہتے اور زراعت پر گزر بسر کرتے تھے۔''

وہ صراحتاً کہتے ہیں کہ ان کے عقائد پوشیدہ ہیں، وہ انھیں ظاہر کرتے ہیں نہ افشائے راز کو جائز قرار دیتے ہیں، وہ مزاروں اور قبروں کی تعظیم کرتے ہیں، سب سے مشہور سلطان الحق کا مزار ہے، جس کی ہر سال زیارت کرتے ہیں، اسی طرح ایک مزار سید ابراہیم کا ہے، اس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ وہ تناسخ کے طریق سے چھ بار ظاہر ہو چکا ہے اور اخیر زمانے میں وہی مہدی منتظر ہوگا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حد سے زیادہ احترام کو چھپاتے ہیں کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ وہ کاکائیہ کے بانی سلطان الحق کی روح کا جسم ہیں، وہ وحدت الوجود اور

Marfat.com

تناسخ کے قائل ہیں، وہ قرآن کی پروانہیں کرتے کیونکہ اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظم ہے۔ وہ آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں جس کا مطلب ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ایک شخص میں ظہور اور حلول ہے۔ تعالیٰ اللہ عما یقول المشرکون علواً کبیراً۔

ان کی اہم کتب میں سے ''خطبۃ البیان'' اور ''جاودان عرفی'' ہے، مؤخر الذکر کتاب دو زبانوں فارسی اور ترکی میں شائع ہو چکی ہے، ان کے عقائد میں سے ہے کہ وہ اپنے مردوں کو یوں تلقین کرتے ہیں:

''جب تیرے پاس منکر اور نکیر آئیں تو کہنا میرے پاس اتنی گندم ہے، اور میرے پاس اتنے جَو ہیں، اگر وہ راضی نہ ہوں تو دال کا صحن دینا، اب بھی راضی نہ ہوں تو کہنا میں ''کاکائی'' ہوں، چلے جاؤ اور کسی اور کو تلاش کرو، تب وہ چلے جائیں گے اور تو جنت میں داخل ہو جانا۔''

اس کے علاوہ بھی فضول اور باطل عقائد رکھتے ہیں۔

(فتاوی الشبکۃ الإسلامیة: 71135)

Marfat.com

الیزیدیة

492- تعریف

یزیدیہ ایک منحرف فرقہ ہے جو (۱۳۲ھ) میں اموی خلافت کے خاتمے کے بعد ظہور پذیر ہوا، شروع میں یہ ایک سیاسی تحریک تھی جو حبِ یزید بن معاویہ کا نعرہ لگاتی تھی، پھر عدوی طریقے کی طرف پھر گئی، جو عدوی بن مسافر اموی کی طرف منسوب ہے، ان کا انحراف بایں جا رسید کہ یزید بن معاویہ اور ابلیس، جس پر وہ طاؤس فرشتے کا اطلاق کرتے تھے، کی تقدیس کا نعرہ لگانے لگے۔

اہم اعتقادات:

بطور خاص یزید پر لعنت کو بُرا جاننا، ان کا لعنت کا انکار عام تھا حتی کہ قرآن میں ابلیس پر لعنت کے سامنے آن کھڑے ہوئے اور اس کا انکار کیا۔ انھوں نے ہر وہ کلمہ مٹا دیا، جس میں لعنت، شیطان یا استعاذہ تھا۔ اور شیطان ابلیس کو مقدس ماننے لگے کیونکہ ان کے نزدیک وہی پہلا توحید پرست تھا کہ غیر اللہ (آدم علیہ السلام) کو سجدہ ریز نہ ہوا تھا۔ اور اس لیے بھی کہ اس نے سرکشی اور نافرمانی کو باطل قرار دیا تھا، ان کا ایک مصحف ہے جس کا نام ''الکتاب الأسود'' ہے، کلمہ شہادت کے وقت یوں گویاں ہوتے ہیں:

''أشهد واحد الله، سلطان يزيد حبيب الله''

''میں ایک اللہ کی شہادت دیتا ہوں، سلطان یزید اللہ کا دوست ہے۔''

Marfat.com

وہ سال بھر کے صرف ان تین دنوں کا روزہ رکھتے ہیں، جو یزید بن معاویہ کی تاریخِ ولادت کے موافق ہیں، شعبان کی پندرہویں رات نماز پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں، یہ پورے سال کی نماز کا بدل ہے، ان کا اعتقاد ہے کہ عدی بن مسافر اموی ہی روزِ محشر لوگوں کا حساب لے گا، اپنی جماعت کو ساتھ لے گا اور جنت میں داخل کرا دے گا، قبروں اور قبّوں مزاروں پر جاتے ہیں، جیسا کہ شیخ عدی کی قبر ہے، چھ بیویاں رکھ سکتے ہیں، بہت زیادہ کھانوں کو حرام قرار دیتے ہیں، ان کی خاص عیدیں ہیں جیسا کہ عیدِ مربعانیہ، قربان اور جماعت، ان کی ایک رات ہے جس کا نام "الليلة السوداء" (سیاہ رات) ہے، اس میں چراغ بجھا دیتے ہیں اور محرمات اور شراب کو حلال کر لیتے ہیں، نصرانی دین کا احترام کرتے ہیں، حتی کہ ان میں سے اپنا لیڈر بھی بنا لیتے ہیں، ان میں مجوسیوں اور وثنیوں کے عقائد در آئے ہیں، یزید کو مرتبہ الوہیت تک بلند کر دیا ہے، یہ گروہ شام، ترکی، ایران، روس اور عراق میں پھیلا ہوا ہے، بعض یورپی ممالک میں ان کے مبلغین ہیں، ان کی زبان کرد ہے اور اسی میں ان کا لٹریچر ہے، مزید معلومات کے لیے مطالعہ کیجیے: "اليزيدية حاضرهم وما ضيهم" از عبدالرزاق الحسنی۔ (الشبكة الإسلامية: 56882)

Marfat.com

الحشاشون

493- تعریف

حشاشین اسماعیلیوں کا ایک فرقہ ہے، فاطمیوں کے ساتھ یہ ایک ہی جھنڈے تلے شیر وشکر ہیں، البتہ یہ شام اور ایران میں ہیں، ان کی ابتداء مصر میں ایک فارسی آدمی حسن بن صباح کے ذریعے سے ہوئی۔ یہ ۱۱۲۴ء میں فوت ہوا اور ''نزار'' کے نام سے پکارا جاتا تھا، اسی وجہ سے انھیں نزاریہ کہا جاتا ہے اور حشاشین لقب دیا جاتا ہے کیونکہ یہ حشیش بہت سلگاتے تھے۔

ان کے وہی عقائد ہیں جو اسماعیلیوں کے ہیں، جیسا کہ محمد بن اسماعیل کی اولاد میں سے امام معصوم کے وجود پر ایمان رکھنا اور امام غائب کا اقرار کرنا، اپنے اماموں کو اتنا بلند کرنا جو رتبہ الوہیت کے مشابہ ہے، تناسخ ارواح کا اقرار اور یہ کہ امام تمام انبیاء کا وارث ہوتا ہے وغیرہ۔ ان کے عقائد باطل ہیں، اپنے وقت میں انھوں نے مسلمان حکام پر تابڑتوڑ حملے کیے اور بعض کو دھوکے سے قتل بھی کیا، ان کی ایک حکومت تھی جس کا نام حکومتِ نزاریہ شرقیہ تھا، یہ شام، فارس اور مشرقی علاقوں پر قابض تھے، یہاں تک کہ ہلاکو مغولی نے ان کا خاتمہ کر دیا، تب ان کا آخری فرمانروا رکن الدین خورشاہ تھا، جو ۱۲۵۵ء میں فوت ہوا۔

(فتاویٰ الشبکة الإسلامیة: 36365)

Marfat.com

الأحباش

494- اس فرقہ کا ظہور

چودہویں صدی ہجری کے ربعِ اخیر میں ایک جماعت ظاہر ہوئی، جس کی قیادت عبداللہ حبشی کر رہا تھا، جسے گمراہی کی وجہ سے حبشہ سے شام کی طرف نکالا گیا، پھر وہ نقل مکانی کرتا رہا اور لبنان میں آن ٹھہرا، لوگوں کو اپنے طریق کی دعوت دینے لگا، اس کے پیروکار بڑھتے چلے گئے اور افکار پھیلتے گئے جو جہمی، معتزلی، قبوری اور صوفیانہ نظریات کا ملغوبہ تھے، جن میں وہ بڑا متعصب اور مناظرے کرتا تھا، اس بارے میں اس نے کئی کتابیں بھی لکھیں، ان کی کتب کو پڑھنے کے بعد روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔

(الشبكة الإسلامية: 8571)

495- ان کے باطل عقیدے

① ایمان کے مسئلہ میں وہ مرجیہ کے مذموم مذہب پر ہیں۔

② اللہ تعالیٰ کے علاوہ فوت شدگان سے فریاد رسی، طلبِ امداد اور استعاذہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔

③ ان کے نزدیک قرآن اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام نہیں ہے۔

④ قرآن وسنت میں اللہ تعالیٰ کی وارد شدہ صفات والی نصوص کی تاویل کو

Marfat.com

فرض خیال کرتے ہیں۔

⑤ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مخلوق پر علو کی نفی کرتے ہیں۔

⑥ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے ہیں۔ اسی زمرے میں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صراحتاً فاسق کہتے ہیں اور اس طرح رافضیوں کے مشابہ ہو جاتے ہیں۔ قبحهم الله (الشبكة الإسلامية: 8571)

496- ان کے فقہی شذوذ

اس جماعت کے فتوے شاذ اور قرآن وسنت کی نصوص کے مخالف ہیں، ذیل میں اس کی چند امثلہ ذکر کی جاتی ہیں:

کفار کا مال سلب کرنے کے لیے ان سے قمار بازی کرنا، کفار کے کھیتوں اور حیوانات کی چوری کا جواز مہیا کرنا، بشرطیکہ چوری سے کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو، کافروں کے ساتھ سودی لین دین کا جواز اور محتاج کے ساتھ حرام لاٹری کے معاملے کا جواز۔ ان کی واضح مخالفت میں سے یہ بھی ہے کہ یہ آئینے یا اسکرین پر اجنبی عورت کی طرف (شہوت سے) دیکھنے کو جائز قرار دیتے ہیں، اجنبی عورت کی طرف لگاتار ٹکٹکی لگا کر دیکھنا حرام نہیں ہے، آدمی کا اس عورت کے بدن کی طرف دیکھنا جو اس کے لیے حلال نہیں، حرام نہیں ہے، عورت کا سنگھار کر کے اور خوشبو لگا کر گھر سے نکلنا جبکہ مردوں کو مائل کرنا مقصود نہ ہو، حرام نہیں ہے، نیز مرد وزن کا اختلاط جائز ہے۔ ان کے بھی کئی فتوے ہیں جو شریعت سے متصادم ہیں، جن میں سے کبیرہ گناہوں سے متعلقہ امور کو جائز ومباح اشیاء میں شمار کرنا بھی ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عقوبت اور غصے کے اسباب سے عافیت عطا فرمائیں)۔ (الشبكة الإسلامية: 8571)

Marfat.com

چوتھی قسم

بعض خفیہ تنظیمیں

1. الماسونیۃ۔
2. مجالسِ روتاری (Rotary International)۔
3. مجالسِ لیونز (Lions Clubs International)۔

Marfat.com

Marfat.com

الماسونية

497- ماسونیہ اور ان کے متعلق اسلام کا حکم

ماسونیہ ایک خفیہ سیاسی جماعت ہے جس کا ہدف ادیان و اخلاقِ فاضلہ کا خاتمہ اور ان کی جگہ غیر دینی نظام اور خود ساختہ قوانین کا نفاذ ہے۔ یہ لگاتار انقلابات پیدا کرنے کی سعی میں لگی رہتی ہے اور ایک کی جگہ دوسری سلطنت بناتی رہتی ہے کیونکہ وہ فکر و نظر اور عقیدہ میں آزادی کے قائل ہیں۔ اس کی تائید ان کے ایک شخص کے اس اعلان سے ہوتی ہے جو اس نے طلبہ کانفرنس منعقدہ (۱۸۶۵م) میں شہر لیسج میں جو ماسونیوں کا ایک مرکز شمار کیا جاتا ہے، کیا کہ انسان پر لازم ہے کہ الٰہ پر غلبہ پالے، اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دے اور آسمان و زمین کو اوراق کی مانند پھاڑ دے۔ مزید براں "المحفل الماسوني الأكبر" کے (صفحہ: ۹۸) پر ہے: عنقریب ہم پوری طاقت سے افراد میں حریت ضمیر کو قوی کر دیں گے، اور عنقریب ہم انسانیت کے بدترین دشمن جو دین ہے، کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیں گے۔ یہ (۱۹۲۲ء) کی بات ہے۔

ماسونیوں کا یہ قول بھی اس کا مؤید ہے کہ ماسونیہ جماعت انسانی جان کا خدا خود اسی ہی میں سے اپناتی ہے، نیز ان کا کہنا: ہم صرف دین پسندوں اور ان کی عبادت گاہوں سے انتقام لینے پر اکتفا نہیں کریں گے، بلکہ ہماری بنیادی

Marfat.com

غرض و غایت انھیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا ہے۔[1]

انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ عنقریب ماسونیہ دیگر ادیان اور ان کی محافل عبادت گاہوں کی جگہ لے لیں گی۔ اس کے علاوہ بھی ان کے ایسے بیانات ہیں جن سے ادیان سے ان کی دشمنی چھلکتی ہے اور ایسی جنگ موجزن نظر آتی ہے، جس میں نرمی کا کوئی پہلو نہیں۔ ماسونی جماعتیں خفیہ تنظیموں میں سب سے پرانی ہیں، جو ہمیشہ قائم رہی ہیں، ان کی منشا پیچیدہ اور غرض و غایت اکثر لوگوں سے پوشیدہ رہی ہے، بلکہ ان کے بعض اراکین سے بھی مخفی رہتی ہے، جن کی وجہ ان کے لیڈروں کی خفیہ تدبیریں اور عمیق ترین فریب ہیں جو وہ اپنے پختہ عزائم کو چھپانے کے لیے اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح نتائج و مقاصد میں کمال کتمان سے کام لیتے ہیں، چنانچہ وہ اکثر امور کی تدبیر زبانی کلامی کرتے ہیں۔ اگر کسی فکر کو لکھنے یا نشر کرنے کا ارادہ کیا جائے تو اسے پہلے ماسونی عدالتوں پر پیش کیا جاتا ہے، پھر وہی اس کے نشر یا تحریر کرنے کی اجازت یا حکم امتناعی جاری کرتی ہیں۔

ماسونیہ کے نظریات کی بنیاد کئی مصادر پر ہے، جن کی اکثریت یہودیوں کی تقلید ہے، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ۱۷۱۷ء میں ان کی ''عظیم کانفرنس'' کے انعقاد کا سبب یہودی نظام و تعلیمات کی تحریک ہی تھی۔ نیز اس سے ان کے رموز اور خاکے وجود میں آئے۔ ماسونی ہمیشہ سے یہودی ہیکل کو مقدس مانتے رہے ہیں، نیز اس معبد کو بھی جو اس کی مضبوطی کا موجب ہے، یہاں تک کہ انھوں نے دنیا میں ماسونی محفلوں کے لیے نمونے اسی سے لیے ہیں، بڑے بڑے یہودی اساتذہ شروع سے ماسونیوں کے فکری ستون کی

[1] مضابط المؤتمر الماسوني العالمي سنة ١٩٠٣م، [ص:102]

Marfat.com

حیثیت سے رہے اور یہی لوگ ماسونی کانفرنسز میں یہودیوں کی تصویر کشی کرتے آئے ہیں۔ دنیا میں ماسونیوں کے پھیلنے، بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا سارا کریڈٹ انھیں کو جاتا ہے، ان کے پیچھے چھپی طاقت وہی ہیں اور ان کے خواص کے سر ان کی خفیہ اسلام دشمنی کی قیادت و سیادت کا سہرا ہے، وہ ماسونیہ کے امور کی تدبیر کرتے، ان کے خطوط کی نشاندہی کرتے اور راز دارانہ طور پر انھیں جس طرف چاہیں لگا دیتے ہیں۔ اس کی تائید ماسونیہ کے مجلّہ ''اکاسیا'' (۱۹۰۸م، عدد: ۶۶) سے ہوتی ہے جس میں لکھا ہے:

''ماسونیہ کی کوئی میٹنگ یہودیوں سے خالی نہیں ہوتی، اور تمام یہودی مذاہب کو سینے سے نہیں لگاتے بلکہ وہ صرف اصول و مبادی رکھتے ہیں، ماسونیہ کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اس لیے یہودیوں کی عبادت گاہیں ہماری جانشین تصور کی جاتی ہیں اور اس سبب سے ہم ماسونیہ کی ایک بڑی تعداد یہودیوں پر مشتمل ہے۔''

مزید برآں ماسونیہ کے ریکارڈز میں لکھا ہے:

''یہودیوں کو یقین کر لینا چاہیے کہ ماسونیہ ادیان کے خاتمے کا بہترین وسیلہ ہے، اعتقاد میں ماسونیہ کی تاریخ یہودیوں کی تاریخ سے ملتی جلتی ہے، ان کا شعار بھی وہی چھ کناروں والا داؤدی سٹار ہے، یہودی اور ماسونی یہ بھی نظریہ رکھتے ہیں کہ وہ ہیکل سلیمان بنانے والوں کی روحانی اولاد ہیں۔ ماسونیہ وہ ہے جو دوسرے ادیان کو ختم کرے گی اور یہودیوں اور ان کے اعوان و انصار کے غلبہ کے لیے دروازے کے دونوں پاٹ کھول دے گی، یہودیوں نے اقوام کی

Marfat.com

سادہ دلی اور حسنِ نیت سے خوب فائدہ حاصل کیا اور ماسونیہ میں داخل ہوگئے، ان میں ممتاز مراکز پر حاوی ہوگئے اور اس سبب سے ماسونی کانفرنسوں میں یہودی روح پھونک دی اور اپنے عزائم کے لیے انھیں مطیع و منقاد بنالیا۔''

ماسونیہ کس قدر رازدارانہ کاروائیاں کرتے، ہدم ادیان کے منصوبوں کو چھپانے میں کتنی بھاگ دوڑ کرتے اور سیاسی انقلابات برپا کرنے کے لیے کیسی خفیہ تدبیریں کرتے ہیں۔ اس کا اندازہ ''صیہونی پروٹوکول'' کی اس بات سے ہوتا ہے:

''عنقریب اس دشمنی کو ایک ہی قیادت کے تحت مرتکز کر دیں گے، جس کا صرف ہمیں ہی علم ہے، یہ سیادت ہمارے علماء پر مبنی ہوگی اور اس کے مصورین خصوصی ہوں گے، تاکہ وہ جگہ چھپی رہے جس میں ہماری حقیقی قیادت مقیم ہوگی۔

''متکلم کی تعیین کا حق بھی صرف ہماری قیادت کے پاس ہوگا، اسی طرح اس وقت کے نظام کی باگ دوڑ بھی انھیں کے اختیار میں ہوگی، ہم تمام اشتراکیوں اور معاشرہ کے شعلہ زن طبقات کے لیے رسیاں اور شکاری جال رکھ دیں گے۔ اکثر خفیہ سیاسی منصوبے ہمیں معلوم ہیں اور ہم عنقریب انھیں نافذ کر دیں گے، لیکن ان دشمنیوں میں خفیہ ریاستی پولیس میں موجود وکلاء ممبران میں شامل ہوں گے...

''جب دنیا میں کانفرنسیں شروع ہوں گی تو ہمارے وکلاء میں جو سب سے زیادہ مخلص ہوگا، وہی ان کانفرنسوں کا ہیڈ ہوگا، اور وہ سائنسدان

Marfat.com

ہوگا، ہم ہی وہ واحد قوم ہیں جو ماسونی منصوبوں کی قیادت کریں گے اور ہم ہی واحد قوم ہیں، جو ان کی لیڈرشپ کو پہچانتے ہیں اور ہم ہر کام کا آخری ہدف جانتے ہیں جبکہ غیر یہودی اقوام ماسونیہ کی اکثر مخصوص اشیاء سے نابلد اور جاہل ہیں اور وہ جلد رو پذیر ہونے والے نتائج کو دیکھنے کی بھی سکت نہیں رکھتے۔"

اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں ہیں جو یہودیوں اور ماسونیہ کے مضبوط تعلق اور دونوں گروہوں کے مابین انتہا پسند تحریکوں کے برپا کرنے اور شعلہ زن کانفرنسوں میں ایک دوسرے کی مزید معاونت پر دلالت کرتی ہیں۔ ماسونیہ بظاہر عقیدہ میں آزادی اور رائے میں نرمی برتنے کی دعوت ہے، نیز معاشروں کے لیے عام پیغام صلح ہے، لیکن درحقیقت یہ انتہا پسندی، مادر پدر آزادی، قتل و غارت اور معاشروں میں دراڑیں ڈالنے والی پالیسیاں رکھتی ہے، نیز امتوں کے اتحاد کو توڑنا، واضح شرائع و مکارم اخلاق کی مخالفت، آبادیوں میں تباہی و تخریب کاری مچانا اور مذہب گرانے والوں کو کدالیں فراہم کرتی ہے۔

بنا بریں مسلمانوں میں سے جو ماسونیوں کی جماعت کا ممبر ہو اور ان کے معاملے کو جانتا ہو، ان کی حقیقت پہچانتا ہو اور پوشیدہ رازوں سے واقف ہو یا ان کے مراسم کی نگہداشت کرے اور ان کے شعار کو اپنائے، جیسا کہ وہ کرتے ہیں تو وہ کافر ہے، اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ تائب ہو جائے تو درست ہے وگرنہ قتل کر دیا جائے گا اور اگر اسی حالت میں مر گیا تو اس کی وہی سزا ہے جو کافروں کی ہے اور جو شخص ماسونیہ کی طرف منسوب ہو، ان کا ممبر ہو اور ان کی حقیقت سے ناواقف ہو، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی دیسسہ

Marfat.com

کاریوں، ہر اصلاح کے داعی اور امتوں کے مابین اتفاق و اتحاد کے پیغامبر کے خلاف ان کی ریشہ دوانیاں جانتا ہو، اور عام دعوت میں ان کا شریک کار ہو تو وہ کافر نہیں ہے، بلکہ وہ معذور سمجھا جائے گا کہ ان کی حقیقت کا اسے علم نہیں ہے، اور اس لیے بھی کہ وہ ان کے بنیادی عقائد و مقاصد اور طریقۂ کار میں کہ جن کی بدولت وہ اپنے ناپاک عزائم پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتے ہیں، ان کا حمایتی نہیں ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى...»

یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی...''

لیکن جب اس پر ان کا اصل چہرہ بے نقاب ہو جائے تو ان سے اظہارِ براءت کر دے، لوگوں کو ان کی کارستانیوں سے آگاہ کرے، ان کے عزائم کو ناکام بنانے اور ان کے پول کھولنے میں ایک دقیقہ بھی فروگذاشت نہ کرے۔ مسلمانوں کے متعلق جو چیرہ دستیاں کرنا چاہتے ہیں، ان کی روک تھام کے لیے کوشاں رہے تاکہ وہ رسوا ہو جائیں اور ان کے اعمال ضائع و برباد چلے جائیں۔

مسلمان کو چاہیے کہ دین و دنیا کے معاملات میں جس کے ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھا رہا ہے، ان کے چناؤ و اختیار میں احتیاط سے کام لے، دوست و احباب سے علیک سلیک پیدا کرنے میں دور اندیش ہو، تاکہ گمراہ کن دعوتوں کے دھوکے اور میٹھی میٹھی باتوں کے برے انجام سے بچ سکے اور اہل شرک کی رسیوں اور جالوں سے محفوظ رہے جو انھوں نے فریب خوردوں، خواہش پرستوں اور کم عقلوں کے لیے نصب کر رکھے ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 893)

Marfat.com

498- ماسونیہ کے عقائد

سوال اسلام میں آزادی، بھائی چارہ اور مساوات کے مفاہیم کی وضاحت، ان کے اور ماسونیہ کی دعوت کے درمیان نفسِ مفاہیم مذکورہ میں فرق، نیز ان مفاہیم کو پھیلانا اور ان کی دعوت دینا کیا جائز ہے؟

جواب اسلام میں آزادی اور حریت کا مفہوم ہے کہ غیر اللہ کی عبودیت سے آزاد ہو جانا، اور ماسونیہ میں حریت کا مفہوم ہے، دین، حیثیت اور اخلاق سے آزاد ہونا ہے، ماسونیہ کے (۱۹۳۵م) میں لندن سے چھپنے والے ایک شمارے میں ہے:

"ہماری خواہش لوگوں کی ایک ایسی تنظیم تیار کرنا ہے جو جنسی طور پر آزاد ہوں، ہم ایسے لوگ پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اپنے اعضائے تناسلیہ (شرمگاہوں) کے متعلق کسی جھجک کا شکار نہ ہوں۔"

اسی لیے انھوں نے متعدد ملکوں میں عریاں محفلیں بپا کی ہیں اور غیر یہودی اقوام کے اخلاقِ فاضلہ اور امتیازات کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اخوت کا اسلام میں یہ مطلب ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اور ماسونیہ میں اس کا مفہوم ہے کہ سب انسان (ان کے ادیان و مذاہب سے قطع نظر) بھائی بھائی ہیں، ان کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ ادیان ہمیں بکھیرتے ہیں اور ماسونیہ ہمیں اکٹھا کرتی ہے... اور اسلام میں مساوات کا مفہوم یہ ہے کہ تمام مسلمان برابر ہیں اور ماسونیہ میں تمام کافر اور مسلمان برابر برابر ہیں، ماسونیہ بظاہر اپنے باطن کے خلاف نظر آئے گی، یہ سادگی ظاہر کرتے ہیں کہ جیسے انسانی

Marfat.com

خدمت کی کوئی ادبی جماعت ہے، ذہنوں کو روشنی اور اخوت کو پھیلاتی ہے، افراد میں محبت کے بیج بوتی ہے، انھیں اپنے محتاج بھائیوں کے ساتھ خیر و بھلائی کرنے پر ابھارتی ہے ، لیکن در حقیقت یہ یہودی لابی ہے اور اس کی ساری تاریخ، درجات، تعلیمات، خفیہ کلمات اور ان کی وضاحت شروع تا آخر سب یہودی افکار ہیں۔

ماسونیوں نے پہلی کانفرنس کی بنیاد برطانیہ میں رکھی اور اپنا شکار حریت، بھائی چارہ اور مساوات کو بنایا اور لندن سے درج ذیل قرار داد صادر کی، جس سے ان کے اغراض و مقاصد کی حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے:

1. یہودیت کی حفاظت و دفاع۔
2. عام ادیان و مذاہب سے جنگ بالخصوص کیتھولک مذہب سے۔
3. اقوام میں الحاد اور انتہا پسندی کی روح پھونکنا۔

اس سے مترشح ہوگیا کہ حریت، اخوت اور مساوات کے مفاہیم جو اسلام نے بتلائے ہیں وہ ماسونیہ کے مفاہیم سے جوہری اعتبار سے مختلف ہیں، لہٰذا عام طریقہ و انداز سے ان مفاہیم کی دعوت دینا جائز نہیں کہ جس سے اسلامی مفہوم اور ماسونیہ کے مفہوم میں فرق روا نہ رکھا گیا ہو۔ (الشبكة الإسلامية: 39235)

499- روتاری کی مجالس ماسونی صیہونی تنظیمیں ہیں

روتاری ماسونیہ کی تنظیم ہے جس پر عالمی صیہونی غلبہ حاصل کر گئے ہیں، "الموسوعة الميسرة" کے مطابق انھیں "روتاری کی مجالس" سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ (۱۹۰۵م) میں اس کی بنیاد ایک وکیل نے رکھی جس کا نام پول ہارلیس ہے۔

Marfat.com

روتاری کی مجلس شکاگو میں منعقد کی گئی اور اس تحریک کو شیرلی بربلی نے وسعت دی جو اس کا سیکرٹری جنرل تھا۔ یہاں تک کہ (۱۹۴۲م) میں یہ پروان چڑھ گئی۔ (۱۹۴۷م) میں یہ تحریک متعدد ملکوں میں پھیل گئی اور اسّی (۸۰) ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس کے ممبران کی تعداد تین لاکھ ستائیس ہزار (۳۲۷۰۰۰) سے زیادہ ہوگئی تحریک بڑھتی گئی اور عرب ممالک میں اس کی متعدد شاخیں بن گئیں۔ روتاری کی فلسطین میں پہلی مجلس (۱۹۲۱م) میں منعقد ہوئی۔ مصر، اردن، تونس، جزائر، لیبیا، مغرب اور لبنان میں اس کی کئی شاخیں ہیں۔ بیروت کو شرق اوسط کی جماعتوں کا مرکز شمار کیا جاتا ہے، ان تنظیموں پر ماسونیہ کا تسلط ہے اور یہ یہودیوں کے قائم کردہ خطوط پر چل رہی ہیں، نیز ان لوگوں کے شبہ پر قائم ہیں جو نظریاتی اور علمی اعتبار سے یہودیوں سے ربط رکھتے ہیں۔

یہ مختلف جماعتوں کے مابین خوشگوار تعلقات استوار کرتے اور اچھے انسانی اعمال کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اپنے اہداف کی تکمیل کے لیے بین الاقوامی محافل، محاضرات اور انجمنیں تشکیل دیتے ہیں جو تقارب ادیان، بین المذاہب اختلافات کے خاتمے اور دین کے حساب سے انسانوں میں تمیز کے خاتمے کی دعوت دیتے ہیں، جبکہ ان کی حقیقی غرض و غایت یہ ہے کہ یہودی محبت اور اخوت کے نام سے دوسروں اقوام سے ملیں جلیں اور قریب ہوں، اس طرح انھیں ایسی معلومات مل سکیں گی جو ان کے اقتصادی و سیاسی عزائم کی تکمیل کے لیے ممد و معاون ثابت ہوسکیں۔ اور ایسی مخصوص عادات عام کرسکیں جس سے اجتماعی تباہی واقع ہوسکے، اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ وہ ممبرشپ صرف اہم شخصیات ہی کو دیتے ہیں کہ جو معاشرے میں اثر و رسوخ اور وزن رکھتی ہیں۔

(الشبكة الإسلامية: 4326)

Marfat.com

500- لیونز کی انجمنیں اور امت اسلامیہ کے لیے خطرات

لیونز چند انجمنوں کا مجموعہ جو بظاہر خیر و بھلائی کے کام کرتی ہیں لیکن درحقیقت یہ ان چند عالمی تنظیموں میں سے ہیں جو ماسونیہ کے تابع اور یہودیوں کی انگلیوں میں گھومتی ہیں۔ ان افکار کو (۱۹۱۵ م) میں امریکہ کے چند آدمیوں نے پھیلانے کا عزم کیا، یہ روتاری کی مجالس جیسی ہیں۔ ان جیسی انجمنوں کے جو مسلمان اور عربی معاشروں میں پھیل چکی ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے لیے عظیم خطرات ہیں، کیونکہ ان کے اہداف و عزائم پہلی فرصت میں امت مسلمہ کے دشمنوں کی خدمت و اطاعت ہے۔ (الشبكة الإسلامية: 4326)

Marfat.com

500

سوال و جواب برائے

عقیدہ

لأصحاب الفضیلة

الإمام ابن باز العلامة العثیمین

العلامة الفوزان سعودی فتوی کمیٹی

ترجمہ

نضیلۃ الشیخ مولانا محمد یاسر عرفات حفظہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ بیت السلام

ریاض۔ لاہور

Marfat.com